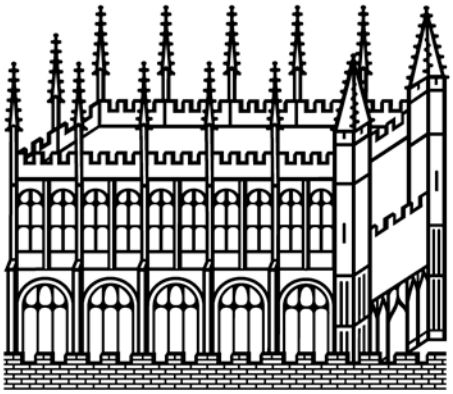

Bodleian Libraries

UNIVERSITY OF OXFORD

This book is part of the collection held by the Bodleian Libraries and scanned by Google, Inc. for the Google Books Library Project.

For more information see:

http://www.bodleian.ox.ac.uk/dbooks



This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 2.0 UK: England & Wales (CC BY-NC-SA 2.0) licence.



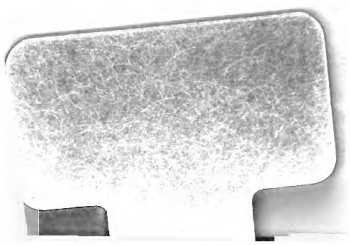

16.X.65

16 D 65



فسانۂ عجائب منظوم - مؤلفہ منشی بھولا ناتھ
فراغ تخلص -
ہدیۂ انظار - از مولوی ممتاز علی سندیلوی
مثنوی میر حسن -
یوسف زلیخا - اردو منظوم تصنیف فگار -
شیرین خسرو - باتصویر مصنفہ منشی گوبند پرساد فضا -
بنجارہ نامہ - مصنفہ میاں نظیر اکبرآبادی -
لیلی مجنون - تصنیف میر تقی ہوس -
بہار دانش - منظوم تصنیف تپش -
مجموعۂ قصۂ سپاہی زادہ - باتصویر بارہ قصہ
۱ - قصۂ سپاہی زادہ - ۲ - قصۂ چار باغ رنگین
۳ قصۂ محمود شاہ - ۴ - قصۂ سوداگر بچہ -
۵ - عاشق کا جنازہ - ۶ - قاصد نامہ -
۷ - ہنس نامہ - ۸ - تندرستی نامہ -
۹ - دکھ سکھ نامہ - ۱۰ - دولت نامہ - ۱۱ - بھوچال نامہ
۱۲ - رنگین نامہ -
بحر دانش - یعنی قصۂ سوداگر بچہ -
شاہنامۂ اردو - منظوم تصنیف منشی مولچند -
طلسم شایان - یعنی داستان امیر حمزہ منظوم
مصنفہ منشی طوطا رام شایان -
قصۂ شاہ روم -
مثنوی ابر کرم -
نالۂ منظور منظوم - مؤلفہ سید منظور احمد -

مجموعہ - قاصد نامہ و قصہ شاہ روم وغیرہ
گیارہ قصہ -
۱ قصہ شاہ روم - ۲ - قاصد نامہ - ۳ - ہنس نامہ
۴ - رنگین نامہ - ۵ - آٹا دال نامہ - ۶ - گرو بند
نظیر - ۷ - پیسے نامہ - ۸ - کوڑی نامہ -
۹ - بنجارے نامہ - ۱۰ - جوگن نامہ -
۱۱ - روٹی نامہ -
بکٹ کہانی - تصنیف مولوی الٰہی بخش بطور بارہ ماسہ
سراپائے تصویر غم - نظم و نثر میں سراپا کا
بیان ہے تصنیف اشرف علی تخلص مست -
باغ عاشق - قصۂ گل و صنوبر مصنفہ پنڈت
کنہیا لال صاحب -
سکندر نامہ - بری و بحری اردو ترجمہ
نظم سکندر نامہ نظامی از خوش فکری سخنور
کامل مولوی غلام حیدر گوپاموی ضلع ہردوئی
داستان عبرت افزا -
سراپائے پیری -
بوستان راحت - قصۂ دلچسپ شاہزادہ فتن
و مہرور بانو جو نہایت لطافت اور حسن بیانی سے
موزون ہوا ہے -
ایک روسی زمیندار کا قصہ نثر جو انگریزی سے
اردو میں ترجمہ ہوا یہ قصہ عجب عبرت افزا ہے -

INDIAN INSTITUTE

قصہ گوپی چند بھرتری۔

سیر مقبول۔ نادر عبارت مصنفہ سید غلام حیدر خان بہادر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کھیری۔

سنگاسن بتیسی۔ قصہ راجہ بھوج با تصویرات۔

بیتال پچیسی۔ قصہ راجہ بکرم مع تصویرات ہے۔

گل بکاولی۔ مؤلفہ نہال چند شاہجہان آبادی۔

طوطا کہانی۔ تصنیف سید حیدر حسین۔

قصہ گل و صنوبر۔ مؤلفہ منشی بیم چند۔

طوطی نامہ۔ مع قصہ ابراہیم ادہم مؤلفہ شاہ غلام حیدر۔

فسانہ نظم

الف لیلہ منظوم۔ چار جلد تصنیف مختلف۔

۱۔ جلد۔ بنظم دلکش مرزا اصغر علی خان نسیم دہلوی سخنور نامی۔

۲۔ جلد۔ نتیجہ طبع شاعر خوش فکر منشی طوطا رام شایان

۳۔ جلد۔ [illegible] منہ

[illegible] ۔ از [illegible] لال شاگرد مرزا [illegible]

[illegible] قصہ مؤلف مختلف [illegible]

[illegible] قصہ ماہی گیر [illegible]

[illegible] مور۔ ۵ [illegible]

[illegible] ایک علمی [illegible]

سنگاسن بتیسی۔ منظوم منشی رنگین لال۔

گلزار ابراہیم۔ ابراہیم ادہم کا سچا فسانہ مؤلفہ حسن تخلص۔

چشمۂ شیرین۔ فرہاد و شیرین کا قصہ۔

مخبر ہمت۔ تصنیف منشی جگر گوپال ثاقب تخلص۔

ایجاد رنگین۔ مختصر مختصر حکایات مصنفہ سعادت یار خان رنگین دہلوی۔

مجموعہ۔ چوہے نامہ۔ دبلی نامہ و افیونی نامہ جوگن نامہ۔ مصنفہ میان باطن اکبرآبادی۔

قصہ مقتول جفا۔ معروف باسم تاریخی فسانہ غم مؤلفہ حافظ محمد امیر الدین۔

پدماوت بھاکھا۔ محشی با حل معانی از ملک محمد جایسی۔

ایضاً۔ بھاکھا سے اردو میں شعر بشعر نظم فرمایا مولوی قاسم علی بدایونی نے۔

ایضاً۔ از عبرت و عشرت۔

مجموعہ۔ قصہ قاضی جونپور۔ و قصہ بندر۔

[illegible] قصہ حفاظت شیطان۔ و قصہ چار لڑکیوں کا [illegible] کا قصہ عقل و حمق کا مقابلہ مؤلفہ مولوی الطاف حسین [illegible] گلزار نسیم۔ قصہ گل بکاولی منظوم از [illegible] شنکر نسیم لکھنوی۔

[illegible] نل دمن۔ راجہ نل اور دمن کا فسانہ منظوم۔

خاتمۃ الطبع

ہزار ان ہزار شکر خالق انس و جان کا کہ اندنون داستان مرغوب محبوب اہل خبرت مسمے
بہ طلسم حیرت نئی داستان ہے فسانہ رنگین بیان ہے عبارت کی روانی کا عجیب ڈھنگ ہے
ہر قصے کی بول چال و بندش کا نیا رنگ ہے تصنیف دبیر بے نظیر زمن منشی جعفر علی صاحب
شیون بار سوم باہتمام لکھنؤ مطبع نامی منشی نول کشور مین بماہ اگست ۱۸۷۲ء مطابق ماہ رمضان ۱۲۸۹ ہجری
چھپکر اشاعت پذیر ہوئی ط



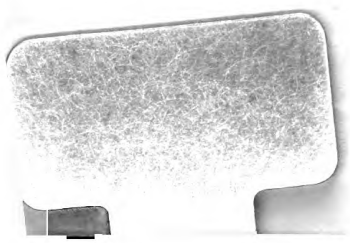

16.X.65

16 D 65



فسانۂ عجائب منظوم - مؤلفہ منشی بھولا ناتھ فراغ تخلص -

ہدیۂ انظار - از مولوی ممتاز علی سندیلوی تلمیذ میر حسن -

یوسف زلیخا - اردو منظوم تصنیف فگار -

شیرین خسرو - باتصویر مصنفہ منشی گوبند پرشاد فضا -

نجارہ نامہ - مصنفہ میاں نظیر اکبر آبادی -

لیلیٰ مجنون - تصنیف میر تقی ہوس -

بہار دانش - منظوم تصنیف بیش -

مجموعۂ قصۂ سپاہی زادہ - باتصویر بارہ قصہ

۱ - قصۂ سپاہی زادہ - ۲ - قصۂ چار باغ رنگین

۳ قصۂ محمود شاہ - ۴ - قصۂ سوداگر بچہ -

۵ - عاشق کا جنازہ - ۶ - قاصد نامہ -

۷ - ہنس نامہ - ۸ - تندرستی نامہ -

۹ - دکھ سکھ نامہ - ۱۰ - دولت نامہ - ۱۱ - بھوپال نامہ

۱۲ - رنگین نامہ -

بھر دانش - بیغ قصۂ سوداگر بچہ -

شاہنامۂ اردو - منظوم تصنیف منشی مولچند -

طلسم شایان - یعنی داستان امیر حمزہ منظوم مصنفہ منشی طوطا رام شایان -

قصۂ شاہ روم -

مثنوی ابر کرم -

نالۂ منظور منظوم - مؤلفہ سید منظور احمد -

مجموعہ - قاصد نامہ و قصہ شاہ روم وغیرہ گیارہ قصہ -

۱ قصہ شاہ روم - ۲ - قاصد نامہ - ۳ ہنس نامہ ۴ - رنگین نامہ - ۵ - آنا دال نامہ - ۶ - گوشبد نظیر - ۷ - پیسے نامہ - ۸ - کوڑی نامہ - ۹ - بخار نامہ - ۱۰ - جوگن نامہ - ۱۱ - روٹی نامہ -

بکٹ کہانی - تصنیف مولوی آلہی بخش باطبرہ ہے

سراپا - قصہ مرغم - نظم و نثر میں سراپا کا بیان ہے تصنیف اشرف علی تخلص مست -

باغ عاشق - قصۂ گل و صنوبر مصنفہ پنڈت کنہیا لال صاحب -

سکندر نامہ - بحری و بحری اردو ترجمہ نظم سکندر نامہ نظامی از خوش فکری سخنور کامل مولوی غلام حیدر گوپاموی ضلع ہردوئی

داستان عبرت افزا -

سراپا - پیری -

بوستان راحت - قصۂ دلچسپ شاہزادہ حسن و مہرور بانو جو نہایت لطافت اور حسن بیان سے موزون ہوا ہے -

ایک روسی زمیندار کا قصہ نثر جو انگریزی سے اردو میں ترجمہ ہوا یہ قصہ عجب عبرت افزا ہے -

INDIAN INSTITUTE

قصہ گوپی چند بھرتری۔

سیر مقبول۔ نادر عبارت مصنفہ سید غلام حیدر خان بہادر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کھیری۔

سنگاسن بتیسی۔ قصہ راجہ بھوج با تصویرات۔

بیتال پچیسی۔ قصہ راجہ بکرم مع تصویرات ہے۔

گل بکاولی۔ مؤلفہ نہال چند شاہجہان آبادی۔

طوطا کہانی۔ تصنیف سید حیدر حسین۔

قصہ گل و صنوبر۔ مؤلفہ منشی بیم چند۔

طوطی نامہ۔ مع قصہ ابراہیم ادہم مؤلفہ شاہ غلام حیدر۔

فسانہ نظم

الف لیلہ منظوم۔ چار جلد تصنیف مختلف۔

۱۔ جلد۔ بنظم دلکش مرزا اصغر علی خان نسیم دہلوی سخنور نامی۔

۲۔ جلد۔ نتیجہ طبع شاعر خوش فکر منشی طوطا رام شایان

۳۔ جلد۔ " " منہ

۴۔ جلد۔ از منشی شادی لال شاگرد مرزا نسیم دہلوی۔

مجموعہ قصص۔ مشمولہ پانچ قصہ مؤلف مختلف ۱۔ قصہ سوداگر بچہ۔ ۲۔ قصہ ماہی گیر۔ ۳۔ قصہ مجمہ۔ ۴۔ قصہ منصور۔ ۵۔ قصہ شاہ روم فقط اور یہ قصہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ بھی چھپا ہے۔

سنگاسن بتیسی۔ منظوم منشی رنگین لال۔

گلزار ابراہیم۔ ابراہیم ادہم کا سچا فسانہ مؤلفہ حسن تخلص۔

چشمہ شیرین۔ فرہاد و شیرین کا قصہ۔

مخبر ہمت۔ تصنیف منشی جے گوپال ثاقب تخلص۔

ایجاد رنگین۔ مختصر مختصر حکایات مصنفہ سعادت یار خان رنگین دہلوی۔

مجموعہ۔ چوہے نامہ۔ و بلی نامہ و افیونی نامہ

جوگن نامہ۔ مصنفہ میاں باطن اکبرآبادی۔

قصہ مقتول جفا۔ معروف باسم تاریخی فسانہ غم مؤلفہ حافظ محمد امیر الدین۔

پدماوت بھاکھا۔ محشی باحل معانی از ملک محمد جایسی۔

ایضاً۔ بھاکھا سے اردو میں شعر بشعر نظم فرمایا مولوی قاسم علی بدایونی نے۔

ایضاً۔ از عبرت و عشرت۔

مجموعہ۔ قصہ قاضی جونپور۔ و قصہ بندر۔ و قصہ حفاظت شیطان۔ و قصہ چار لڑکیوں کا دل لگی کا قصہ عقل و حمق کا مقابلہ مؤلفہ مولوی الطاف حسین

مثنوی گلزار نسیم۔ قصہ گل بکاولی منظوم از دیا شنکر نسیم لکھنوی۔

نل دمن۔ راجہ نل اور دمن کا فسانہ منظوم۔

خاتمۃ الطبع

ہزار ان ہزار شکر خالق انس و جان کا کہ اندنون داستان مرغوب محبوب اہل خبرت سے
بہ طلسم حیرت نئی داستان ہی فسانہ رنگین بیان ہی عبارت کی روانی کا عجیب ڈھنگ ہی
ہر قصے کی بول چال و بندش کا نیا رنگ ہی تصنیف دبیر بے نظیر زمن منشی جعفر علی صاحب
شیون بار سوم بمقام لکھنؤ مطبع نامی منشی نول کشور میں بماہ اگست ۱۸۷۲ء مطابق ماہ رمضان ۱۲۸۹ ہجری
چھپکر اشاعت پذیر ہوئی ٹھ

تحریر کرون تو صدف دوات نیلم قطرات پانی کی بوندیون رشک دُردانہ سے ہیرا کھائے شکل موتی چور نظر آئے طوطی شکر خاے خامہ لال ہو جائے سو اللہ بس باقی ہوس حضرت استادی الاستاد یادگار زمانہ ہین ہم لوگ ✤ سُن رکھو تم فسانہ ہین ہم لوگ ✤ ہیچمیرز ؎ در دار دار خاطر ناشاد خویش خوش کاین دار را ز فتحہ منصور بر سرست ✤ شکر صد شکر شکور مطلق کے حضور مین کہ مزرعۂ نیشکر خامۂ آبیاری حوض کتاب دیجور بین السطور سے تختہ کاغذ پر اب جا کر ثمرۂ نورس لایا کہ آغاز و انجام داستان ایک ہی رعایت مین انصرام پایا فہم کو وہم تھا کہ خاطر مرارت مآثر حلاوت گفتار و تلخی افکار مین پڑ کے شہد شکر سے ناکام رہجائیگی حاصل تحریر و اصل تقریر ناتمام رہجائیگی مگر بعنایت ایزدی جس ذکر کی تاثیر سے دود آہ حاسد بدظن زہر ناگن ناموثر ہو وہ قول از بر ہے کھانڈ و کھاری قند مکرر ہے هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيْمٌ عاصی کو آرزوے مقبولیت افسانہ و خاتمہ بخیر ہونے کے ختم مین تسبیح الایچی دانہ پر سورۂ نمل و نحل ورد ہے سینچی گر حیلۂ فیونی کا شاگرد ہے

تمت

قطعۂ تاریخ چکیدۂ قلم عطارد رقم ناثر بیعدیل ناظم جزیل جناب منشی جعفر علی صاحب کاکوروی مؤلف افسانۂ طلسم حیرت

چو کردم ختم این مرغولہ شیون
رسید این نغمہ از دل کلک نی را

کہ ننمودی طلسم حیرت عقل
کشودی قفل گنج ملک کی را

چگویم وہ فسون سازا چگویم
بجز این نکتۂ احسن کہ وی را

عَفَاكَ اللّٰهُ عَنْ شَرِّ النَّوَائِبِ
جَزَاكَ اللّٰهُ فِي الدَّارَيْنِ خَيْرًا

۱۲۹۰ھ

چو خواہی سال تاریخت شود دال
بخور دالے تو از دارین خیرا

یہ خانہ خراب نہ سمجھے ع ہر روز عید نیست کہ حلوا خورد کسے ۔ صحراے طلسم سے دو بدو ہین بور کے لڈو ہین ہم خرما
وہم ثواب سمجھے ایک تو بجا آوری حکم سردار دوسرے چیز مزہ دار ہر ایک نے آتے بصد اضطراب پوٹ کے پوٹ لے
طمع مین آشا رخ تک کھسوٹ لی غور کیا تو دانہ ہاے انار رشک اشک خونی تھے گل داغ دل درونی تھے
شاخین شاخ نظر تاک انگور سلک دردانہ سرشک تر باغبان عشق کی پھلواری تھی یادگاران باری توالے کی
باری تھی ملکہ نگار ارم نے بھی تصریحاً جو جھانک کے دیکھا باپ کو پہچان گئی لو میری جان گئی کہکے
بے محابا محافہ سے نکل پڑی اُس سراپا محو کے قدمون پر جا گری خاکسار ہمہ تن انکسار کو
اچنبھا ہوا کہ یہ کیا ہوا مگر رونے کی آواز سے پہچان لی کہ اپنی رونے والی ہی جوش رحمت
ایزد متعالی ہی گلے سے لگا چشم سفید کے اشکون سے پلکون کو تر کیا عرق نیلوفر مین مردم گیا کو
بھگو دیا مرض مفارقت کا علاج ہوا دونون کا درست مزاج ہوا سرگذشت پوچھی یہ آبدیدہ ہو شرما گئی
ناہید پریزاد بھی موجود تھی سامنے آگئی کیفیت پوست کندہ مودبانہ گزارش کی نگار ارم کی شوخ چشمی عرض
بسفارش کی وہ تصویر کی عاشقی کا ذکر اُڑا بلیناس کالے اُڑنا شاہ صاحب کی توجہ سے رہائی جڑنا پھر انہین کے
حکم سے اس خودسری مین مبادرت کرنا آرزوے قدمبوسی والدین مین ترک حکومت کرنا جیسا کچھ دیکھا سُنا تھا
سب بین بین بیان کر دیا ناشاد شادمان کر دیا شہزادہ نگار عالم نے مُنھ پا کے روبرو آکے نذر دکھائی ظل اللہ نے
قبول فرمائی محلسرا سے حبشی خوجہ بلانے آیا بادشاہ رشک شاخ نبات و نگار ثمرقندی کو ہمراہ
لیکر خاص محل کی سمت رجوع ہوا ماہ مہر کا ایک ساتھ طلوع ہوا ندیدے مل مل رونے لگے شادیانے
ہونے لگے نگار عالم نے خطاب و خلعت پایا بہار عالم اپنے وزیر اعظم سُسر کے پاس بخوشی خویش آیا یہان
بھی معاملہ پیش آیا دونون نے خوشنودی کا جوڑا پایا جانبین کے والدین نے اپنے حوصلے نکلنے کے لیے از سر نو
شادی کا اہتمام کیا بڑی دھوم سے دوبارہ بیاہ کر خیر خواہان شیرین کام کو خلعت و انعام دیا بعد چندے
دونون جوڑے فراق وطن کی شکر رنجی سے پھر جو اُڑے تو حلاوت ہوش عیش کی صورت مگس پر مقراضی
ہوئے نشاے مغزی ہرن ہو کر کعب غزالی ہوے بادشاہ کے حضور مین آکر نگار عالم نے رخصت چاہی
ناچار سکندر بخت دل فگار نے مرخص کیا جہیز مین علاوہ اور اسباب کے جواہرات اتنا دیا کہ اگر صفت اُسکی

شتر سوارون کو دوڑایا اُدھر فجر ہوتے ہوتے نگار عالم بھی مع فوج وحشم آدھمکا صبح عشرت کا ستارہ چمکا
قلق ؎ وہ سہانا سہانا وقت سحر ۔ اور گلگون نسیم کی فر فر ۔ رشک کواکب موکب غیرت کہکشان نہر بصد کر و فر
رایات لشکر لب نہر پہونچے کوئی دلاور والا گہر مانند جوہر کشتی ہمشکل شمشیر پر سوار ہو کر پاٹ پر آیا کوئی گٹے یا گھٹنون
پانی سے اُتر کر گھاٹ پر آیا کسی نے چوری سے سب کی آنکھ بچایا تو ساہی راہ کاٹ کر میٹھی پوئی پر گھوڑا ڈالا کوئی سست روکی
دوپہر کی تگ و دو سے پانؤن جلے بی اُسپر وہ سمجھا گویا مین برفی ہی جاتا ہون بگٹٹ چل نکالا
نگار عالم کی زورق نے اتفاق سے اُس فضاے فرحناک کے قریب لنگر کھایا جہان کے پیڑون کو کیوڑے کے
سینچ سے زکام ہو آتا تھا غیرہ شہد انبہ کو گلاب جامونکو دیا جاتا تھا زہر کے پہلو مین خاصہ امرتی گڑھل پر گلاب
قتلی کی رال ٹپکتی حلوائیون کے ہمزاد غول بیدائی افیونیون کے نشے ہرن صحرائی سبحان اللہ کیا سواد مصر
اور کیا مصر کا دشت تھا جسکے نواح کا ایک ایک موضع رشک شیراز و ثمر قند غیرت دہ دیہات بنارس و
صوبہ اودھ دلبند مثل دوتا شکر اریوڑی اور حلوا پور خاص دیوڑھی کا قابل گلگشت تھا فضاے پر فضا مین وہ
شیر خدا یعنی شاہ سکندر بخت دست بدعا تھا ذکر و اشغال مین مشغول بصد آہ و بکا تھا آواز سنکے نگار عالم کی آشنا
گھوڑا بڑھا بڑھا سمت صدا آئی دیکھا درخت کھجور و خرمون کے بیچ مین ایک چبوترہ سنگ مرمر کا کوہ غور سا جسکی دید سے
آنکھ جھپک جائے اُسپر شاخچہ شجرہ ایمن خوف و خطر سے ایمن جلوہ فرما ہی شہد لب شکر انیز دسے بیشک کرکے
آشنا ہی جذب بیان رطب اللسان کی تاثیر سے ہر دانہ تسبیح الایچی دانہ ہوا ہی شکر خورے کو شکر یہان بھی
وہی سامان تعیش موجود خاک و خاکستر رشک قند مکرر و اکسیر اثر جسپر جگر شکر پارا ہی ریگ کی چمک پر
دندان مصری نے دانت مارا ہی جنگلی پھلون مین خوان الوان کا ذائقہ ایسی فقیری مین کیا مضائقہ
سو حال یہ ہی بموجب مثل مشہور اصل مذکور سنائین یہ وہ گڑ نہین جو چیونٹی کھائین حلوا خوردن را روے باید
جو اسکے قابل ہی اُسکو اس در بہشت کی سیر حاصل ہی نگار عالم کے سرداران فوج نے جو یہ نعمت غیر مترقبہ
دیکھی لب پر حرص کا ہجوم ہوا لشکریون کو اُن فواکہات شاداب کے غارت پر اشارہ کیا بقول شخصے
حلوائی کی دوکان دادا کا فاتحہ حکم تاراج اُس بساط مبسوط کی نسبت دیتے بہت اچھا معلوم ہوا
جسکا جاتا اُسکا جاتا تھا دن کا کیا بڑھیا کا کاتا تھا بالاتفاق سب نے دل مین یہ ٹھہرا لیا کہ جو پاسو کھا جا

پہونچنا قافلہ گم گشتہ کا شہر مصر مین ہجوم کثیر سے آ ملجانا شاہ سکندر بخت تارک الدہر کا دشت در بہشت مین اتفاق تقدیر سے

جسدم یوسف شبستان انجم کاروان مانند عزیز مصر رود نیل نیلگون سے عبور کرکے مصر مغرب مین جلوہ گر ہوا اور صوفی تباشیر سپہر پیر مثل حضرت شیخ فرید شکر گنج روشن ضمیر بتان چوبین قرص خورشید دشت اخضر مین رہ سپہ ہوا شہزادہ شیرین کام نے کوچ فرمایا مانند ملاحت فصاحت ساحت دشت و کہسار مین آیا مثل عذوبت گفتار لب آب بحر ذخار مین آیا شاہ سکندر بخت کا احوال یون سنتے ہین نکات مطلب کی نکتیان یعنی باریکیان یون چنتے ہین کہ جسدن سے نگار ارم رشک شیرین نہر جوے شیر مین دریا برد ہوئی تھی سلطنت دارا شکوہ دارا بخت سکندر بخت کے ہمشیرہ زادہ کو سپرد ہوئی تھی خود بدولت نے رات کی سکونت اسی نہر دغا باز کے گھاٹ پر اختیار فرمائی تھی صومعہ عبادت نے بنا پائی تھی تمام شب اسمین آکے فرق منت جھکا کے عبادت معبود حقیقی مین مصروف ہوتا تا سحر روتا کہ بار خدایا میر حسن ملادے مجھے میرے محبوب سے نہین تو مرا جی ٹھکانے لگا سو غیاث المستغیثین جامع المتفرقین تسکین کی نشانی بھجوائی کہ بہار ارم وزیرزادی ایک منزل پیشتر با قلیل لشکر اس در بہشت کے اندر آئی قریب شام کھانڈہ بار روہیلون کا دستہ سہراب نژادون کا رسالہ شہر پناہ مین پہونچا خیال شربت آسا گلوے تشنہ جانکاہ مین پہونچا بہار ارم عماری زرنگار زرق برق سے اتر کے در نیم باز خاص محل مین آئی آغوش سحاب سے بجلی کی چمک دیدۂ احوال مین آئی اندر قدم رکھتے بادشاہ بیگم والدۂ نگار ارم سے آنکھین چار ہوئین بسکہ روتے روتے بصارت غم قرۂ باصرہ کو نذر کر چکی تھین نہ پہچان سکین در پے استفسار ہوئین اسنے آتے پانون پر سر دھر دیا رونا شروع کیا وہ سر سر کا جھجک کے بولی یہ کون ہے مصری خانم نے کہا اے حضور بہار ارم ہین پھر تو تو چل مین چل محل مین ایک ہلچل پڑ گئی کہرام کے جھنڈی گڑ گئی بہو بیگم نے گلے لگا رو رو کے احوال پوچھا جلیسون نے شہزادی کے نہ آنے کا مآل پوچھا وزیرزادی مصلحۃً ہاتھ جوڑ عرض پیرا ہوئی صاحبو ذری جی ٹھہرنے صبح کو کہونگی جو جیتی رہونگی آخر جب بھیڑ چھٹ گئی اسنے آمد کی خوشخبری دی ملکۂ عالم سنتے غش کر گئین ضعف و نقاہت سے جیتے جی گذر گئین بہار ارم نے کہا لوگو ذرا آگے سے سر کو اسی سے مین نہین کہتی تھی سب کے دھجکولے سہتی تھی یہ کہکے زانو پر سر اٹھا لخلخہ سنگھایا عرصہ کے بعد ہوش آیا خلیفۃ الرحمانی کی جانب

اٹھایا زمین کا پانی آسمان چڑھایا فکر مین خستہ دل برشتہ جگر سرگردان خاک بسر رہا بدن گھلایا بقول عسجدی
ع ای روشنی طبع تو بر من بلا شدی ۔ خواب خیال مین پلاؤ پکایا شیخی بگھاری بات بات مین غم کھایا
سوز و گداز دن رات مین بایں ہمہ صلہ کیا پایا آنکھ کھلی تو پنجشاخہ ہاتھ مین یہ ہاتھ آیا ممدوح آرامیدہ کا مداح سدا
نامراد سوتے لڑکے کا منہ چوما مان خوش نہ باپ شاد پر بچہ یہ مثل راست نہین فہم کی کج فہمی ہی ماہ نخشب کو کاست
نہین اس ذرہ بیمقدار کا ممدوح کا شمس نصف النہار ہی دیکھیے مطلع داستان پر کیوان عالم انوار ہی ضمیر فسانہ مین مدح ممدوح
مانند درد دوری در دل مجروح نہان ہی چراغ مہر تہ دامان ہی آہنگ طبع نے اسی پردے مین یہ چنگ چھیڑا ہی
ورنہ قصہ بکھیڑا ہی یہان سے داستان باقی ماندہ پھر کان لگا سنیے نکات حسن و قبح چنیے جسدم جنگ زرگری
کی آتش بستری فرو ہوئی شیروان خواب کی کارگزاری جو کہون سو ہوئی کہ دونون سرمست کے سر پر مثل سایہ سرپرست
آکر آرام کا انتظام کیا مانند طفل مستبد ٹھونک کے سلا دیا دو صاحب حیا ہم آغوش تھے پردۂ غفلت مین
حواس و ہوش تھے صبح کو جب شبدیز مستی وحشت سے چونکے صورت برق حرارت حمام کی نبض مین دونون جانون کی
نہا دھو ایک مقام آرام دوسرا دربار عام کی سمت آیا نصرت نصیب نے خلعت فتح زرتار شکست خوردہ نے
زخم کا ہار پایا اسی دن کوکب ہند نے اس کیوان علم مریخ حشم کے سر پر دیہیم زر مثل تاج قطب رکھا تخت غیرت
ہفت اورنگ پر بٹھایا اسی سن مین جلوس فرمایا تھوڑے دنون کے بعد بہار عالم و بہار ارم خزان دیدہ نامراد
کی پھلواری پھولی اسی طمطراق سے خزان فراق سے نجات پائی پھوٹ کھیرے کی باڑی پھولی یہ بھی گلزمین
عیش مین بے تردد چین و آرام بآسانی کرنے لگے نہر جوہر سے کشت گوہر پر آب پاشی تخم افشانی کرنے لگے بہار عالم
باغ بے نظیر و نگار عالم بوستان بدر منیر کے میر ہوے حلقہ آغوش وصل کے اسیر ہوے ایک شب شہزادی
نگار ارم کو خیال وطن مین جو خواب آگیا عالم رویا مین دیکھا کہ میرے سر سے میرا سایہ بلند ہو کر صورت ابر مطیر
سر پر چھا گیا اور اسقدر پھٹ پھٹ کر برسا کہ تمام بدن نہا گیا اسکے دیکھنے سے گھبرا کے آنکھ کھول دی اپنی
ہم صحبت سے کیفیت کہی اسنے تعبیر فرط فکرت سے کہی کہ سایہ سرپرستون کا سر پر ہوتا ہی ادراک رہبر ہوتا ہی کہ ظل سبحانی
تمھاری فرقت مین صورت ابر نیسانی ہین والدین وقف اشک فشانی ہین یہ سنکے شہزادی بہت روئی اسکا بھی
دل امنڈ آیا خوب آب گہر برسایا رات ہی کو تیاریان ہو گئین ارکان دولت مشیران مملکت حاضر ہوے ہمراہی پر موجود بطیب خاطر ہوے

ہیون ہوس کو پرے سے مسک بیدھڑک گڑھی کے دونون کنگرون پر کہ تمام تمامی منڈھی بقۂ نور کی صورت
روشن تھی اور دو حبشی اُنکی سقف پر محافظت کو متعین تھے جا پہونچا ساتھ اسکے صداے اُف اُف کے
نقیب نے ایسا للکارا کہ تیوری کماندار نے قوس ابرو چڑھا تیر نگہ مارا آب لڑائی چھڑ گئی بوس و کنار نے بھی
شمشیر شوق کمر سے گھسیٹ قبضہ چوم کے میان سے لی دھمکی گھر کی چشم نمائی ایک نہ چلی چھیڑ چھاڑ نے گالی سے
البتہ مُنھ کی کھائی اختلاط دید حرکات سب درکنار رہے رکھائی کی بے اعتنائی سے ناچار رہے اسمین
آس شہسوار کڑے کارگزار نے اپنی جگہ سے حرکت کی ٹھنکنے کے کڑکیتون نے ہزار میل کا کڑکا کہا لیکن اُنکے
ہوا خواہون سے کسی متنفس نے نہ حرکت کی کسو کی نہ جرات پڑی ہان لگاوٹ نے کسیقدر زبان لڑائی
بناوٹ کی ایک سماعت نہوئی مُنھ پھیرتے بن پڑی دھینگا مشتی کے مست فیلون نے ٹکرون سے جوبن کے
کنگرے مسکائے مگر با اینہمہ کھڑے سوارون کے رسالے اندر نہ گھُسنے پائے یہ دیکھ کے مساس چابک سوار نے
شکم قلعہ پر کاوا لگایا پیٹی پر دسترس ہوتے انزال و امساک نامے گولہ اندازون نے موقع پایا فوراً
پچھواڑے کے دوراہے پر کہ ایک جھڑو کا سیپ کا مقفل کہ ابتداے بنا سے بنایا تھا کبھی کھلنے نہین پایا تھا
دونون گردون کو جن مین سے منی گراب موتیون کے چہرون سے بھری تھی رہکلے الماسی ڈھلے سے جوڑ کے
شست باندھ کے فیر کیا قفل کا خاتمہ بخیر کیا ٹوٹتے شو محشر بپا ہوا ایک ہی ایک بھیتر گھسا گو نہین نہین بس بس کے
دربان تکرار پر آمادہ ہوے پر کسی نے ایک نہ سُنی تیغ ارادہ خوب چمکی حسن و جوبن شباب کی فوج مانند موج
موجزن تھی سج دھج کی کمائی بے گور و کفن تھی طرار حنا کا رنگ نہ جما مسی کا خزانہ کائی لگا دھڑی دھڑی لٹا
کاجل سیہ کا جور ہر دم ساغر پُر خمار مُنھ سے لگاے سرشار رہتا تھا اشکون کی دھار تیغ آبدار سے کٹ کٹ کے
بہتا تھا لاکھے کی جان پر کرورا آیا چوڑیان چور چیرا ہوئین پھولون کا گہنا کھلایا مآل کا ع
ہوا کچھ ایسی بندھی گل چراغ خانہ ہوا + یعنی جانبین کے دشمن جانی ناپاک عدوے دین و ایمانی تہ خاک
ہوے شکل گل چراغ مردہ پژمردہ چڑھی اُتروا افسردہ سینہ چاک ہوے دنیا کا کارخانہ بالکل طلسم ہے پانی کا
حباب فانی اسکا اسم ہے ٹوٹتے ہی دلولے بجھے زور شور آب و تاب اُڑے آبروے دُر ناسفتہ کے ماتھے گئی
ناحق خون پانی ایک کیا عاصی نے مفت گناہ لیا ایک قطرہ کی جستجو مین دریا دریا الم

گڑھی کی رانی نے عفت و عصمت و شرم و حیا انیسان لاثانی نے آگے ہی سے اپنے حسن حسین و حصن حصین کا بندوبست
قرار واقعی کر لیا تھا سد حجاب و حیطۂ احتیاط کا گرد حصار کھچوا دیا تھا غیرت کو گاڑی مین بٹھلایا الھڑپن کے
حواس نے رگ و بم کی تڑپ سے تار برقی بندھوایا واہمہ مخبر بات بات پر گوئندۂ نطق در پردہ گھات پر
مہر سکوت قفل در دست امتناع کے ہاتھ مدور ساقی گھڑکی کو عہدۂ دیدبانی نہین نہین کی صدا متعین
بدزبانی نخرے کو خدمت فریب دہی دریورسانی تیور تیر انداز تیوری کماندار ناز و انداز سپہ سالار حسن بالکل
فوج کا جرنیل سنگار کا مطیع سج دھج انبلی خنجر گذارون کا خیل چین جبین و موج شمیم گیسو کو عہدۂ کمند افگنی
رکھائی کو خدمت خاطر شکنی دشنام خانہ جنگ کے نیام مین گالی کی میٹھی چھری دھری ہاتھ مروڑ کے کجباز
اور کوسنے زبان دراز مین کاٹ پیچ کی بات بھری تبسم گلہاے زخم کھلانے پر تکلم مردہ دلون کے جلانے پر
ترحم بے اعتنائی کے گھاؤ پر مرہم دھرنے والا بناوٹ کا رونا گرمی مبادرت ولولہ مباشرت کا ٹھنڈھا کرنے والا
غمزہ و انداز صبر و سکون کی غارتگری پر ممتاز لگاوٹ کو ملی مار مارنے مین کمال مشاقی کاجل ترکسوار مین افراسیاب کی
ایسی مردم فریبی و قزاقی مسی اودن کی یادگار دزد حنا دلبری مین بدرجہ طرار الغرض معرکہ پیش ہوتے پہلے سلسلۂ تقریر کے
بیلدارون نے کدال زبان تیز کی سنبھال میدان فصاحت مین قدم نکال گلے شکوون کے کنکر پتھر جھاڑ کر
بات کی بات مین سرنگ لگا دی باروت شوق بچھا کے پوشیدہ زمین دل مین راہ کی ہمسنون کی تانک جھانک کا
دغدغہ جانبین کا مورچہ تھا کہ اسی آلا سے ایک دوسرا ذرا دم راست کر لیتا تھا حیلہ و فریب کے دمدمے
دیکھ بھال کی جھاکیان تھین سقاے پسینہ کی سقائی پر عرق ریزیان تھین چھڑکاؤ کا لطف دکھاتا تھا چھینٹے
دیدے لڑاتا تھا خواہش میر آتش نے چاشنی بوسہ کے آبدار سے بہ تاکید مزید اسفل کے پانچون مین
پانی بھروایا سیب ذقن پر پانی دینے والون سے باچھون کے پانچون مین رال کو گھلوایا رنگڈھا دربان تھا
جنگ زرگری کا سامان تھا بادشاہ مذکور رن صور نے فوج کو خدمتین بانٹنی شروع کین حسب لیاقت
جگہین دین میمنہ میسرہ آسن شہسوار و مساس میر شکار کو عنایت ہوا جناح ساقہ و کمین گاہ
بوس و کنار اختلاط و چھیڑ چھاڑ کو مرحمت ہوا اور خود بدولت قلب لشکر مین جوشش مستی سر مین فیل مست
دھینگا مشتی و گاؤ زوری کی کچھ پیچھے کچھ آگے تا کوئی معرکہ سے نہ بھاگے ایکبارگی مساس چابک دست نے

مچھنہ مین آہنسا کھلکھلایا پھر کے بعد اس گھڑی ساعت کے پاس آیا انیسون کی تانک جھانک سے انگوٹھ زخم پر نوچ کر ہا
پردۂ راز پھٹنے کے خوف سے ہونٹھ سیے ہا

شاہنشاہ اقلیم شباب کی حملہ آوری کشور زرفاف پر جنگ زرگری

لیکن نصف شب کو جب نوفل قمر خستہ جگر شوق وصل لیلاے لیل مین با سپاہ انجم نجم و یم بعزم شبخون رود نیل کہکشان پر اٹھتا اور سیہ ستان ظلمت شب کا جتھا مانند قوم لیلا بقصد مجادلہ مقابلہ مین آڈٹا نگار عالم تشنہ لال وصال نہ رک سکا یعنی شاہنشاہ شہوت نفسانی کہ اقلیم شباب و صحت آباد صلب و دماغ مین بہ مشورت مشیر تحریک شیطانی جسے صاحب حواس خناس بھی کہتے ہین آ کر اس اقلیم کا عقل کل ہے نظم و نسق مین اختیار بالکل ہی چھوٹے بڑے لنگوٹ کے کڑے ڈرتے رہتے ہین رؤساے اعضاے رئیسہ پر حکمرانی کرتا ہی تمام انسان و حیوان تابع فرمان شاہ و گدا کی حاجت روائی بآسانی کرتا ہی عزم تسخیر کشور بکر کی دارو گیر پر پاؤن نہ دین ایکبارگی حملہ آور ہوا تختۂ یونان خرد زیر و زبر ہوا و آہ کیسا کیسا جوان پلنگ توڑ حریف مقابل کا جوڑ ہمراہ آہن شہسوار کر گھمی سر انکا روئین تن تنگ شکن مساس مقدمۃ الجیش پامال کن فوج حسن و جوبن اختلاط تکلف کا دشمن بوسہ و کنار سے میٹھی جوان جو بات ہی بات انسان کو راہ پر لگائین دیکھتے دیکھتے بے آبرو کرائین چھیڑ چھاڑ گالی کھانے کی نشانی دشنام کی دشمن جانی اور خود بدولت اس ٹھاٹھ سے کہ زہرہ حیرت زیر جامہ جراب ڈاٹے سلاح صلح سے جسم انور آراستہ کیے دل اُچاٹی چار آئینے اشتیاق رونمائی کے لگائے شمشیر آزردے خمیدہ قامت و فروتنی کی جو کج ادائی کا نیم رضاے بے اعتنائی کا لہو چاٹے چمکائے اور سپر عذر خواہی کی پشت گستاخی پر کہ شاید موقع پر بگڑ جاے تو یہ بات بنائے و استانے عزم ہاتا پائی کے ہاتھون مین رکاب منت کی کمر ہمت سے لگی بناوٹ باتون مین کمند دم دھاگے کی خوش آمد کے ہرنے پر پڑی تیر حسرت نظر بازی سے ترکش تمنا بھری کمان ہوس ہم آغوشی کی قربوس کنار سے لگی سنان طعن و تشنیع غمزہ اظہار محبت کی ہاتھ مین چستی پھرتی ساتھ مین چتر سایہ سیہ مستی بالاے سر گرز جلم و دشنام خواری و ناز برداری کا تحمل جلو دار کے دوش پر صداے دور باشی جھوٹی قسم کے نقیبان عرض و طلب کی زبان مدہوش پر چابک سواران ہجوم شوق جلوس و جلو مین خود شبرنگ مستی پر سوار آن گرمی فتح کرنے کی رو مین تہان عادت نسوانی

گونہ بجاے عود غرقی پنجشاخے والے زربفت والملس پوش گویا دست فلک مین پنجشاخۂ شرقی چرخ کمخواب کو
شب بھر یہ جلسۂ خواب وخیال پیش نظر گشت برات کے ساتھ مین تھا صبح کو جو آنکھ کھلی پنجشاخہ ہاتھ مین تھا
ہاتھی فلک شکوہ شان کفار رشک بخت اصحاب فیل بھی روانی مین آبرد ریز رود نیل تھے نگار عالم ظل آلہ
نوشاہ نے اپنی بخھول پر عجب رتبہ پایا تھا اقبال فریدون پر ولیا کا سایہ تھا غرض بڑے اہتمام واحتشام سے
گیارہ لاکھ آدمی کے اژدحام سے دلھن کے گھر برات آئی منتظرون کو لوٹ کی گھات ہاتھ آئی مشاطہ نے
بڑھکے لولاسی چھوائی کسی نے چھنگلیا مین مہندی لگائی کسی نے دلھن کی جھوٹی مہندی کا پانی ڈالا
حاسد خونخوار نے پانی ڈالا اسکے بعد محفل مین دلھا دلارام بانقاب آیا دیدۂ حیا مین شرم وچشم منتظر مین
خواب آیا ہمچشمون کی چشمین جھپک گئین دیکھنے والون کی آنکھین لگ گئین شکل آوارہ نوشہ کے بیٹھتے
صدہا طائفے بھانڈ بھگتیے قوال عین الکمال کے مثل جوبن اٹھے ناچنے والون کی سبکی وپھرتی دیکھکر پاے نگہ مین
لنگر تھے جگہ سے ہل نہ سکتے پتلیون کے کرشمے مدنظر تھے قریب فجر قاضی مثل قاضی فلک اس مشتری خصال کے
پاس آکے ملک محبت کی مالگزاری پر مہر اُس غیرت مہر کا صورت عہد کہ یمان باندھ کر محضر ایجاب پر مہر محبت کی
مُہر کرکے دونون کو راضی کیا شادی منانے والے سبار کباد گانے والون نے بھیرون کا سر لیا پھر زنانے مین
جانے کی نوبت آئی ہمسنون نے رسمون کے حیلے مین بُری گت بنائی مصحف وآرسی اُن آیت خوبی کے
مقابل مین لاناخدا کی زبان ناحق کھلوانا خلاف ادب وامر لاحاصل تھا اُدھر روے کتابی ادھر آئینۂ دل
مقابل تھا سورۂ اخلاص آیت جانبین باہم کی مسکوٹ کلام جانبین بھی کافی تھا زیادہ حوصلہ حیا کا
منافی تھا آخر جب سب رسوم مرسوم سے اُن البیلی اور دیکھی بھالیون کے ہجوم سے مہلت پائی ڈومنیان
اور چوانے والیون نے مالکوس کے میل مین بادہنی گائی بنی والون کی بگڑی دولہ کے لوگون کی بن آئی نوشاہ
نقش مراد وشاہد مدعا بوٹا سا گود مین اُٹھائے بیٹھا اُسی ترک سے پھر باغ بدر منیر مین آیا یہان کے
رسمون سے فراغت پا جلیسون کے جلسے مین آبیٹھا ہنسی قہقہہ مین دل بہلایا مہرا انتظار صورت شام نظر آئی
پہر رات گذری جب کھانے پینے سے فراغت پائی دولھا کی دائی سالیون کی طرف سے بلانے آئی عیش طرب
خزان دیدہ جور ہجران کشیدہ ایوان رشک گلستان کے اندر مثل بہار ارم وغیرہ سالیون کے

سو طلائی و نقرئی مٹکیان دہی سے بھرین انمین مچھلیان بندھین انکی ماہیت کماہی اگر خم فلک کم ظرف پر
کھل جاے مانند ماہی بے آب سینہ چاک ہو کے لوٹا لوٹا پھرے رکابی مذہب سا کاسہ گردانی پر تل جاے
سو لاکھ چوگھڑے بڑے بڑے کوزہ ہاے قند میوہ سے بھرے جسکا ایک چوگھڑا اگر گرگ سپہر کے خواب
خرگوش مین آئے ساری روبہ بازی ہرن ہو چوکڑی چوک جاے آرایش کی زیبایش پر ستارون کا
جھرمٹ ٹٹی باندھ کر گرا پڑتا ہر اختر کی متاع جگر لٹ گئی آتشبازی کی دید سے عنان شکیب ہاتھ سے
چھٹ گئی اور نیازک فلک ابرک کے جھاڑ دیکھ کر بنات النعش کے کھٹولے پر پھول کر رہ گئی آہ پر شرر کا صدمہ
سہ گئی منھدی کے احوال مین زبان لال ہے کہ رنگ زمانہ دگرگون آپنے ہاتھ مریخ کا خون روے
شفق فق عازم شبخون ہلال ہے برات کی شب سے برات نہین زبانہ قلم سے زبان درازی
اسکی مدح طرازی مین آتش بازی چھٹ رہی وہ بات نہین روشنی کا وہ عالم جہان قلب
روشن دلان کا فروغ کم آنکھ کے تل کا تیل یا خال دلارام کا تھا روغن فرہنگ و باغ کا دہن
کھوپری کے عوض مغز بادام چشم سیہ فام کا تھا جھاڑ قد آدم الماس تراش قدم قدم پر ایسے گاڑ دیے تھے
کہ ظلمت کفر و سیہ کاری کے نشان عرصہ دہر سے جھاڑ دیے تھے تخت روان پر رامشگری ہر رشک پری لی
دیکھ کے اولی فلک ہفت اورنگ پر آسم کھا بیٹھی دولھا کی سج دھج پر عروس لیل نے اپنے نوشاہ روز کو
چھوڑ کر منھ کالا کیا چراغ قمر داغ جگر کو جلا دیا سیہ خیمہ غم مین آ بیٹھی پلٹنون کی قطار دیکھ کے شہسواران کرتک
دوار باگین ابلق ایام و سپہر سبزہ فام کی تھام کے پلٹنے پر تیار ہوئی چوہدار و خاص بردارون کے چھجے دیکھ کر
عصا بردار نیلی سائبان عمود سحر پھینک کر روپوش ہوا ہوش فرار ہوے سانڈنی سوار اپنی دو رومی کے
سامنے گردش گردون گردان گسستہ مہار باد ہوائی کو شتر گوز شمار کرتے احمقون کے ذہن گو داز بیش
خویش بلند پرواز گندھلنے کو ڈرتے باندار برچھی والے اس نوک جھونک کے کہ کبھی دیکھے نہ بھالے
طبل کی ندا نقارون کی صدا سنکے فلک دمدمہ ساز چونکا ماہی مراتب کے جلوس دیکھنے کو خسرو خاور
با جلوس نیزہ داران شعاع شکل ید بیضا کوس آستین سحر نونکا آواز شینائی اور ارغن کی صدا پر آوازہ بو علی سینا
دلبل عدل کسرا فدا عود سوز رشک مجمر فلک و دل عاشق پر سوز مین صمغ سپہر و سرو نیارک یا شجرہ محبت کا

رات پروین قربان دونون باغ کا ایک ہی سامان مانند بہشت تسلسل دو موتی کے دروازے یکرنگ
مثل مطلع غزل شمس تبریزی بلکہ خط معکوس مین قطعہ فردوسی یا آفتابی دایرون مین دیباچۂ شمسیہ خط گزار آ
مین نسخۂ فردوسیہ دونون کے مابین مین ایک میل کا فصل تھا ہر ایک مین سامان وصال نہان مانند
آرزوے وصل تماثل سبحانی نے بکشادہ پیشانی برائے رفع پریشانی شانہ بیون کو مجتمع کیا سوک سنیچر
تیرہ اختر کا کل موہوا حوال یوچھا لنا من کا سمنان المشط سبحون نے متفق اللفظ جواب دیا تین تیرہ تیئیس آنجھ
اٹھارہ اٹھائیس کو ٹال بال کے بارھوین تاریخ دن دوشنبہ کا مقرر کیا وزیر اعظم کو خدمت خسروی
ہاتھ آئی دولھن کی طرف کا کاروبار اسکے اختیار مین ہوا دولھا کے گھر کا سرانجام سرکار مین ہوا غم کا نشان
صفحۂ جہان سے دھو گیا یہ مژدہ سنکے داروغہ آتش خانہ کی بیٹی تر ہوئی پھول کے گولے کی قطع ہو گیا
گولہ اندازہ گلے کسمہ بانی توڑ دات کے گل چھرے اڑانے لگے رہکلے بکل ہوے گردون کا دل
اچھلا کینہ وکدورت سینہ مین توپ کر قہر ڈھانے لگے چرخ کا جی چھڑانے لگے نوبت باین درجہ رسید
کہ شہنا نواز و طبل بازون نے تربولیون پر آسو پچاس کوس کیا اطراف سماوات مین جا بجا یہ مژدہ پہونچایا
غم کی مان نے کب دھونس اٹھایا تھا جو تماکو مین رحیل عالم جیل سے بجایا اب دلھن کی طرف سے باجے کا
جوڑا روانہ ہوا متغیر رنگ زمانہ ہوا سبحان اللہ عجب جوڑا جسے دیکھ کے رنگ صحبت احباب اڑا کہ سبحون نے
دو رنگ دیکھا جوڑے کی لون پر رنگ مزاج معشوقان متلون مزاج دنگ تھا چہرۂ بشاش کا رنگ تھا
پینڈیان عنبر کوزۂ قند و نبات خبر رسانون کے سرون پر گنگا جمنی خوانون مین گویا معشوقہ
مصری کی میٹھی میٹھی باتون کی نکتیان سامعہ کی دوکانون مین چوکی چڑاؤ لوٹا جیسے نقش مراد کرسی نشین
وعقدہ تمنا یا سلک تقریر الکن حضرت کلیم بہ دامن طور سینا یاقوت کے سہ گچی دان وکستوری مین مشک
مشک سوہاگچی اور مینا گویا دل ہر چون شب مین بوے وصال نہان شیرینی کو کئی سو سینیون مین دینا
سرخ کی تھیلیان نور ایجاد سینہ پر ارمان مین حاصل نقد مراد پردہ چشم شرم کی لنگی حجاب وصل کی
اٹھانے والی علاوہ اسکے اور بہت سے خوان عطر تیل اور سامان کے نہایت دھوم دھام تزک
و احتشام سے ساری آرایش بصد زینت و زیبائی نوشاہ کے گھر آئی ساچق کے دن گن گن کے

سب کی آنکھون مین اقتضاے لیاقت مرتبہ پایا حسب حیثیت خطاب ملے رہنے کو شیش محل رشک پری
غیرت حباب چشمۂ آفتاب ملے تیسرے ثمر نارسیدہ غنچۂ ناشگفتہ نگارارم روے وصال نہ دیدہ کو کئی کرور کا
سامان دعوت تواضع فرما کے پیغام کہلا بھیجا کہ واری صورت تمھاری ایکبارگی دیکھ کے جسمین فراق
دل مشتاق رہے دیدۂ دل دید کا مشتاق رہے کہ رویت ہلال کا ہر ماہ عالم مشتاق ہی باوجود حسن و ضیاء
آفتاب کو ایک نظر دیکھنا شاق ہی جبتک آپ باغ بے نظیر مین رونق افروز ہین شادی کے چند روز ہین
پھر انشاء اللہ بخوبی رونمائی ہی تا عمر یکجائی ہی یہ حکم پا کے نگارارم و بہارارم دونون نازنین باغ بے نظیر مین
آرہین دوسرے بوستان بدر منیر مین شادی سے ایک ماہ پیشتر بادشاہ بیگم بانگار عالم و بہار عالم آکر جلوہ
فرما ہوئین جانبین سے شادی کی تیاریان ہوئین اگر اُس جشن کا تزک و احتشام باغ کا انتظام
خامہ خامی سے زبان پر لائے فوراً قلم ہو جاے انوار قدرت الٰہی کی روشنائی پھیلے ظلمت مداد صفحۂ کتاب سے
دھو جاے تیرگی مذمت کفر و جہل کی کونین مین روسیاہی ہو جاے نام قوت نامیہ تختہ قرطاس
تختہ چمن حدود تقریر حد گلشن حیطۂ تحریر احاطۂ گلزار گلزمین زمین اشعار خاک خط غبار کیا یان قطعہ بند حسان عجم
روش روش قلم خط گلزار گل و بوٹے کی بہار خط سنبل سنبل کی کاکل خط ریحان کی راستی سے سرو صنوبر
سر خط آزادی مانگین الفاظ کی نشست و برخاست دیکھ کے سُن ہون یا برخاستہ خاطر ہو کر اپنی جڑ کی اُدھیڑ بن مین
افشردہ ناخن ہون مرسل الریاح سے ہر باد پاے نگین شاہد معانی اوصاف جوانان چمن کو سلسلۂ گفتگو مین
پابند کر کے ٹانگین تسلسل آبشار کلام آبدار درخت شجرۂ نسل باغبان پھل ثمرہ مدح خوان خلاصہ یہ کہ جسکی تحریر
تعریف کے وقت اگر گل مضمون شاخ سطر سے پر پھولے بلبلون کا ہجوم ہو حریر قلم صفیر بلبل مغموم ہو پنجہ کاتب
شکل طاؤس ہرا ہو کر داغ حسرت کو صورت ید بیضا سوے گردش حروف پر سر دست مست ہو کر
رقص کا مزہ دیوے خشت الماس کی چار دیواری مشک و زعفران کے گارے کی جوڑائی ساری
پری کی صورت پیاری پیاری سنمار و آذر سنگ تراش جسے دیکھ کے بت ہو جائین آنکھین پتھرائین
تمامی درخت تمامی سے مندمے روشون پر دو رویہ جھاڑ قد آدم ایک ڈال کھڑے گیلاس سرخ سبز چار سمت
جڑے دل پر اب عشاق کی طرح تیل پانی مین سراسر جلتے تھے راے روشن ابد پرواز کے پر جلتے تھے

آپ خواصی مین بیٹھا صل علی کیا جوبن تھے شب فکر بلند مین ذہن مبین کے سامنے دو مضمون روشن تھے
عجب کرّوفر سے شہر سنسان بیکس مین آئے جیسے خیال عیش دل مفلس پر ہوس مین آئے دیکھا سر بازار
چند شتر سوار شکل افکار ابلہ بیہودہ دو رومی دکھاتے ہین باوجود مشاہدہ ہر شخص سے پرسان کہ سچ کہو
آتے ہین ادھر شہزادے کی فوج بسنتی پوش بیشمار اُدھر آگے آگے سوارون کی قطار سفید پوش مثل تخیلۂ
صوفیان ابرار دیہوش پیچھے ہاتھیون پر عملہ سرکار قلب لشکر مین تخت روان پر شاہ شگفتہ دل والا تبار گویا
تماشائے زعفران زار سے بشاشت کے ہراول مین امواج تبسم شکربار قریب پہونچتے دونون دل کے
پیدل و سوار مریض دیدار ایک دل ہو گئے نسخہ مفرح مین گونہ انفراح خاطر کو ورق نقرہ و طلا حل ہو گئے
جسدم دونون غول صورت ہوش و حواس ٹھہرے پیادہ و سوار ایک پاس ٹھہرے نگار عالم مضطر
والد پر تمنا کو دیکھ کر ہاتھی پر تڑپا ابر غم مین اضطرار کا کاندھا شب ہجر عاشقان مین وصل کا ستارہ چمکا
فیلبان نے ہاتھی بٹھایا جلودار نے زینہ لگایا ادھر شاہزادہ اُدھر ظل سبحانی دل دادہ پیادہ ہوے
دونون آرزومند خمیدہ قامت تمنا سے زیادہ ہوے بادشاہ نے لخت جگر جانکاہ کو مثل شادی عید و زخم
شہید سینہ سے لگایا آنکھین ڈبڈبا فرمایا مؤلف ؎ پھیر دیکھونگا پلٹ کر تجھے مین سرگردان ٭ بخت برگشتہ سے
اپنے تو یہ امید نہ تھی ٭ شہزادہ نگار عالم کی روتے روتے ہچکیان لگ گئین بادشاہ از خود فراموش نے
ہچکیون پر اشرفیان یاد فرمائین لآلی سرشک پر موتیون کی لڑیان لٹائین خفتہ بختون کی قسمتین جاگ گئین
خرم و خندان مع جملہ مصاحبان مصاحب منزل مین تشریف لائے طوائفون کے طائفے آئے مبارک
سلامت کی دھوم ہوئی طالب دید بادشاہ بیگم مغموم ہوئی یعنی شہزادہ کو والدہ ماجدہ نے محل مین
طلب فرمایا یہ قرۃ العین عین ایوان مین صورت بینائی تاب و توانائی آیا محلدار مغلانیان گرداگرد ہوئین
صدقہ سیلا نکالا کسی نے بائین ہاتھ سے خیرات چھوا تیل مین ماشون کو ڈالا ملکۂ عالم نے
آنکھ کے تل کا تیل اور دردانۂ سرشک و مرغ جان وار انگار عالم نے ورم داغ مہاجرت کی نذر دکھا
جبین ارادت زہرہ صورت کو قدمون پر اُتارا بعد اسکے بہوون محبوب جان پریزاد پرستان کی طلبی
ہوئی تو اب ناظر لینے آیا ناہید پریزاد دریوین کی رانی زہرہ جبین حور نژاد دونون دیکھی بھالیون نے

وزیر روح مقامی سیر خرابی شہر کو چل کھڑا ہوا اس عرصہ مین مہر مطلع نے بستر مشفق کو بھیجا کہ جناب
قطب الاقطاب فقیہ بے بدل مدلل الجواب بہ قدیم قریب و از عدیم بعید مولانا شاہ عبدالرشید صاحب
قدس سرہ جنکے اوصاف بالکل فسانہ مین صاف صاف مرقوم ہین سب کو معلوم ہین سیہ خیمہ خواب شاہ
غمگین و بیتاب یہ تشریف لائے شیرین زبانان کلمات تسکین فرمائے غمگین اور ایاں خردہ بین حسرت خاطر حزین
مین مسند نشین فرمائے ارشاد ہوا کہ خانہ خراب شدہ آباد ہوا اب شاد ہو اسپر کاربند ہو جو کچھ ارشاد ہو شادی کا
سامان کر عنقریب وہ کارروان ہے نامرادی کا گھر ویران کر نصیب وہ ارمان ہے یہ مژدہ سنکے شاہ بلند بخت
بیدار ہوئے فکر تشفی دل اسیر اربین در پے افکار ہوئے بخیال خوردہ گیری بد اعتقادان روزگار چند
سانڈنی سوار خبر رسانی کو پوشیدہ بھیجدیے بشکل شتر کینہ بدلمینتان پنہان مقرر کیے تھوڑے ہر کارے
ہوائے مژدہ بوے مراد مین بطیب خاطر ملک کے سرے شہر کے تاکے پر معین فرمائے اگر چوبدار قرب جوار مین
مانند فکر خاجی دوڑائے اس بابین مین ہمارے عالم وزیر زادہ بچین فرس نسیم پر بشکل شمیم آدھمکا غم کے
آسمان پر کوکب طرب چمکا شہر پناہ کے نگہبان خیبر نے مانند چشم در وا آشنا آکر یہ خبر پر آشوب بولی کہ
شہر پناہ مین ہمارے سنگین کے اندر فوج غنیم مثل چشم لئیم آگئی قلب حصار مین ہیبت سی سما گئی یہ سنکے بادشاہ چشم
براہ کو یقین آیا کہ آپنا نور بخش دیدۂ حزین آیا بیتابانہ زمین پر گر کر سجدۂ شکر ادا کیا وزیر اعظم پر دیدۂ پر نم
وا کیا وہ بادشاہ کی آنکھ پاتے مثل اشک بشاشت خرم و خندان نکلا اپنے نور عین ہمارے عالم کو پہچان
بیچین ہوا گلے سے لپٹا رونے لگا لب پر گذشتیون و شین ہوا وہ نزدیک کھا صورت سر شک یانون پر
گرا عجب عالم جانبین ہوا ہمارے عالم نے اپنی سرگذشت فرقت برقت عرض کی تشریف آوری نگار عالم کی
ساری کیفیت عرض کی بعد درخورد حساب وزیر اعظم بیتاب مع پسر خود نگار عالم کے استقبال کو
چلا سیماب باجگر پارۂ حسن کے وصال کو چلا نگار عالم مضطر دور سے وزیر اعظم کو دیکھکر فیل فلک شکوہ سے
کود اکالی گھٹا سے برق و دامن شب تار سے تار اتوٹا وزیر دلگیر نے دوڑ کے گلے سے لپٹا لیا
داغ جگر پر پھاہا لگا لیا نگار عالم وزیر اعظم کا ہاتھ پکڑ ہاتھی پر چڑھ گیا حوضہ مین بیٹھنے کا امر کیا
ندیم فہیم نے خلاف داب سمجھ برابر بیٹھنے سے انکار کیا آور گرمجوشی جتا دونون نور بصر کو پیش نظر بٹھا

خدا خدا نباشد ٭ لیکن ز خدا جدا نباشند ٭ مولوی معنوی ؎ اولیا را ہست قدرت از الٰہ ٭ تیر جستہ باز
گرداند ز راہ ٭ لات کھاتے وہ بت نازنین صندوق سنگین سے چھینک کے اُٹھ بیٹھی حبس بیجا پر تیوری چڑھا
غصہ اُتارنے لگی اپنی انا آتوؤن کو خفگی سے پکارنے لگی شہزادی نگار ارم دوڑ کے گلے سے لپٹ گئی وہ متعجب ہو بولی
ائین آپ ابھی تک یہین ہین نگار ارم نے کہا آپ کو کچھ خبر ہے دیکھیے تو کسکا گھر ہے اُسنے نئی نئی صورتین
جو غور کین خلل دماغ ہو گیا ہذیان بکنے لگی ایک ایک کا منھ تکنے لگی شاہ صاحب نے اصلاح
دماغ کا علاج کیا شربت دیدار نگار عالم پلا کے صحیح المزاج کیا تب وزیرزادی و شہزادی نے ناہید سے
مکرر ملکے رو رو ساری کارگزاری کا احوال کہا شہزادہ نگار عالم کے ہاتھ آنے کا مآل کہا نگار عالم بھی
اُس بزرگ کی آنکھ بچا ناہید کے پاس صورت حواس آیا مثل حمائل گل گلے سے لگایا اب آپس مین
پیار ہونے لگے گوہر سرشک چار سمت سے نثار ہونے لگے تین دن تک پانچون کا جلسہ شکل
حواس خمسہ مجتمع رہا تمنائے وصال کا ایک ایک خراب حال نے صدمہ سہا چوتھے دن اُس مسن سے سب کے سب
رخصت طلب بچشم تر ہوے وعدۂ تشریف آوری وطن کا شاہ صاحب سے لیکر آمادۂ سفر ہوے
بہار عالم وزیرزادے نے اپنے ملک سے لشکر مع سامان کر و فر منگایا شب افروز یعنی بہار ارم وزیرزادی دلسوز نے
کچھ اپنی دار السلطنت سے ساز سفر منگایا بصد شوکت و شان سمت اقلیم ہندوستان کوچ ہوا اشتیاق
وطن مین شہزادۂ حامل المحن کا احوال پوچ ہوا جسدم سرحد ملک مین پہونچا ایک میدان پر فضا مین
خیام ذی الاحترام کا قیام ہوا وزیرزادے کو ایک منزل پیشتر جانے کا حکم عام ہوا اب ادھر کا احوال سنیے
جس دن سے شہزادۂ حسن اساس کو فرناس لے اُڑا تھا جناب ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی کیوان علم برجیس شیم
شاہ ثریا جاہ کوکب ہند کو مرتبۂ یاس ہوا تھا گریہ و زاری کا عالم بیقراری کا دیکھ کر ہر کار باری و بازاری
شکل پنجۂ مژگان دست بدعا تھا نور چشم کے غم مین نور بصر تار نظر مبارک مثل وہم کمر برائے نام دیکھنے کو رہ گیا
مہر سکوت دہن صرف کہنے کو رہ گیا ایک شب کثرت اندوہ سے خاطر شریف مین خیال آیا کہ صورت
یاس قلب لشکر مین جا کر ملک مختار الملک کو سپرد کیجیے خود مثل آرزوے خاطر نشین گوشۂ انزوا لیجیے
یہی تصور تھا کہ دفعۃً شبرنگ نوم پر ہوش سر اُس بیدار مغز کا گھبرا کر نکل کھڑا ہوا نفس سیرانی

اپنے تخت پر بٹھالے اُڑا باقی ساتھی برابر بری فوج شاہ جن پیچھے سے آتے رہے شام تک سر ٹکراتے رہے
اِنکو بعد مدت پھر اُس غوث زمان کی زیارت نصیب ہوئی کحل الاقدام سے دیدۂ بخت کو روشنی بصارت
نصیب ہوئی شاہ صاحب نے شہزادۂ نگار عالم کی پیٹھ ٹھونک کے ارشاد فرمایا کہ مبارک تیری تو آرزو پوری ہوئی
بامراد حاصل حضوری ہوئی اب والدین ناشاد کا دل ویران آباد کر اپنے کشتۂ شوق دیدار یعنی ناہید شہید کو یاد کر
یہ سُنکے نگار عالم کے سینہ پر برچھی سی پڑی جان لب پر آئی آنسو ڈبڈبا دست بستہ ہو عرض کیا کہ فرض کیا
والدین میری دید سے صبر یا بندہ ہونگے مردے کیونکر زندہ ہونگے اُس فقیہ نے فرمایا صاحبزادے
قادر قدیر میں سب قدرت ہے یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ اُسکا فرمان
واجب الایقان پر صداقت ہے جبل المسیح نام ایک کوہ یہاں سے چند کروہ پر ہے وہاں ایک مجذوب
حضرت شمس تبریز کا دیکھنے والا صاحب نظر آفتاب محشر ہے انشاء اللہ الملک العلام یہ کام اُسکے
قدموں کی برکت سے انصرام پائیگا تو فائز المرام گھر جائیگا یہ فرما شاہ جن کو اشارہ فرمایا تابوت
نعش ناہید کا اٹھوا منگایا اُدھر مجذوب موصوف کے آئینۂ مصقل پر قطب الاقطاب کا ارادہ منعکس ہوا
فوراً حاضر ہو کر نور فیض گنجور غوث شمس الدہور کا مقتبس ہوا قریب نصف شب بحضور شاہ صاحب
سب کے سب حلقہ باندھے بیٹھے تھے کہ دفعۃً ایک ستارہ ملون نہایت روشن ٹوٹا صورت روز روشنی
پھیل گئی تیرگی لیل گئی دامان حواس سر بگریبانوں کے ہاتھ سے چھوٹا نگار عالم مستقل مزاج نے آنکو پھیلائے
نگاہ جو کی دیکھا اُس شمس الضحا کے مقابل ایک بدر کامل دست بستادب سے سر جھکائے کھڑا ہے دیدۂ
حق بین کو جنبش نہیں گویا پائے نگہ بین رعب کا لنگر پڑا ہے ہیبت کی صورت رعب دار اسد اللہ الغالب کا
یادگار سات ہاتھ کا قد بصد شد و مد جسم کندن رنگ زعفرانی تہمد سر کے بال کمر میم سر سے بڑھے ناخن ناخن
خرد سے بڑھے دیر کے بعد قطب الاقطاب نے سر منکسر زیر نگر کو اوپر اُٹھا اس بالا بلند کو ملاحظہ فرمایا سلام
کے بعد معانقہ فرمایا پھر تابوت کی سمت اُنگلی اُٹھا ارشاد کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کام فرمایئے
اور علماء امتی حدیث قدسی کا استفادۂ عام فرمایئے یہ سنکے وہ غرق مہر شمس تبریز مانند ندائے رستخیز اُٹھکے
گرم خیز ہوا تابوت تھکرا کے قم باذن اللہ سے ساغر آب حیات لبریز ہوا سبحان اللہ لا اعلم مردان

صاحب لیا دیا کسنے ٭ اِدھر تو یہ راز و نیاز مین مصروف ہوئے اُدھر پریزاد نے نکلکر اپنی فوج کو حکم تاراج دیدیا
لٹیرون نے لوٹنا شروع کیا کارہاے کارزار موقوف ہوے سینہ کے گنجینہ پر رسالہ سعال ٹوٹا حافظے کا
کتب خانہ سفاکان علم و ادراک نے لوٹا نوم خواص کو بیدار بخش نبی جان نے ہمخوابہ بنایا کنار خواب گاہ مین
سُلایا نقرس کو عرق النسا کا جوڑ اُجڑا شامہ پری کو بطلان شم پریزاد فنس مین بٹھالے اُڑا پرطاس نے
لپک کے اُن چارون شعلہ عذارون کو بُلایا وہ جو چھتیس ۳۶ کوٹ و بہتر ۷۲ ناری انسان کے مشہور ہین
اُسکی جگہ بلیناس نے اُتنے کوٹھے تعمیر کیے تھے روح حیوانی سے تخمیر کیے تھے اُسکے اندر لایا عجیب و غریب
عجائبات دکھائے ستر کوٹھے جی گئے اور آئے اُسکے بعد وہ لعل بارہ دری کے تہ خانہ مین جو مثل
سویداے دل کہ مقام روح مضمحل ہی ایک خانہ مدور سنگ موسیٰ سے ترکیب دیا تھا بجاے روح ایک طرفہ
طلسم بنا کیا تھا در آیا نگار عالم کو وہان کا طلسمات دکھایا دیکھا ایک پری وش سر سے پانؤن تک
دوشالہ لپیٹے مثل بخت مفلس سوتی ہی مانند تنفس خفتہ دور سے سانس محسوس ہوتی ہی اُسنے چاہا
سر سے دوشالہ سرکائیے فتنۂ خفتہ کو جگائیے پریزاد نے ہاتھ پکڑ کے کہا کیا غضب کرتے ہو حرف زیست
زیر و زبر بے سبب کرتے ہو سارا مدار طلسم اسی جسم پر سمو کا ہی ہوا کو اسی دوشالہ پر روکا ہی یہ کہکے تخت
سنگا چارون کو سوار کیا سب مدہوشون کو ہوشیار کیا اور آپ قریب جا اُس طلسم کے مُنھ سے دوشالہ
اُٹھا لیا شور نے سر پر عالم بالا اُٹھا لیا عجب آفت آگئی نتھنون سے ایسی ہوا چھوٹی گویا کرۂ باد مین
سوراخ ہو گیا دیکھتے دیکھتے برباد و خانہ خراب وہ جگر گوشہ سنگ لاخ ہو گیا ساتون طبق شق ہو کے ہلنے لگے
شش جہت کے حواس خمسہ بارہ باٹ ہو کر تین تیرہ ہو کے دہلنے لگے یہان تو یہ تہلکہ تھا وہان وہ
صاحب کشف یعنی شاہ صاحب کہ بتوجہ ظاہری و باطنی مصروف تھے پریزادون کے پرے تیار
اُنکی فتح پر موقوف تھے جیسے یہ کارخانہ برہم ہوا معاً شاہ جن کو حکم قضا شیم ہوا فوراً اشارہ پاتے صدہا پریزاد
سایۂ اقبال سان سرون پر آچھا گئے نگار عالم کے گروہ کو بزور نقش سلیمانی سارے عجائبات
طلسمانی پہلے ہی سے پیش نظر تھے اِس غول پرستانی مین شاہ جن کو پہچانتے شہزادے و وزیرزادے کے
جی مین جی آگئے انجان گھبرا گئے وہ اِنکے تخت کے برابر آتے دونون عاشق و معشوق کو اُٹھا

سامنے سے ٹل گئی پر طاس اسیر یاس کے دل پر کہ ابھی تک کچھ اور ہی سمجھا تھا تیغ ستم چل گئی ادھر نگار عالم مضطر نے
جو یار کو اکیلا پایا منھ کو کلیجہ آگیا جی کلبلایا دل سے کہا بعد مدت بخت بیدار نے یہ دن دکھایا ہے قسمت کی
پامردی سے یہ وقت ہاتھ آیا ہے ؎ چو خانہ خالی و معشوق مست ناز بود ٭ توان گریست بران
کس کہ پاکباز بود ٭ لیکن حسرت اکرام علیخان ؎ دلا تو اتنی نہ کر شتابی کہ وصل مین پھر پڑے خرابی ٭ ہے بعد
مدت بنا یہ نقشہ بگڑ بگڑ کر بگڑ بگڑ کر ٭ بے اختیار ایکبار دوڑ کر قدمون پر گر پڑا اور کہا ؎ جھکوا دیا سر ضعف نے
قاتل کے قدم پر ٭ تلوار اگر اسکی اگل جاے تو اچھا ٭ اسکا دل تو اس سے بڑھ کر چور تھا
پر کیا کرے شرم کا لحاظ ضرور تھا ایک نزاکت کے ساتھ سر پر ہاتھ رکھکر سرکا دیا غمزہ جتا منھ پھیر لیا
نگار عالم کے دل مین ولولۂ شوق بڑھا گلے مین باہین ڈال پیار سے یہ شعر پڑھا اشرف علی اعجاز ؎
بل کھانا قد راست پر جانی نہین زیبا ٭ اس مصرعۂ برجستہ مین اچھا نہین سکتا ٭ اس سیدھی سادھی نے
تیکھی چتون سے دیکھکے کہا قلق ؎ جائیے جائیے خدا حافظ ٭ اب نہ ترسائیے خدا حافظ ٭ خوبی گری
دل جلون پر ند جتائے جی کی لگی جو آپ کا دل سوز ہو اس سے جا کے بجھائیے یہ کہکے اشک آنکھون مین
بھر لائی سسکی بھر کر تیوری چڑھائی اور چاہا جی بھر کے ایسا رو لے کہ دامان چشم گریان موتی رو لے
اسمین نگار عالم آب تیغ چشم یار پر نگاہ کر کٹ گیا سارے نشے ہرن ہوئے دل صف مژگان سا الٹ گیا
جگر مضطر پر ہاتھ دھر کر لب قند مکرر کھولے ناسخ ؎ ہو گیا آب دم تیغ سے بسمل ٹھنڈھا ٭ کیون ہوا
اب تو کلیجہ ترا قاتل ٹھنڈھا ٭ یہ سنکے شہزادی نے مسکرا کر ہونٹھ دانت سے دبا لیا چھپی نگاہ سے
گھرک کے منھ اسکی طرف سے پھیر چھپا لیا نگار عالم نے نفس سرد پیہم بھر کے کہا آتش ؎ کھینچکر
تلوار قاتل نے کیا مجکو نہ قتل ٭ شکر ہے گردن تک آتے آتے احسان رہ گیا ٭ یہ سنا ہاتھ
مثل ہار گردن مین حمائل کر یہ لب پر لایا ناسخ ؎ بے گنتی بوسے لینگے رخ دلپسند کے ٭ عاشق
ترے پڑھے نہین علم حساب کو ٭ یہ چلن پرکھ کر اس نوخیز نے چال کی ہاتھ جھٹک اٹھ کھڑی ہوئی
نگار عالم کے دل پر یہ ادا ایسی بیٹھ گئی کہ پاے تحمل اکھڑ گئے دم گھٹنے لگا زنجیر یاس دست ہوس کو
ہتکڑی ہوئی منھ سکھا کہنے لگا رند ؎ تہمت بوسہ رکھ کے اٹھے ہو ٭ کس نے

جواب نہ دینے پایا تھا کہ بہار ارم نادانی سے بول اُٹھی اجی ہمسے پوچھیے یہ کیا جانین ہمجمیر زر
اِنکا کیا اِنھین مُنھ اُجالا ہی + بندی نے ڈھونڈھ کر نکالا ہی + سڑی سودائی دل کی خاطر ہی + در پہ
ناخواندہ تیرے حاضر ہی + ابتو سنبھلو ذرا خدا کے لیے + آپ کو لو ذرا خدا کے لیے + سب پہ
ظاہر ہی ہان کہ مرتی ہو + جان و دل سے پیار کرتی ہو + اسکا دل مضمحل تو حسرت سے بھرا ہی تھا یہ سُنتے
سنتے غش کر گئی بہار ارم سمجھی گذر گئی مضطرب ہو رو رو کہنے لگی منہ سے ہی ہی باجی مین صدقے کچھ بولو + لو وہ
آئے ہین اہو مُنھ کھولو + یہان باجی ہون تو بولین مُنھ کھولین پریزاد نے ہاتھ بڑھا کے نبض
جو دیکھی سکتے کی کیفیت پائی دست و پا پھول گئے سر دست اور کوئی رایے راست نہ آئی دوڑ کے شہزادہ
دل افگار جگر خارخار کو بُلا لائی مثل این گل دیگر شگفت اسکو بھی بیکلی مین لا پھنسایا ایک تو دلپر ہجوم اشتیاق
دوسرے وہ بے ہوشی کی بھولی بھولی صورت باعث از خود فراموشی عشاق دیدۂ دل آغوش حسن
متصل سے مقابل ہوتے طاقت سے طاق ہوا اسکو بھی غش آیا سب کو شاق ہوا بہار عالم نے
لوح شب کو جیب سے نکال کے بعجلت کمال اُس کاہیدۂ ہلال کے دلپر لٹکایا اس لٹکے سے کچھ فائدہ
نہ ثابت ہوا دو پیکر سے ایک قمر طلعت کو ہوش نہ آیا وزیرزادی نیک اختر نے کہا ان زہرہ جبینون کو
یون ہوش نہ آئیگا دیکھیے ایک نوٹنکا مین کرتی ہون یقینی تیر بہدف ہو جائیگا یہ کہکے اُس مشتری
وصال نے دونون قران السعدین بیدار اختر ناہید جمال کے سینہ سے پسینہ کو کہ سوتے کی صورت
جاری تھا وہ سوتا چشمک زن بیداری تھا پوچھ کے اسکا اُسکو اُسکا اسکو سُنگھا دیا سُبحان اللہ
بو پہونچتے دونون ندیدون کی آنکھین کھل گئین عین عنایات بصیر کونات نے کرشمۂ قدرت دکھا دیا
نیچی نظرون سے دیکھا بھالی ہونے لگی ایسی ایک دوسرے کی دھج دل نے بھالی کہ پھر حالت
غشی حالی ہونے لگی مگر استقلال کی لے رہی چوری چوری مثل دزد حنا دست بردہوا کی کنکھیون سے
دیکھ دیکھ کے دیکھنے والون کو بھلا یا دے رہی اس دیدہ بازی پر وزیرزادی کی نگاہ پڑ گئی
شمشیر ابرو چمکا تیز ہو کہنے لگی کیون صاحب یہ کب تک اب زانوے نازنہ کر رکھو ہمسے زیادہ
نہ اڑو وہ کیا باتین ہوتی تھین ابھی کسکے لیے روتی تھین یہ سُنکے دونون ہمراہیون کو ساتھ لے

مُنھ کو کلیجہ آیا جی سنسنایا رک نہ سکی بے محابا دوڑ کر قدمون پر گر پڑی اُس مخوراری کو ہجوم بیقراری مین خبر نہوئی
اسکی سوزش دل پر اثر نہوئی جسوقت اشک رشک سیل سمندری کی تری اس خشک مغز کے پانون پر پہونچی
بھچک اُٹھی سر سرکا اسکا منھ دیکھا دھوکا ہوا کہ شاید خواب دیکھتی ہون گھبرا کے بولی اری ہیچمیرز
؎ تو کہان تو کہان مری غمخوار + ہاے کیون ہو گئی یہ حالت زار + اللہ ہمپر گذر گئی کیا کیا +
اُسپہ تمکو ہوا نہ دھیان ذرا + ہمتو ماضی ہوے باین بدحال + تمنے گہ خواب مین کیا نہ خیال +
گر یوہین طالب جدائی ہو + خواب مین ناحق آج آئی ہو + مین نہ بولونگی مین نہ بولون گی + منھ
چھپاتی ہون اب نہ کھولونگی + شکل کب دیکھنے کو دیتی ہون + ابھی ای لو چھپاے لیتی ہون + یہ کہکے
دُلائی کا آنچل مُنھ پر لائی کہ رخسار غیرت زعفران زار چھپالے ہاتھ سر سے اُٹھالے بہار ارم نے ہاتھ
پکڑ لیا اور کہا ؎ حسرت کی نگاہون سے عیان حال ہی میرا + گویا ہون خموشی مین تکلم سے زیادہ +
واری خواب نہین بیداری ہی کدھر سمجھ تمہاری ہی اُسنے ہاتھ دکھا کہا اچھا میرے چٹکی تو لو اُسنے
ایسا ہی کیا زور سے دبا کے گوشت تک نوچ لیا تب تو گویا اُسکی آنکھ کھل گئی برچھی سی تل گئی
گلے مین باہین ڈال رونے لگی گرد مفارقت دھونے لگی ؎ تا فلک آہ شرربار یہ فرقت کی گئی +
غل پڑا عالم بالا مین کہ پھونکا پھونکا + پریزاد کو جب یہ معاملہ نظر آیا نزدیک آ دونون کے سر چھڑا
موافق رسم زمانہ سمجھایا شہزادی نگار ارم نے منھ کھول کے پریزاد پر جو نگاہ کی مردانجان جان کے
متامل ہوئی بہار ارم سے پوچھا آپکی تعریف کیجیے مین نے نہین پہچانا پریزاد نے ہنسکے کہا
خیر ہمنے تو جانا آپ کیا کرین زمانہ کا قصور ہی اتنا جلد دل سے بھلا ڈالنا آپ لوگون کے نزدیک
کیا دور ہی یہ کہکے جیب سے وہ تصویر نکال سامنے ڈالدی اور کہا یہ یاد ہی یا اسکو بھی فراموش
کیا نگار ارم کو تمثال دیکھ کے خیال آیا آہ کھ کے اُٹھ کھڑی ہوئی باہم معانقہ بصد جوش و خروش
کیا صدر مین جگہ دے کر برابر بٹھا لیا دل کی لگی بوجھی مطلب کی سوجھی آنسو آنکھون مین
بھر لا کہا رند ؎ وعدے پہ تم نہ آئے تو کچھ ہم نہ مر گئے + کہنے کی بات رہگئی اور
دن گذر گئے + واہ واہ وا خوب آپنے راستہ دکھایا ہمنے تڑپ تڑپ کے سال گنوایا ہنوز وہ

سرسام کے ہمنام سے ہلیلہ سیاہ کا ترب جسمین اسفندیار و مردم گیاہ خریق و خرفہ نامے ترک سوار تھے
آلڑا خفقان و غثیان مالیخولیا و نسیان کے ہمسرون پر بادرنجبویہ و زہر مہرہ ختائی کے ہم اثرون نے
گولی برسائی قاتلان نور چشم پر مامیران چینی کے رسالے نے تیغ پر آشوب مانند کرشمۂ ابرو چمکائی
شامہ مالن کے عاشق خستہ تن پر زعفران لو مصطگی کی خوبو والون کی گھٹا چھائی ثقل سماعت کے
ہمسر پر ہمسا زبرگ آگ نے آتش برسائی قلاع و ذبحہ خناق و لہاۃ کے نامدارون پر ایلوہ و اسبغول کے
نامیون کا غول آیا دباؤ ڈالکر لشکر پرطاس پر حراس کو چند قدم پیچھے زول لایا نگار عالم جرار نے جب
یہ ڈول پایا ڈپٹ کر صرصر صبا دم پرستانی کو جو وقت دغا پریزاد نے دیا تھا مہمیز کیا فسان سرگردش
زدگان پر نیمچۂ ابرو پیکر تیز کیا صدہا صف کو بصورت چشم عاشق خونریز کیا گھوڑا کہ فلک ختلی خرام کا جوڑا
ابلق ایام کا بچوڑا تھا جو کرتا وہ تھوڑا تھا ایک جھپٹ مین بزن رپٹ لیے لام کے لام مثل حرف غلط
قلم زن کیے گوشہ ہاے پردۂ قاف مسکن زاغ و زغن کیے بلکہ دہن غراب مسکن قاف ہوا صفحۂ
دہر سے ایسا صاف ہوا کہ اگر نام قاف کو تلاش کیجیے تو سواے حلق کے کوے یا حلق زاغ کے
دوسری جگہ سراغ نہ پائے منھ پھیلا کے رہجاے ملخص کلام شہزادۂ نگار عالم رستم سیف صمصام سام کی حسام
شفاف سے مطلع مصاف صاف ہوا شہرت سواد دیدۂ انصاف کا دار الخلافہ عین سینہ و قاف ہوا لام
لشکر بلیناس سست اساس کا شمشیر ہمشیر شین سے بے نقطہ صاف مثل حرف کاف یہ دیکھے کر پرطاس
بالراس سجدۂ شکر بجا لایا بہار عالم و بہار ارم اور نگار عالم پر غم کو اس لال بارہ دری کی سمت جو
بصورت قلب قالب انسان طلسمانی مین بلیناس نے اپنے معشوق کی خاطر تعمیر کی تھی لا کے درجہ بدرجہ کے
عجائبات دکھا کے ایک کمرے مین بٹھایا اور خود مع بہار ارم وزیرزادے اسیر یاس اس غریق فرقت یعنی نگار ارم مبتلاے
کرتب کے پاس جسے بوجہ لباس مردانہ مرد سمجھا تھا آیا دیکھا تو قبلہ رو وہ بت آشفتہ خو دست بدعا رو روان
شعرون کو پڑھ رہا ہے مصرع مصرع پر جوش دل بڑھ رہا ہے رند ؎ دو گھڑی کے لیے آتا اگر اے رشک مسیح
چارون اور ترا کشتۂ ہجران جیتا ؎ گرد کلفت مین دبا جاتا ہے میرا تن زار ؎ گاڑ دیگی مجھے
کیا گردش دوران جیتا ؎ اس بیان شور انگیز سے بہار ارم وزیرزادی سرشک ریز کا

نکتہ

عین

بصد تدبیرات کیا باقی پلٹن دائین بائین لگادین گھات سے جمادین اتنے مین سعال و فالج کے آڑے
ترچھے رسالے دماغ کے فرنگستان سے شہرستان صدر کی جانب رجوع ہوئے یہ ہجوم رشک نجوم
افسر فوج ہراول کو جو ثابت ہوا اُسنے اپنی پلٹن کے منصب دارون کو یلان خنجر گذارون کو پکارا باڑھ
دے دیکے تیز کیا للکارا صدہا ہلال صمصام مطلع نیام سے طلوع ہوے دھاوا کر کے ایک ایک پر چھچھ ٹوٹ
پڑے تہور شعاران دہر کے ہاتھ سے ہتھیار چھوٹ پڑے سعال رسالہ دار پر پیپلامول نے مع سیاوشان
واصل السوس یادگار سیالوشیان و اشکبوس وار کیا ضیق اُلشدار سے ہلیلہ زرد و زریر خراسانی بصد
جانفشانی ہتھیار کیا سل خون دل کک کوہ زاد عدوے رستم اہرمن نژاد پر گل خان ارمنی
وصمغ عربی نے کوس حربی بجایا فالج کے مقابلے مین بہمن و سورنجان کا رسالہ آیا سنبل ہندی و ریوند چینی سے
لقوہ کے ہمچہرہ نے مُنھ کی کھائی فلفل زنگی و وج ترکی نے رعشہ کی ترکی تمام کی بنیاد ہلائی نامداران
بید انجیر و دارچینی یادگار ہجر نے استرخا کو ڈھیلا کیا شقاقل و خولنجان ہم نبرد نریمان نے تشنج کو مروڑ دیا
حب النیل و حنظل کسیل نے تمدد سے کھینچ کے گولے برسائے زندگی تلخ کی قرطم و درونج نے مانند شیر
گونج کے اختلاج مختل المزاج کی روح بھڑکا دی خذراب خنجر ہم اثر زنجبیل و لیمو سے زخمی ہو کر سُن ہوا
ناخن شمشیر شجرۂ استقلال فوج فالج و سعال کی اُدھیڑ بن مین فشردہ ناخن ہوا کہ لشکر پریزاد کے
پانؤن اُکھڑ گئے رعب و خوف دلون مین گڑ گئے لیکن ع دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست
اگر اُدھر بقراط سقراط و جالینوس کی حکمت یاور و یار تھی تو اِدھر حکیم مطلق کی رحمت بیزوال شامل
حال و مددگار تھی ناگہان یہ صداے دھاوہ شپاشپ کی جو اُن غارتگران کاخ دماغ کے گوش زد
ہوئی سمت صدر بکنٹ ٹوٹ پڑی نگار عالم و پریزاد بلیناس کا کام تمام کر مع قافلۂ پریزادان رستم نژاد
اس جھرمٹ سے آبھڑی یہ دیکھکے جرنیل صندل جنگ کہ کمین گاہ مین وقت کا منتظر تھا چونسٹھ بزن کے
ساتھ آپڑا ایک ایک تمن پر ایک ایک بزن جا پڑا الحذر وہ شور محشر بپا ہوا کہ شر زمانہ چھوڑ کر ہوا ہوا صداع کے
تمن پر جسمین عصابہ و شقیقہ دوران و سدرا پریزاد شہسوار تھے صندل جن کا بزن جسمین کاسنی
و کشنیز کے ہمسر اُلشدار ہلیلہ و ہرہرہ منصب دار بھی چار سمت سے گھیر کے جھک پڑا صرع

جنون کی جگہ شاہزادہ مجنون اور خود مانند قضائے مبرم بعزم شبخون اُسی ترکیب سے کچھ کوشش تفنگ
کچھ کشش دم اس آدم عجیب سے دماغ کے برآمدے پر جہان وہ تیرہ اختر سوتا تھا مع جملہ ہواداران جان نثار
برسم یلغار صرصر وار ایک بار آپہونچا اب یہان کا ماجرا سنیے کہ پہلے غلولۂ بوتۂ ازار سے کیا کیا صدمہ
جان ربا پہونچا دیا دفعۃً حرارت غریزی سے آتش مخالفت منتشر ہوگئی ہوائے نامعتدل مقرر ہوگئی
پہونچتے نگار عالم مجنون کیش نے جنون کے خیر اندیش نے بلیناس حصن کے عقل کل کو بے تامل
خواب عدم مین سُلایا اور اُسکے شاگردان دراک کو سحبان علم و ادراک کو تلامذۂ پرطاس نے مالیخولیا
و نسیان غشی و غثیان کے ہم اساس نے دار البوار پہونچایا سامعہ کے نامدارونکو ثقل سماعت قلاع کے
تمن نے تمام کیا صداع و سرسام نے اپنا اپنا کام کیا تھوڑی فوج جنگی جنات کی کہ مدت سے بلیناس نے
بنام ادویہ نامزد کرکے ہتھیار جواہر دار و کے بجھے ہوؤن سے مسلح بصد جد و کد کرکے ایک ایک
تمن عارضی پر دو دو رسالے مقرر کر صدر کے بارہ پتھر مین مثل ہجوم افکار و کثرت حسرت مجتمع کر رکھی تھی
مانند مئے محبت تبرید و شربت بھر رکھی تھی یہ خبر سنگین سنکے سخت گھبرائے بعزم جنگ بیدرنگ
کمر باندھ کر برنگ ابر چار سمت سے گھر آئے جل جلالہ اُسمین کیا کیا روئین تن کیسا کیسا صف شکن تھا
یادگار بہمن دل افگار و تہمتن تھا اگر فرد فرد اُس صف جوان مرد کی صفت تحریر کرون ایک نسخہ دوسرا
تیار ہو جائے صفحۂ قرطاس شفائی خان و بوعلی سینا کا رسالہ نظر آئے جرنیل صندل جنگ بہادر ایسا
جن جسکا ماتحت ہلیلۂ کابلی سا رسالہ دار سپہ سالار جو ایک قدم چلے صدہا صُداع افسر کی صف کچلے بہمن
و سورنجان سے بانکے ترچھے اُلشدار اسفندیار کی آنکھین دیکھے ہوئے کاوائے آہنگر سے لوہا کیے ہوئے
فالج و لقوے کے مُنھ پر آنے والے سنان باز کبھی دیکھے نہ بھالے ہلیلۂ سیاہ سازنگی صوبہ دار جنگی صف
سرسام کے ہمنام کا کام تمام کرنے والا جسکا لڑنا باوجود سیہ روئی جگ اُجالا پلٹن پیپلا مول پامالی
سعال کا اصول اسبغول کے ہمعصرون کا رسالہ قلاع و خناق کے نامیون کا بول بند کرنے والا پہلے
جرنیل ممدوح نے پیپلا مول کی پلٹن کو صدر کے پھاٹک پر کہ بقول مشہور روگ کا گھر کہانسی رہگذر سعال
بدسگال تھا تعینات کیا بہمن و سورنجان کے رسالے کو کہ فالج کے معالج تھے کمک پر معین

کیا مصلحت رکھی ہی ترکیب جسمانی سے کیا مناسبت رکھی ہی اُسنے کہا الامان ای مہربان اگر نصیب دشمنان
یہ گرز گران ہلجائے ثور سماوسک ثرا کا دل ہلجائے اسمین بھی عجیب وغریب طلسمات ہی اسکا سررشتۂ کار
محرکہ ولامسہ نام جنات کے ہاتھ ہی اگر ذرا بھی آپ کے سنگ اُن تک پہونچ جائے ابھی یہ گولہ آہنی لوہے کے
پانی سے بھرا ہی لوہا برسائے دل بشکل بادل ہوا کے ہمراہ برباد ہو جائے دھول تک کوئی
خاک نہ پائے پر اب انشاء اللہ المستعان اسے کوئی آن مین راہ عدم دکھاتا ہون سرمۂ سیاہ
بناتا ہون یہ خفتہ بخت عروج ماہ صفر مین تا تنزل قمر برابر سوتا ہی کتب تنجیم سے ثابت ہوتا ہی کہ یہ
وہی ایام ہین سست سارے اہتمام ہین مصلحت وقت یہی ہی کہ بدفعات حملہ کیجیے افعی روزگار کو مار لیجیے
یہ سنا حکم کیا کہ وہ توپ چرمی جو ہوا کی کل سے چل نکلتی ہی صدائے مہیب سے چرخ دو دل کی گردون
مین جرأت گندھلتی ہی شست باندھ کے مقابل دہن اس روئین تن کے لگائین ہمراہ باد مخالف وہ
گولے جو صداع و آشوب چشم صرع سرسام خصم کی خاصیت رکھتے ہین سر کرین تا معرکۂ دماغ وہ سر کرین العظمۃ للہ
یہ وہ گولے ہین جنھون نے بقراط سقراط کو زیر زمین توپ دیا ساری حکمت پیٹ کی پیٹی مین رہی وہ
وہ داغ دیکے دل و گردہ افسردہ کیا اس باد مخالف نے اُس خیالی ڈھکوسلے مین آتے ہی وہ ہوا باندھی کہ
ساری بائی بچی ایک ہوا خواہ کی نہ جان بچی پہلے پہونچتے ہی صداع کی سرزنش سے چشم زدن مین آشوب کے
تمن نے وہ شیرانہ وار کیا کہ بلیناس کے دونون نور عین کو سرسام کے نگہبانان حصن و ناظران حصار کی
منظورین کو فی النار کیا چراغ صاحب خانہ بچھا کے عالم آنکھون مین دھوان دھار کیا صرع و سرسام
کے سائے نے صمصام غیرت تپ عام کو شرربار کیا پرطاس نے دوربین رشک جام جم سے یہ کرشمہ
مشاہدہ کر کے فتح اول کو ملاحظہ کر کے غلولہ ہاے باقی ماندہ بھی مثل بم پیہم اُتار دیے عوارض کے ہمسرون نے
جاتے ہی اپنے اپنے وار کیے اسکے بعد اشارہ کیا کہ چند سیل صورت باؤ گولہ ہوا کی باندھ لائین تا اُس
بادی فساد کے دھوئین اُڑائین یہ ہوا پا کے پریزادون نے وہ ہوائی گولے طیار کیے
پرطاس نے یہ چند ہوا خواہ اُنمین سوار کیے بجاے غشی و غثیان یرقہ و یرقان رفیقان نگار عالم
نیمجان و بمقام استسقا و خفقان مالیخولیا و نسیان تین چار شاگرد دراک یادگار حضرت لقمان اور

جامۂ ہستی کو مقراض ہی اس پیکر طلسم کی خاطر حاضر کرین باد مخالف کو آلۂ بادکش مین بھرین بمجرد ارشاد
چند پریزاد نے بخارات ارض کو کہ ایام بارش مین حدت آفتاب سے بلند ہوتے ہین انسان و حیوان کے
درپے گزند ہوتے ہین سموم سرما و گرما یعنی کھاسی سے مخلوط کر کے آلۂ چرمی ہمشکل چرم آہنگران مین
بھر لیا اور نزلہ و زکام کہ ام المرض ہی شجرۂ آزار کو نامیۂ ارض ہی اُسکی جگہ تیزاب شورہ کا حباب جیسے آب
صابون مین کلک سے اُٹھاتے ہین کئی ہزار تیار کیا اُنمین ہمنام عوارض پریزادون کو کر کے آلات
زہر آلود دھر کے مثل پری شیشہ نشین کیا علی قدر مراتب جاگزین کیا کسی مین بسر کردگی ہمنام
صداع سردار نامداران عصابہ و سدر و شقیقہ و دوار کے ثمن کو بٹھایا کسی مین بمنصب داری ہمعصر
فالج پیر لقوہ و رعشا تمدد و استرخا تشنج و اختلاج و خدر لاعلاج کے ہمنامون نے مقام پایا کسی مین
بافسری سرسام صرع و مواظبہ دق و نائبہ کی حرارت رکھنے والون نے گھر کیا سل سنگدل اور ضیق کے ہمدمون نے
سعال کی صوبہ داری مین سر دیا خناق و ذبحہ استرخاے لہاۃ امراض حلق و دہن کے ہمزبانون نے قلاع
نام جنکی قلعداری مین جگہ پائی ثقل سماعت کے گوشمال خوارون نے سامعہ کی گوشمالی پر ڈکان جمائی امراض
چشم کے ہمچشمون نے آشوب عفریت کی ماتحتی مین قیام پایا پرطاس سبکو دانون گھات سکھا برج کی سمت
آیا علی الصباح جو وقت غفلت قلعہ نشینون کا اسکو معلوم تھا اپنے لشکر کو نزدیک لایا موقع موقع سے
چند پریزادون کا پرا جمایا نگار عالم نے دیکھا ایک کوہ پیکر ہوا سے معلق زمین سے کئی سو گز بلند بہیئت
انسان نہایت تنومند برنگ ابر تیرہ و تار ہوا پر اٹکا عوج بن عوق کا یادگار ادھر مین لٹکا جسم پر آہنی توے کی
ورم ہوا رمانند ماہی ہمہ تن خار ایک ہاتھ مین گولۂ آہنی خارا شگاف دوسرے مین گرز گران جگر گوشہ
قاف دہن مانند قعر عدم جسدم تنفس سے کھل جاتا خدنگ ہیبت جگر دیدۂ مردم حیرت نگر مین
ترازو ہو کے تل جاتا دور سے اُسکا ہانپنا مثل ہانپنے بھینسے کے محسوس ہوتا ریل کا انجن
اُس شکل کو دیکھ کر پیچ و تاب کھاتا انجن ہو کے زمین مین گڑ جاتا دم محبوس ہوتا قبۂ آتشی شیشہ کا
آتش زردشت بباسر پر شعلہ زن تماشائی کی بینائی مین مجسم دوزخی وہ سوختہ تن یہ دیکھکے
نگار عالم کے ہوش چھوٹے پاے استقلال ٹوٹے بدحواس ہو پرطاس سے پوچھا اس گولہ و گرز مین

آئے وہ اُسکو ہلائے اور دل کہ مشہور صنم خانہ ہی اُسکی جگہ ہی ایک قفل گنبد یاقوت سنگ استقرار پایا ہی
وہی اُسکے مطلوب یعنی تیرے محبوب کا ٹھکانا ہی عرق النسا سی ہزار پرستار نے پابوسی مین افتخار
پایا ہی قوم غارت گر ہوش کہ خواص خاص لشکر ہی اُسکے سامان شب باشی کے واسطے مقرر ہی خوشبو
سازی کا اہتمام شامہ نام مالن کے سر ہی میدان صدر ہوا خواہان ہوادار اور چند ملازمان جان نثار کا
مقرر ہی ریہ کے مقام پر ایک کل کا پنکھا لگایا ہی مردم مثل تنفس ایک جذبہ و مدد کے سات اُس سے
ہوا آتی جاتی ہی مانند ریاح نفسیہ ہر ذی روح کو راحت پہونچاتی ہی وہی موجب زیست وہان کے
باشندون کا ٹھہرایا ہی اور معدہ کو کہ توشہ خانہ خاص ہی مطبخ عام قرار دیا ہی وظیفہ خوران گنبد طلسم کا
روزینہ دہن سے معین کیا ہی اور جو مانند جگر یا دچی خانہ خاص ہی اُسکا بالکل خاصہ کیہوں اور وہ کا
خواص ہی کہ پہلے خاصہ تیار ہو کے اُس نگار قلب نشین کے حضور مین آئے پھر وہی اُلش وہ مرہبکھا
حرام خوار کھائے بعد ازان درجہ بدرجہ سبھون کو پہونچ جائے مودی کا ماسکہ اور مہتمم کا جاذبہ نام
رکھا ہی کنّاس سے واقعہ اور طباخ سے ہاضمہ کا کام کھا ہی نگار عالم نے یا یوسانہ کہا پھر وہان تک
پہونچنے کی کیا صورت ہوگی تلافی انتقام سے کیونکر رفع کدورت ہوگی اس مدبر نے ہنسکے کہا آپ
گھبرائیے نہین ٹھٹھیر سے ٹھیر بدلائی ہی اس فاسق ناقدر کی میرے ہاتھ قضا آئی ہی یہ بھی خیال واہنگیر
حال ہی طبیعت کو اشتعال ہی کہ سوائے استعانت اس جادۂ ہوا کی جو ہر دم کہ آتی جاتی ہی کوئی
پہونچنے کی تدبیر قرین قیاس نہین اس سے قطع نظر کوئی سامان حرب اپنے پاس نہین یہ
کہکے اپنے تخت طلسمانی کے چار طاؤسون سے پایۂ تخت کے پابوسون سے کل مڑوڑ ایک کو چھوڑا
وہ بے پر کبوتر تڑتڑا کر اس طرح پر اُڑا کہ طائر تصور کا بازو توڑا بعد لحہ چھوٹا بڑا چار سو شاگرد
ٹوٹ پڑا اور ایک دم مین سارا سامان کارزار حاضر کر دیا سلاح حرب سے دشت
آہن بھر دیا پریزاد نے کہا یہ کدو کاوش بیکار ہی بلا تخالف مزاج ممزوج اس یادگار عجز کی
مرگ دشوار ہی یعنی جبتک اسکے خواص معینہ مین اختلاف نہ آئیگا کوئی اسپر چیرہ دستی نہ پائیگا
یہ فرما اپنی ذریات کو حکم کیا کہ پہلے اسباب خارجی مثل سردی آب و گرمی آفتاب کہ مبدء امراض ہی

عکس فگن ہی لمعان سورج کی کرن پر چشمک زن ہی نگار عالم نے گھبرا کے اُس راہ دان یعنی پرطاس
ہمعنان سے پوچھا کہ ای غمگسار بیکسان یہ کیا رات کا ہمین غلط گمان تھا دیکھیے تو صبح ہو گئی تیرگی شب
دھو گئی یہ سنکے وہ محقق ہنسا اس حلقہ بگوش کو بالہ بتا کہنے لگا بندہ پرور یہ وہ شام و سحر نہین جسے تم سمجھے
من کو ارقم سمجھے ہو بلکہ اس فجر کو صبح محشر سمجھو اس مہر شک بدر کو داغ جگر سمجھو نگار عالم نے کہا یہ کیا آپنے فرمایا
کمترین کی کچھ سمجھ مین نہ آیا پریزاد نے کہا مہربرور یہ وہی برج زبرجد ہین جو زافام ہی جسمین آپکا
وہ ماہ تمام ہی قلعہ بلیناس اسیکا نام ہی یہ سُنتے نگار عالم برق اوہم سے تڑپ کے گر پڑا ہمرکاب کا
جتھا پھر مُڑا اُس ابر ترحم نے آب دیدہ ہو دوڑ کے گلے سے لگایا ہمراہیون نے آنکھون سے مینھ
برسایا نگار عالم ہوش مین آیا پریزاد نے غم کو تھام کے بولا میرے علاج مزاج سے غافل نہ رہیے مفصل
ماجرا کہیے اُسنے کہا ای مہربان کیا بیان کرون یہ روئین وژ عجیب و غریب طلسم سے ایجاد پایا ہی
دوسرا ایسا دیکھنے سُننے مین نہین آیا طرفہ حکمت سے ترکیب دیا ہی کیا کہون جو کام کیا ہی یہ جو
آفتاب سا روشن قبہ نظر آتا ہی دو رویین فلک نما ہی اور وہ جو سیاہ پہاڑ سا دیکھتے ہو یہ برج روئین
بہیئت انسان آہنی تن از سر تا پا ہی باہر کی کیفیت تر دیک جانے سے کھل جائیگی اندر کی ماہیت
بگوش ہوش سننے سے حیرت آئیگی بلیناس جسے ایک عالم عقل کا پتلا کہتا ہی اس انسان طلسمانی کے بالاخانہ
دماغ مین بجاے عقل رہتا ہی اور دونون آنکھون مین کہ دو دو رہنین جڑی ہین بصورت باصرہ وہ اُسکے
نور چشمون کی نگہبانی مین آنکھین لڑی ہین کہ بہوشیاری تمام نگرانی کرین کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھین
اور دونون کان کے گوشون مین بمقام سامعہ دو جن و دو طبل طلسمانی رکھے ہین کہ خبر نیک و بد
جو گوش زد ہو باعانت صدا معًا اطلاع دین اور چند شاگرد دو اک بجاے علم و ادراک مقرر ہین
کہ مکتب حافظہ مین تختہ ذہن مستقیم پر قرعہ پھینکتے ہین دیدۂ دوربین سے سیر بعہ سیارہ مین آنکھین
سینکتے ہین اور بجاے پیک خیال چند ہرکارے طلسمانی اس خبر رسانی پر بہت چست و چالاک مقرر ہین
یہی دو رویین آتشی قصر تن کا تابدان ہی سیہ خانہ برج آہنی کا آفتاب تابان ہی اور دہن مین بموضع
زبان ایک جرس لٹکایا ہی ناطقہ کی جگہ ایک طلسم بے نظیر پُرتاثیر بنایا ہی کہ جو سلام و پیام کہین سے

ٹھوکرین کھاتا دشت و جبل کی خاک اُڑاتا یہان تک پہونچا ہون بیسر و سامان ہون سخت حیران شکل نی
نالان ہون یہ سنا وہ آئینہ حیرت نما مقابل کیا دو چار ہوتے چارون ششدر کو سکتا ہو گیا دل چشم
بسمل کی پتلی کا پتلا ہو گیا وزیرزادہ نے شہزادہ کا نقشہ مطابق کیا قلعی کھل گئی بولا حضور چشم بد دور یہ تو
عین ہمارے رشک حور کا حلیۂ پرنور معلوم ہوتا ہی عجب نقشہ ہی بہار ارم نے بھی دور سے دیکھا پہچان گئی
کہ یہ وہی تصویر ہی جو ناہید دلگیر کی ہمشیر نے دی تھی شہزادی نگار ارم نے رفع پریشانی کو لی تھی دل ہی دل شاد ہو گئی
قید غم سے آزاد ہو گئی سامنے آ اُس پیر فرتوت سے عرض کیا ان دونون سے ایک کو پہچان لیجیے
جسکی صورت ملے اُسے بندھوا کیجیے اُسنے تصویر دیکھ کے نگار عالم کے چہرۂ بے نظیر پر نظر کی دونون کی
صورت ایک تھی بیتابانہ اُٹھ کے گلے سے لگا لیا دیر تک پیار کر کے گود مین بٹھا لیا اور کہا الحمد للہ آج اپنے
قول کا نباہ ہو گیا داغ بدنامی و پست ہمتی دھو گیا بعد شکر گزاری و نشان دہی مقام گرفتاری
شہزادی نگار ارم مشغوف گریہ و زاری کی انکی خاکساری کی حقیقت ساری پوچھی بہار ارم نے
مصلحۃً گھٹا بڑھا جو کچھ بن پڑا اپنا قصہ بیان کیا اصل راز نہان مشروحاً نہ عیان کیا اُتنا دن چار پہر
رات اُن چار عنصر نیک صفات نے اُس بیابان سنسان مین بسر کی تارے گن گن سحر کی علی الصباح
چارون سیاح پانچوین پیر رہنما کے ہمراہ جانب قلعۂ بلیناس بصد بیم و یاس روانہ ہوے چار باد پا
پانچوین ہوا کے گھوڑے پر پا بجولانہ خدنگ مصائب کے نشانہ ہوے

جا پہونچنا چارون سیاحون کا شکل چار عنصر برج بلیناس کے اندر اور قلع قمع کرنا قلعگیون کو پرطاس پریزاد کی حکمت سے بجرأت تمامتر

جسدم ساحر سحر مانند جالینوس طلسم محیط مغرب مین سویا اور ظلمت زداے شام نے مثل اسکندر
فیلقوس مع ارسطوے دبیر سپہر و موکب کواکب آکر عمان صفحہ جہان سے طلسم روز کا نشان دھویا
یہ چارون مسافر برہنمونی رہبر منزل مقصد کی سرحد پر پہونچے خدنگ مراد کی زد پر پہونچے دیکھا سمت
مشرق دور سے جیسے خورشید سحر کے نور سے مطلع روشن ہوتا ہی کچھ آئینہ آفتاب سا

وضع پر مرتے تھے سارے پرزے تخت کے انھین کے پرون اُڑتے تھے نرم نرم پیچ دیکر زیر شجر اُتارا عرصہ نے
میدان مارا یہ دونون آداب بجالاکر نین پوش بچھا بیٹھ گئے وہ دونون مردانہ پوش گندم نما جو فروش
بھی آبیٹھ گئے مرد بزرگ نے بعد پرسش جوے رسم زمانہ انکا احوال مشفقانہ پوچھا اُنھون نے اپنی سرگذشت
عرض کرکے اسکا خاک اُڑانا پوچھا اُس حاتم ثانی نے اپنی کہانی شروع کی بولا صاحبزادہ مین خدا
واسطے خاک چھانتا ہون غیر کے لیے سرگردان پھرتا ہون اس احقر الناس کو انصاف اساس پرطاس
کہتے ہین شہر اندراسن مین جہان بنی جان رہتے ہین میرا مسکن ہے غیرت صد چمن بے شک ہزار گلشن ہے
ایکبار یہ دل افگار بیقرار بیت المقدس کی زیارت کو بروے ہوا اُڑا جاتا تھا طواف حرم دل کو نالۂ عنادل
یاد آتا تھا اتفاق سے حساس بلیناس کی طرف آنکلا ایکبارگی کان مین ایسی صدائے حزین آئی کہ بیتاب
ہوکر قصر کی چھت پر اُتر پڑا طرفہ سانحہ نظر پڑا کہ سارا گھر سورہا ہے مگر ایک شخص کم سن از فرقہ انسان و از قسم حسین بہ
آواز بلند رو رہا ہے یہ آواز دردناک دلخراش ہے جسکے سننے سے دل مضمحل پاش پاش ہے یہ دیکھکے
نہ ثابت رہسکا مضطربانہ فراز بام سے نیچے آیا وہ مجھے دیکھکے گھبرایا مین نے دلاسا دیکے گریہ وزاری کا
حال پوچھا بیقراری کا مآل پوچھا اُسنے آنکھین ڈبڈبا نہایت یاس سے کہا اے غمخوار بیکسان کیا
بیان کرون کیون جان بوجھکے تجھے حیران کرون مین دور افتادہ یار و دیار سے جدا دو سال سے
اس جنجال مین پھنسا ہون دو دلدار دلارام سے بچھڑکے یکجائی کا غلام بیدام ہوا ہون یہ کہکے اتنا
رویا کہ غش آگیا مجھے بھی عالم رقت چھاگیا ہوش مین لاتسکین دے سمجھایا کہ انشاء اللہ عنقریب وصال ہے
پتا بتا بھی لاکے بٹھادون دشمن جاہل کو نقش باطل کی صورت مٹادون ناحق پریشان حال ہے دلی
بات اکثر موثر ہوتی ہے مین نے بیتابی سے جو یہ کلمہ کہا اثر کرگیا بازو سے ایک پارۂ حریر کہ اُسپر اُسکے محبت کی
تصویر تھی نقش جب کی لکیر تھی کھول کے دی اور تاکید کی کہ ایک دوست کی یہ نشانی موجود ہے اسے جان کے
برابر سمجھنا اپنا تخت جگر میرا روح پرور سمجھنا اگرچہ یہ نقش محبت نقشۂ زیست جان ناتوان ہے
مگر بغیر اسکی جدائی کے یکجائی بیرون امکان ہے مین وہ مرقعہ خیالی لیکے بعد پریشان حالی
تشفی دیکے چل کھڑا ہوا صورت آہ ہمدرد بے اختیار نکل کھڑا ہوا سرگردان حیران و پریشان

بہار ارم پر اور نگار عالم نگار ارم پر مرنے لگے چارون جان سے گذرنے لگے اچھا فیصلہ ہوا القصہ چند مدت
یہ مبتلاے کربت اپنے اپنے حصص پر قابض رہے موافق بہری صدمے سہے بعد اسکے صلاح ٹھہری کہ
اُس اسیر زلف رسا محبوس بلا یعنی شہزادی نگار ارم مبتلا کو ڈھونڈھ کے نکالا چاہیے کبتک اس
اندھیر مین نباہیے آخر ایک شب چارون طلبگار مطلب حسب نشان دہی شاہ صاحب پہر رات
باقی رہے مثل اشک عشاق جانب دامن دشت چقماق بہے ہر روز گردش دور کے جو اُٹھاتے عوض غذا
چکر کھاتے اُس طرف جاتے جدھر عمارت کا پتا پاتے بسکہ مژدہ وصال پیر روشن ضمیر خوش خصال سے
سُن چکا تھا نگار عالم کے دل کو سہارا تھا کہ ایک روز ضرور ملینگے ایک دن قریب دوپہر یہ برشتہ جگر میدان
مین ایک درخت کے نیچے کھڑے تھے کہ دور سے ایک بگولا غبار کا نظر آیا چکر کھاتے کھاتے قریب شجر آیا غور کیا
تو غبار مین ایک تخت طاؤس رشک سریر کیقباد و کاؤس صورت کا غذ ہوائی اُسپر متمکن ایک مرد متوسط
سن برس ساٹھ ستر کی عمر اوسط دن بہیئت کذائی ڈاڑھی کھچڑی بالکل سفید بال نہین الف قامت
ہمہ تن دال نہین کم کم خم شیر اجم جرأت مین ہمسر رستم زال نہین اُس دشت پُر آسیب مین بے کھٹکے
کل دباتا ہوا کے زور سے صورت گرد باد پیچ و تاب کھاتا آتا ہی آہستہ آہستہ تھمتا جاتا ہی نگار عالم برق ادہم
تیغ دو دم چمکار ہوا روبا اُن تینون سے جدا ہو ہوشیار ہوا للکار کر سرگرم گفتار ہوا کہ خبردار آگے قدم
نہ رکھیے گا ورنہ آب شمشیر کا مزا چکھیے گا اُس بزرگ نے مسکرا کے فرمایا ہان ہان صاحبزادے ہوش
سنبھالو عقل کے ناخن لو اتنی کوئی وحشت رکھتا ہی ماجرا کیا ہی دستور ہی محبت والون کو وحشت بہت
ہوتی ہی اوندھی مت ہوتی ہی وزیرزادہ نے نگار عالم کا ہاتھ پکڑ کے کہا قبلۂ عالم آپ کی بھی عجیب
باتین ہوتی ہین یہی طغیانیان نام ڈبوتی ہین پہلے حضرت کی قطع مقطع برزخ شریف ملاحظہ فرمائیے
کیسی بزرگی برستی ہی یہ بھی کیا سمجھ کی پستی ہی کہ ہر کس و ناکس کو یکسان خیال مین لائے
اسکو سمجھا اُدھر مخاطب ہوا آداب بجا لا عرض پیرا ہوا کہ پیر و مرشد انکا مزاج خفقانی ہی معاف کیجیے جانے دیجیے
حضور کو اس نئی ہیئت مین دیکھکر ڈر گئے اپنے تحفظ کو آپ کے برابر گئے ادھر تشریف لائیے
ہمین سرفراز فرمائیے یہ سُنکے اُس مرد عاقل نے پر طاؤس طلسمانی کے کڑے پنجون کو کہ بازونکی

کہ یہ بدبخت اُس شہزادی غیرت حور کی وزیرزادی بہارارم مہجور ہمراہ ایک تصویر کے تعشق مین خراب و خستہ
دربدر بصد سرگردانی ہوئی اُسیکے ساتھ غرت سے ہاتھ دھو آبروے والا گھر کو کھو چاہ کے پیچھے خود کو
ڈبویہ بادلی ایک پاگل پردیوانی ہوئی یہ کہکے ہنس پڑی عاشق نوگرفتار کی جان ہونٹھون پر آئی
نگارعالم حال گیا بالتصریح پوچھنے لگا تب اُس شمعرو نے اپنا مفصل احوال رفتہ مآل از ماضی تا
حال باتی بات روشن کردیا چراغ داغ حسرت دل پر دھر دیا وہ بچرے کا شاہ ہونا شہزادے کا تصویر
پر عاشق بیک نگاہ ہونا پھر ناہید کی جان سپاری اُسکی ہمشیرہ کی غمخواری شاہ صاحب کی ملاقات تماشائے
عجائبات پھر پرستان مین شاہ جن کے ہمراہ آنا نگارعالم کا غائب ہوجانا اپنی بیتابی پریزادی کی اضطرابی
دوشخصون کا آنا شاہ ممدوح کے حضور مین مکرر بایا بیان کرکے کہا شاہنشاہ فرشتہ خصال نے
میرے حال پر تاسف کھا قمرالملک پرملال کے پاس کہ اُس بدر کامل کا معتقد کمال تھا لاولدی کے
غم مین کاہیدہ غیرت ہلال تھا مجھے بھیجدیا اُسنے متبنی کیا سارا ملک میری ملک مین دیا اسکے بعد
آسمان نے خاک اُڑائی اس ذرہ بیمقدار کے دلپر گرد کلفت جمائی ابھی تک تو قسمت ستاتی ہے دیکھیے
آگے کیا دکھاتی ہے نگارعالم وہ فقرہ شاہ صاحب کے پاس ہمراہ قرناس جانے اور آنے کا سنکے دل
مین سوچا کہ شاید یہ وہی حورروش مردانہ پوش ہے جسکو مین روتا دیکھکے اُڑا لایا تھا یہ تعشق کھایا تھا
حیف تا اینزم تو بیہوش ہے یہ خبر غوث الدہر کی زبانی تو پہلے ہی سن چکا ہے عبث بہکتا ہے پوچھا بھلا
بُرا تو نہ مانوگی اپنی گیان کے یار کو پہچانوگی وہ ایک ٹھنڈی سانس سینہ سرد گنجینہ یاس سے سرد کرکے
سرگرم تقریر ہوئی کہ ای دلسوز کیون جی جلاتا ہے اس سے کیا پاتا ہے وہ کہان اور اُسکا یار کہان
یہ کہکے بے اختیار رونے لگی بلک بلک کے جان کھونے لگی نگارعالم نے کہا غالب

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہو

یہ سنکے بہارارم کو تصویر کا دھیان آیا مرآت خیال مین خاکہ ملایا دونون کو یکسان پایا

یار در خانہ و من گرد جہان
می گردم بہ کہکر مچھ جھپٹ کے گلے سے لپٹ گئی خوب بھینچ بھینچ پیار کیا سلک سرشک کو نثار کیا

من در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال
کاے خدا کند فلک را چہ مجال

اب اور ہی معاملہ ہوا بہارعالم

تماشائی بیسر و پا انگشت نما ہوے دم گھٹنے لگا اُس مارکین پر در کی جالی باتون ارچھیٹون سے مین نے
جان جنجال مین پھنسائی تجے جامۂ زیب کی اُس گاڑھے دُکھ مین یاد آئی کف افسوس ملا جان بچائی صفحۂ خاطر
سے امید کو دھو ترشم کو دلپر بار غم کم رکھکر قبا سے تسلیم تن زیب کی جیب دی عالم نے اجازت قتل
مجھ ناشکیب کی طول مختصر خوبی اختر سے لشکر مین آپ کا گذر بجا سو ہی شور رشین ہوا اُنھنسکہ دلکو چین ہوا
خاصۂ وصل فیما بین ہوا کفن کھسوٹ تھان کے نرہے جو ادھی پر ایمان دین گزری بھر کپڑے پر باپ کا کفن
چھین لین زر خطیر پاکر پیش خود بے کلنک لاٹ ہوے یہان آب روان چشم گریان شبنم نمط جم گیا دل
مین بیٹھا بیٹھا درد ہونے لگا کسل سے فصل ہوا صرف امید و بیدار کی شربتی ہی سے دل تشنہ تھم گیا
بعد ازان وصل ہوا فصل کا غم گیا گردن کٹنے کے بہانے مین تیغ قضا کے ایسے ایسے کاٹ
ہوے یہ کہکے بے اختیار گلے مین باہین ڈال پیار کرنے لگے بلائین لیکر گوہر شب تاب نثار کرنے لگے
نگار عالم نے کہا دیکھو دیکھو ذرا کھڑے بیٹھے سے ڈرو آگے پیچھے کا خیال کرو وہ بولی یہ چونچلے تہ کر رکھو
الگ بیٹھو اُسنے کہا اس الگ کا الف مدد وہ گرا دو تو مزا ہو مین اُن بے حسون مین نہین
ہون کہ وقت بے وقت یہ حرکت کرون اُسنے پتے کی سُنکر مسکرا کے مُنھ پھیر لیا شرم نے گھیر لیا
اسمین بہار ارم وزیر زادہ سے کہ دور کونے مین بیٹھا للھوسا اسکا مُنھ تکتا تھا جان سسکتا تھا
آنکھ لڑ گئی زیادہ محجوب ہو سر جھکا دور جا بیٹھی چشمون پر پلکون کی چلمن گر گئی شہزادہ نگار عالم
سے پوچھا آپ کی تعریف کیجیے اسنے کہا آپ ہی کے دیکھنے والے ہین تغافل کسی نہ لیجیے جانی
وہی بیت کی نشانی ہے جسکی کہانی تمسے بیان کرتے تھے یاس زندگی سے پر مرتے تھے یہ کہکے پھر ساری سرگذشت
اپنی دوبارہ بیان کی از ابتدا تا انتہا حیران کی شب افروز نے کہا آپکے دکھڑے سے ہمارا غم نامہ بہت متناسب ہے
بلکہ اس نمک زیر سے وہ شور انگیز زیادہ ہوگا غالب ہے نگار عالم نے کہا فرمائیے اپنا بھی مرثیہ سنائیے
شب افروز نے اپنی کہانی دل دوز آغاز کی بولی ای دلنواز حکایت شکایت گردون دون
نوازی کیا عرض کرون طول مطلب ہے زبان تک لانا غضب ہے یہ خلاصہ مطلب ہے کہ شہر مصر کا
وہ جو شہریار سکندر بخت صاحب تاج و تخت مشہور ہے اُسکی دختر موسوم بہ گلدام نیک اختر

نصیحۃ سمجھا کے نشیب و فراز دکھلا کے پوچھا کہ اے شخص واللہ عالم تو کون ہے اور یہ آشفتہ خو کون ہے دیکھ
خلاف وضع حرکت نکر حد سے قدم باہر نہ دھر وہ میر اکہنا غمزۂ معشوقانہ سمجھا ناپائی پر آمادہ ہوا اور ہی
ارادہ ہوا اس حرکت لغو سے میرے بدن مین آگ لگ گئی شعلہ خصال فی الحال لپک کے ولایتی
اُس ٹیا پھوس کی گھسیٹ کے ایسی ماری کہ روح ناری اُس کج رو کی سیدھی جہنم کو سدھاری
یہ دیکھ کے خوف حاکم نے دل مین گھر کیا جلدی سے کمرے کا بند در کیا صبح کو بائی باد ہوائی
اُڑاتی ہوا باندھتی نسیم نمط آئی زنجیر در کھڑکائی اور سلسلہ تقریر کھولا کہ جلد کھولو مہمان پناہ کو
خبر ہوگئی گھر گھر یہ بات مشتہر ہوگئی چھوڑ دو ورنہ پکڑی جاؤگی فعل قبیح کی سزا پاؤگی یہان سے
کوئی نہ بولا اس گفتگو مین اُسنے پانوں سے دہلیز کو ٹٹولا لہو لہان پا کے اور ہی کچھ گمان ہوا اب
چبا چبا باتین بنانے لگی زر و زر و سرخروئی جتانے لگی اس تکرار مین دو پہر گذر گئے تب گھبرائی دل مین
خیال بدلائی غل مچانے لگی اہل محلہ نے آکے بند بند دراز سے تفتیش زار کی کھل گیا دزیہ تک
خبر پہونچی وہ پیٹ ہلکا یہ بار گران سنگ اُوٹھ سکا بادشاہ کو اطلاع کی وہ قتل پہ تُل گیا
بزن کو حکم دیا اُسنے آکے محاصرہ کیا جسکا دل زندگی سے سیر ہو جان جوکھون عزت کے پالنگ
مین دینے کو دلیر ہوا اُسے جانبازی مین کب ایر پھیر ہو میر بیدادرس بے بس سنے ہزار خاک اُڑائی
کوئی تدبیر راست نہ آئی دکھانے کو دلیر غبار سے آہن بناوٹ کی بھرنے لگا پھول کی رسی بٹ کے
میرے قتل کے تاسف پر کٹنے کو اڑ کھلوانے کا جھٹ پٹ جو کھٹ پر سر دھرنے لگا تا دیر
ناک رگڑا کیا بہت دم دلاسا دیا مین نے کہا مبادا بعد مطلب برآری آپ چولین ڈھیلی کر دیجے
سر دست بازو سے لیجائیے پھر لت خوردہ بنائیے پلے مین پاکے بوٹی بوٹی بانٹ لیجیے اُسنے کہا
جان بچانے کا مین وعدہ نہین کر سکتا الا عزت کا جبتک میرے تھنون مین دم رہیگا آنکھ
ملانے والے کا ناک مین دم کر دونگا مثل کان یاقوت سینہ سنگ خون لعل رنگ سے
گلی کوچے بھر دونگا تا سر لالہ گون دریا بہیگا القصہ اُسکی زبان دینے اور بانہہ پانے سے
گونہ دل کو کل آئی ہاتھون ہاتھ چار کے کاندھے میری قفس اُسکا تابوت سر در بار پہنچا

اور شتر سوار دوڑے یہان اُسکو لوگ مقام امن مین لا رکھ چکے تھے حکم ثانی کے منتظر تھے دل ہی
دل مین منتشر تھے کہ زر خطیر رشوت مین چکھ چکے تھے ہرکارون کے آتے طلبی کی خبر پاتے لیکر حاضر حضور ہوے
جانبین کے دل مسرور ہوے نگار عالم کو عقدہ ہاے راز کھولنے ضرور ہوے پوچھا سچ کہو تم کون ہو
وہ پہلی ہی آواز سے پہچان چکی تھی بولی مؤلف ؎ تم چھپو لاکھ ہم گئے پہچان ٭ جان کر
جان ہوتے ہو انجان ٭ نگار عالم نے حکم دیا بالکل عملہ اُٹھ گیا وہ رشک حور مانند شباب الشہور شب دیجور
قفس سے نکل نگار عالم کے ہم بغل بیٹھ گئی بہار عالم نو گرفتار کے دل پر سنان الفت بر محل بیٹھ گئی اب
اُس خوش تقریر دلپذیر نے اپنا قصہ شروع کیا کہا پیارے جس دن سے ہمارے تمھارے فراق ہوا
دم بھر کا سانس لینا شاق ہوا گھبرا کے حکومت سے ہاتھ اُٹھا کے تمھاری تلاش مین نکل بھاگے
ایسا دل مشتاق ہوا شب و روز ہزارون صدمے اُٹھاتے ٹھوکرین کھاتے اس شہر کے در تک پہونچے اژدر
بلا کے سر تک پہونچے شہر کی سرحد پر ایک باغ بے برگ و بر مین گذر ہوا کئی دن کے تھکے تھے سو گئے
اختر بد بر سر ضرر ہوا یہان کی کسبی لکھی بائی واللہ عالم کسطرح پر اُٹھا لائی باوجود وضع مردانہ اُسنے مجھے عورت
جانا بنقد دل خواہش مند ہوئی ہمہ تن پسند ہوئی گھر لا کر میرے واسطے کوٹھی بنوا دی اُسمین مین
رہنے لگی حضرت کے درد فرقت کے صدمے سہنے لگی ایک روز زیادہ طبیعت جو گھبرائی شامت
اعمال سے سر شام لب بام مین سیہ ایام آئی وقت کی بات اُس رات یہان کا وزیرزادہ بڑے تزک و احتشام
سے زیر بام سے مع چند سوار و پیادہ گذرا مجھپر آنکھ پڑی طبیعت بگڑی شیطان نے کان پھونکے بھڑکا
اساس ہوش و حواس پھونکے وصل کا طالب ہوا پڑھا جن غالب ہوا بائی مین آ لکھی سے
بعد کرورون منت کے میری خواستگاری کا پیغام دیا مترصد انعام کیا اُسکا تو یہی پیشہ تھا
کیا تامل حر اندیشہ تھا گنج باد آورد کی ہوا پاتے اُڑنے لگی پہلے کسیقدر دکھانیکو نہین نہین کی پھر مجکو ہوا بنا
حیلہ سے ایک کمرے مین لیجا بظاہر خاطر نشین کی داہی کو آنے کی اجازت دی اُس الو کی طبیعت تو
ایسی شفتلین اُڑانے کو آندھی تھی ہوا و ہوس کا پابند بادی چور نے سرمایہ عصمت کی بربادی پر کمر
باندھی تھی اشارہ پاتے ہی کشتہ یاس بدحواس بلا وسواس میرے پاس آیا مجھے اُس پکڑ ھڈ ہو کا پاس آیا

نکتہ

ٹھوکرین کھاتا خاک اُڑاتا پوچھتا پوچھتا در دولت پر پہونچا دربانون کو دے دلا اندر پہونچا یاوری
بخت نے اچھی جگہ پر پہونچایا بعد عرض معروض عرض مکرر بادشاہ نے پیش نظر بلایا جل جلالہ جامع المتضمن
نے ایک عمر کے بچھڑے سے ملایا یعنی جان نثار نگار عالم موسوم بہ بہار عالم اسکا وزیرزادہ حقیقی
برادر سے زیادہ تھا لنگوٹیا یار ہمدرس وہم تکرار جس سے وزارت کا وعدہ تھا مدت دراز سے
اپنے والدین جان گداز سے خفا ہو کر ادھر چلا آیا والی شہر عالی نے بوجہ لاولدی بجاے خود
تخت پر بٹھایا یہ سامان ثروت پیش آیا اتفاق تقدیر سے آج اسکا اور اُسکا یکجا ہونا لکھا تھا کُلُّ اَمْرٍ
مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا اس نیک ساعت مین وصل بدا تھا دیکھتے ہی وہ حزین تخت نشین
باین ہمہ مدت کہ ایک عمر کہا چاہیے بہ نگاہ اول پہچان گیا گویہ انجان گیا بلا لحاظ داب
شہریاری فرط بیقراری سے بیتاب ہو کے بھائی جان بھائی جان کہکے لپٹ گیا یہ پہلے تو کچھ جھجکا
پھر پہچان کے چمٹ گیا ایسے گلے ململ دل کھول کھول کے دونون روئے کہ حاضرین کا دل
اُلٹ گیا مؤلف ؎ دو چار ہون زپس عمر غم کے مارے دو ٭ تو ششدرون کا نہ
کیون حال تین تیرہ ہو ٭ روتے روتے ہچکیان لگ گئین غش آگیا ابر غم دل پر چھا گیا آراکین
سلطنت مصاحبین مملکت چھوٹے بڑے چار سمت سے دوڑ پڑے بید مشک چھڑک ہوش مین
لائے دونون نقش فرش اختر عرش کرسی پر بٹھائے قلق نوبتی نوبتین بجانے لگے ٭ لوگ انعام و
جاہ پانے لگے ٭ طبل شادی کی نوبت آئی کوس طرب نے غمی کوس کھائی تین دن تک نت نیا
جلسہ رہا راگ و رنگ کا سما رہا عیش مین پڑ گئے کبھی بھولے سے بھی نہ یاد کیا کہ کس کام کو آئے ہین
کسکی بدولت یہ مزے اُڑائے ہین چوتھے دن اُسکے دل کی تڑپ نے اپنا اثر دکھایا آئین کہکے
جھجک اُٹھا خیال آیا وزیرزادے نے پوچھا بھائی جان خیر ہے کیون حالت غیر ہے بار بار ٹھنڈی
سانس بھرتے ہو تل پھوٹے آہ کرتے ہو کسکا خیال خال آیا نگار عالم مسکرایا آنے کا سبب
بیان کیا اپنا مطلب عیان کیا اور اُس وقت نعرہ زنی کی وجہ گشتنی موجب گردن زدنی کو استفسار
فرمایا اُسنے عرض کیا اُسکے آنے سے کھل جائیگا بخوبی سننے مین آئیگا اُسیدم تھوڑے خاص بردار

کیطرح اُن باغیون کی فوج کو کہ شعر سننے کی خواہش مین پالکی کے گرد بسے جالی باتون مین پھنسے تھے
نہایت بیکلی سے ٹھکرا کے قریب آیا بگوش دل جو سُنا ملکہ شب افروز کی ایسی آواز پائی جذب دل نے
جان پست کر کے لب پر پہونچائی بآواز بلند یہ قطعہ بند سُنایا قطعہ بہر گلگشت عدم سے جو کوئی پہونچا ہی ٭
سمت اس باغ کے طی منزلین کرتے کرتے ٭ پھل جوانی سے نہ پایا کبھی جون طفل سرشک ٭ ملگیا خاک مین
یان پانون کو دھرتے دھرتے ٭ اس آواز سے وہ پرسوز و گداز بجلی سی تڑپ گئی آواز پہچان کے
اظہار شناخت کو بولی قطعہ میر آرے او جانے والے گلستان کے ٭ ذرا کہدیجیو اُس باغبان کو ٭
نہ کر اس فصل مین گلشن کا در بند ٭ بڑی محنت سے کاٹا ہی خزان کو ٭ یہ سمجھا مقرر شب افروز ہی صاف
تقریر سے پیدا سوز ہی مجھپر اُسکا دل ٹپکا تو پڑتا ہی تھا شاید میری چاہ ادھر بہا لائی ہی وصل کی چاشنی
ہجر کی تلخی سے والی شہر نے اس کھٹائی مین ڈالا ہی شہر سے نکالا ہی محبت نے یہ نوبت پہونچائی ہی
یہ دل مین سمجھ کے تماشائیون سے موجب دار و گیر پوچھا ایک نے کہا یہ عورت پسر وزیر کی قاتل ہی
اعادہ قصاص پر سلسلہ جنبان سلاسل ہی نگار عالم کو یقین ہوا جلدی سے چند زردیان جیب سے
نکال کوتوال اور سپاہیون کو فراخور حال دین یہ تو عجب چیز ہی پکی کچی عقل و سفینہ کی عقل تیز خرد گریز
کج مریز کو گٹھلی کر دیتا ہی دل خاص و عام پر کاہش صبح و شام سے کوے کی صورت داغ
دھر دیتا ہی سبکو عزیز ہی خصوصاً اس عصر مین بیچارے شریفون کی اسکے فراق مین سیپ
لگ گئی آبرو کھوتے ہین کولی چمارون کا کام ناکام اختیار کرتے ہین بڑے بڑے والا گہر سیپ سے
منھ پھیلائے مزدوری پر ٹپکے پڑتے ہین مرتے ہین ڈلیا ڈھوتے ہین سو اس زمانہ مین یہ بھی بہت
غنیمت ہی انسان چوری نہ کرے اور جو کچھ ہو سکے اُٹھا نہ دھرے اولیا انبیا نے یہ کام اختیار
فرمایا ہی اکثر مقام پر قلمی ہی دیکھنے مین آیا ہی القصہ وہ سبکے سب یہ سرخا سرخ پا کے لعل و لال
ہو گئے گھل کے پال ہو گئے یہ بھی گاودی گنوارون نے اس محبوسہ سے پوچھا کہ اری تو کون ہی
عجب زر ایمان فرعون ہی نگار عالم نے اُس نازنین ماہ خد ہمراہی رشک امرد کو اس کام پر
مقرر کر کہا دو پہر ہمارا انتظار کرنا پھر اسکو چھوڑ کے تم سرا مین جا اُترنا یہ سکھا وہان سے

کمرے سے اُتر جائے ایسا نہو کہ اسکے سر جائے اُسکو تو چڑھی تھی بنیے کا نام سنتے ہی بگڑ گیا دل سے کہا
زیادہ نہ بنیے آب ذرا اس جولاہے کے روبرو تینے آشنا کے دکھانے کو تیغ آبدار کا گھاٹ کھولا اُس
سگ زرد نے تلوار کی بلی کھلی دیکھتے ہی شیر بچہ جھونک دیا چھوٹتے ہی وہ محیل رحیل ہو آکر کوٹھے پر
انٹا غفیل ہوا مؤلف ؎ نیکی بہ نیکی میرسد آخر بدی بہ بد ✤ این قول معتبر ز بزرگان ست مستند
یہ بیہوش مکھی مارتا مر گیا وہ شاکر شکر لب شہد بہ کام و شاد کام جان شیرین بسر کر گیا مآل کار نہ
وہ نیکنام نہ یہ ناکام رہا دنیا مین دونون کا نام ارقام کے بدولت تا روز قیام رہا بقول جناب
مولانا مرشدنا شاہ تراب علی صاحب قدس سرہ ؎ نیست دنیا خواب راحت از مراد دل برآ
رخت ازین دار المحن بردار زین منزل برآ ✤ و بقول منشی محمد حسن رئیس بھدیوان
؎ دانی کہ بر سمند سبک رو سوار کیست ✤ عمر عزیز ماست کہ بر باد میرود ✤ صبح کو نگار عالم
مع رشک حور عدن یعنی دخت رہزن کے ملک ملکہ شب افروز کے سمت چل کھڑا ہوا دوسرے
ساتھی کماندار کمند افگن کی ہمراہی سے دل کو بل بڑا ہوا پھر روز نوادرات دور دوار و ہر شب
عجائبات روزگار کی سیر کرتا تکلیف دشت و جبل پیدل اُٹھاتا روا رو چلا جاتا تھا از رہگذر
بے برگی پتے کھاتا ایکبار بعد مدت دراز و زمان دیر یازیہ جان گداز آب و دانے کے زور سے
ایک شہر پُر شور مین پہونچا دیکھا دروازہ شہر پناہ پر ایک درخت کے نیچے ہجوم عام ہے خاص و عام کا
ازدحام ہے یہ دیکھکے اس نورس کے دل کو چوٹ ہوئی کہ چل کے دیکھیے کیا اسرار ہے کہ جی کو
جان بار ہے قریب آ دیکھا ایک پالکی گنگا جمنی زرنگار مگر پٹ بند اوپر آہنی جال پڑے
چند تلنگے زرہ پوش تفنگ جان ستان بر دوش چار طرف سے پائے پکڑے آہستہ آہستہ
لیے آتے ہین کچھ افسوس کرتے جاتے ہین اسنے بھیڑ ٹال کے غول مین سر ڈال کے پالکی سے
کان جو لگایا یہ قطعہ سننے مین آیا قطعۂ گوہر باغ جہان مین آئے تھے تا ہو کشود دل ✤ یان
آکے اور حسرت و ارمان مین رہ گئے ✤ آنکھین کھلی نہ تھین کہ خزان کام کر گئی ✤ محروم
دید گل سے گلستان مین رہ گئے ✤ یہ سنتے ہی قطع بگڑ گئی سانس سینہ مین اُڑ گئی حوالے خبطے دیوانے بورے

باغ و آم کا تلازمہ

اہل محلہ کا ازدحام ہوا محل مین مجمع عام ہوا حالات سقیم دیکھکے عالم کہرام ہوا عزیزون نے رو رو کے
جو اُٹھایا اُس نیمجان مین جی پایا لخلخہ سنگھایا ہوش مین لا حقیقت پوچھی اُسنے بھی وہی روداد بیان کی
جو بھائی کے مُنہ سے سُنی تھی کہ چورون نے چور کہا نہتھے ہونے نے مجبور کیا لیکن ع کلوخ انداز را پاداش
سنگ ست ٭ اُسنے تو بھائی کا عیب چھپایا پھر متکبر الجبار کو یہ جبر پسند نہ آیا اس حوصلہ کا صلہ دلوایا
یہان تک سُنا پھر نگار عالم نے کہا واللہ اعلم آگے کیا ہوا اُس آمادہ قتل کے دل پر تو چوٹ لگ چکی تھی
بولی واہ واہ واہ پھر کیسے کہیے کہا خدا جانے کیا ہوا ارے صاحب اب کیا مرضی ہے فرمائیے وہ بھی
بجالاؤن نگار عالم نے کہا ہاتھ کھول دے تو آرام پاؤن اُسنے یہ بھی قبول کیا اُنھون نے پھر آغاز
داستان کو یون اصول کیا کہ بعد اس کارگزاری کے وہ جواری ایک روز ایک رنڈی کے کمرے پر
جو اسکی لڑکائی کی لگی بندھی تھی بیٹھا تھا کہ دفعۃً ایک بانکے ترچھے جیسے آگے لکھنؤ مین گلی گلی
کوچین کانٹے کٹواتے پھرتے تھے پھرتے پھرتے ادھر آنکلے انسے اور اُس پری وش سے
بھی جان پہچان تھی سامنے بیٹھا دیکھکے چڑھ آئے اس مرگھٹ کے بھتنے کو دیکھ کے مُسکرائے چڑیا والے
پردہ چار پرکٹی اُڑ کھلکھلائے یہ بھڑوا قوم کا بنیا رنڈی بازی زبان درازی کیا جانے اُسکے تیور
دیکھکر اسکے چہرے پر مردنی چھائی اونگھنے لگا بغلون کی گندہ بو سونگھنے لگا پھر نگار عالم نے کہا
ابتو طاقت طاق ہے جنبش تک شاق ہے اس پر زادنے کہا منہ سے کہے محل پر اُڑا جاتے ہو
موقع پر دُم دبا جاتے ہو اس رسن بستہ نے کہا یہ ہمپر جور ہے تو ہے کہ رسیون مین جکڑ کے روح تک
توسن لی اُسپر بیت نہین برابر احکم سنایا جاتا ہے تمہان جی سنسنایا جاتا ہے اُسنے کہا جی بجا
آپنے تو اپنی آن بان کہی مجھے پلنگ کا پایہ کس جان کے ایسی پٹی پڑھائی کہ سو مین فلت چار ناچار
پائی مگر خیر از ماست کہ بر ماست اب پچتانے سے کیا ہوتا ہے ؎ ای جان اگر جان طلبی جان بتو بخشم
ذر جان چہ عزیز ست بگو آن بتو بخشم ٭ یہ کہکے پاؤن بھی کھول دیے گوہر شک عقیق رنگ دل
دیے نگار عالم نے جھپٹ کے گلے سے لگایا خوب سا پیار کیا پھر قصۂ باقی ماندہ شروع ہوا
جب بانکے نے دیکھا کہ یہ کچھ یون ہی سا ہے مفت مخل صحبت کا ہے رنڈی سے کہا اس بنیے سے کہدو

پھانسی کی فکر مین تجھے اولجھن اُسدم ہو کہ زلف پریشان کی آشفتگی کم ہو اور زہر سے مارنا کون امر
اہم ہے کہ دل کی خاطر سم قاتل تیری جان کی قسم ہے محبوسی کا کب پابند ہون قید تنہائی و تنگدستی کا
مستمند ہون علاوہ ازین ای نازنین میرے قتل سے کیا ہاتھ آئیگا اختر نگر کے ہنڈوی وال کا قصہ بہرحال
دل پر ملال یاد دلائیگا اُسنے کہا اگر اسکے کہنے کا تجھے حوصلہ ہے تو بیان کر وہ کیا معاملہ ہے حکایت شہزادہ نگار عالم
نے کہا شہر اختر نگر مین ایک مہاجن تھا اکثر روپے والون مین خوش چلن تھا بات مین بٹا لگنے کے خیال
ٹکسال باہر رنگ جمایا تھا دھوکا کھرے کھوٹے سے کھا بے زرون مین چہرہ لکھوایا تھا اشرفی لال اور
روپ چند دو بیٹے تھے حسین نہایت شوقین پر باپ کے ڈر سے زرا ڑا نہ سکتے تھے حوصلۂ بلند پرواز کے
پر پرزے سمیٹے تھے اتفاق سے تھوڑے عرصہ مین ہنڈوی وال نے دم توڑا ان کیسہ بازون نے
نیکنامی کا نام بوڑا تاٹ اُلٹ دونون نے بہی کھاتا منگایا باہم حساب پیش ہوئے بے سود بات مین
بٹا لگایا بدی بات کیونکر نہو سُدی جاتی رہی سب مت گئی مفت پتا کی پت گئی جیٹھے بیٹے اشرفی لال نے بیساکھ ہی بیساکھ
متی جو ملائی سال مین کئی لاکھ کی آمدنی پائی سنیچر سوار ہوا سُدھ بدھ بھولا سمجھا اکیلے کی بہی جھوٹی کون
کہیگا لائیے بھائی کو مار لیجیے اس جمع کو حاصل عمر کا ہاتھ لگا شمار نہ کیجیے مگر یہ نہ سمجھا کہ جب سبھون پر
دایہ جوجھ ہو گئی پھنسیان دوجھ ہو گئی پر کیونکر ع بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند شیطان نے تو سب طرف کی مار
دی تھی مفت مروانے کی فکر کی تھی اُسیوقت نیمچہ گھسیٹ کے بھائی پر ہاتھ چھوڑا اُسنے خوف سے تلوار کی
جھپک کے ساتھ جی چھوڑ کے ہاتھون کو جوڑا کہ بھائی مین نے کیا قصور کیا جو تو نے مجھے چور کیا اُسنے ان
باتون کا جواب زبان تیغ سے دیا اور دو چار ہاتھون کو رسید کیا یہان تک سلسلہ تقریر پہونچا نگار عالم مغموم نے
کہا آگے مجھے نہین معلوم عورت تو موم کی ناک ہوتی ہے بڑے بھائی کی سنگدلی چھوٹے کی نرم زبانی
سُنکے سخت دل جنبش مین آیا خار اشتیاق خلش مین آیا باصرار پوچھا نگار عالم نے کہا جی تو باتون مین
اُلجھا ہے سر پٹی سے بندھا ہے کیونکر مُنھ سے بولون لب کھولون اُسکا تو قصہ پر دل اُچاٹ تھا بے تامل تلوار سے
بند کاٹ دیا یہ برسر گھاٹ تھا پھر قصہ شروع کیا بولا جب مہاجن کے لڑکے نے دیکھا کام تمام ہو چکا
اب اپنے تحفظ کا انتظام کیجیے نیمچہ پھینک کے غل مچایا کہ چورون نے بھائی کو مار سولایا یہ شور سنتے

تلازمہ

نکتہ

خوب چرب زبانی سے روغن قازمل باتین چکنا شیشے مین اُتار زلف مشکبار مین کسایا گل بوے وصل
نازنین پر اُس سرزمین رشک گلزار مین بساصبح وشام مجموعۂ خوبی راحت روح محبوبی کے سُہاگ رشک عود مین گا
تماشا کرتا قرابہ سینہ مین عطر شوق بھرتا اُس سیمبر سیمین پیکر کو تو اسکی جستجو ہی تھی گھات اور قابو کا انتظار
کھینچتی ایک روز تازے مکر کا پاٹ پر پھیلا نیا کھیل کھیلا نگار عالم کو دُکان کے اندر بُلا عطر کے حیلہ مین ایک
شیشی ہوش ربا سنگھا مارے عجلت کے پلنگ نواڑی ہی مین صورت مضمون لاباندھا مانند دزدحنا
سراپا باندھا یہ غرق آب غیرت گلاب ارقط الخنا پلنگ پوش کے پھولون مین بوہو سما گیا تصویر خنجہ پر رنگ
زعفران چھا گیا وہ سفاکہ اس سیمبر لطافت کے سر پر آچاہتی تھی کہ ناگن شمشیر سونگھ جائے بیدار بخت
خواب عدم مین اونگھ جائے لیکن بے مرضی پتا ہلتا نہین بغیر نسیم حکم غنچہ مراد کھلتا نہین اُسکے دل مین آیا
پہلے جگا لیجیے پھر سُلا دیجیے باین خیال سرکہ سونگھایا اُس نورس کو ہوش آیا آنکھ کھول غور جو کیا دیکھا
عجب کھٹائی مین پڑا ہون تلخی مرگ آچار ہوئی شکل تصویر مار بندھا ہون اب پہچانا کہ یہ وہی سفاک ہے
کوئی دم مین جا رہستی پاک ہے افسوس اپنا غبار دل اس مکدر نے مجھ پا گل کو خاک مین ملا مٹایا اب ہے
ہاتھ خاک پھر نہ آیا اب سوا ے چال کے اس بدچلن کے جال سے نکلنا محال ہے تو لا آہا جانصاحب
آپ ہی کو قتل کا خیال ہے زہے طالع کہ تم سا معشوق اپنے عاشق کو قتل کرے جامع المتفرقین
ہر جوانے حبیب کو نصیب ایسا وصل کرے مگر ناسخ ؎ یہ کمانداری ہے دم تک عاشق دلگیر کے
اس نشانے کو اُڑا کر پر کٹینگے تیر کے ۔ ہان یہ فائدہ تو البتہ ہوگا کہ منہ ؎ ایک میرے قتل مین دو
لطف اے سفاک ہین ۔ رنگ دل تیرا سٹے جوہر کھلین شمشیر کے ۔ بخدا صنم تیرے غم مین جان بلب
ہون چودھری کے خوف بدنامی سے آنے کو تو آیا پر تنکے چُننے والون مین منتخب ہون اُس عیارہ نے
کہا مین ایسے فقرون مین نہین آنے کی جو وصیت کرنا ہو کیجیے زبان شمشیر سے جواب لیجیے نگار عالم نے
کہا مین تیرے قبضے مین ہون عبث دل مین گھات رکھتی ہے تو تو کجباز غضب کاٹ رکھتی ہے اور
مین اس بندوبست کو تیرے دن رات کے خیال بندھنے پر فوق دیتا ہون شمشیر ادا سے قتل کی
اجازت بشوق دیتا ہون تیغ دودم سے قتل ناحق منظور ہے ترک سپہر کی بھوں سے دل چور چور ہے

جان جانا تو فوراً مان جانا افسوس کہکر دل کو مسوس غول کے اندر آ آسن مار کر بیٹھ گیا آنکھ ملاتے اسکی
چتون کا تیر بے تاخیر اُسکے موقع پر بیٹھ گیا مگر اُس مخمور نے بہک کے پھر ایک طرف سے ساغر چشم نشیلی کو
دور صبح و مسا سا گردش مین لا ہر دیدۂ تشنہ دیدار کے مُنھ سے لگایا بقول صائب ؎ بچندین دست
نتوانست مژگانش نگہ دارد ٭ ز افتادن بہر جانب نگاہ نیم مستش را ٭ یعنی ایک سمت سے
سبکو دیکھا جسدم نگار عالم جان بلب کو دیکھا نگاہ شرمگین زمین بوس شرم در کنار کر جبین بوس ہوئی
بشرہ سے پہچان گئی انکی ڈھٹائی سے جان گئی لپکی ہاتھ پکڑ لیا اور یون شاکی بصد افسوس ہوئی
کہ اللہ اللہ چار چشم ایسا آنکھون کو پھیر لیا صبر و سکون لیکر متاع سینہ پر ہتھ پھیر کیا اسکا تو یہی مطلب تھا
ہاتھ پکڑتے ساتھ ہوا وہ علامہ در دولت سے نکلتے اسباب کی تاک مین ہوئی متفکر فکر ناپاک مین ہوئی
نگار عالم کو تنہا پا کے سیہ کار نے معشوقانہ چوچلے دکھا کے پوٹلی مانگ لی اسنے بھی خاطر خواہ آغوش گرم کی
دونون نے لطف صحبت اُٹھایا آنکھون مین نشۂ وصلت نے رنگ جمایا بسکہ وہ شراب خوار مخمور تھی پڑتے ہی
سو گئی انکو نیند کہان کروٹین بدلتے بدلتے سحر ہو گئی جھٹپٹے وقت یہ عیار زمانہ وہ اسباب نادر روزگار لیکر
مرکب نسیم نمط پر پا بجولانہ روانہ ہوا صید مراد نشانہ ہوا کئی روز مین یلغار کر کے اُس مقام گیر و دار سے نجات پائی
دور سے ایک شہر پناہ نظر آئی اسنے جلد جلد قدم بڑھا سرا مین آ دم راست کیا اُس بانکی کی کجمریز سے
وحشت کھا شہر کے اندر گھر لیا اب اُسکا احوال سُنیے صبح کو آنکھ جو کھلی رات کے شکار کی بو نہ ملی
اُسی دم اصطبل مین آ دور دم گھوڑا تلاش کیا دمباز کے غم نے دل پاش پاش کیا بعجلت تمام ایک
شبرنگ تیز گام جو سب مین خوش رنگ تھا اُسپر بیٹھ اُٹھ ڈوری سُم کے سراغ سے ٹاپتے ٹاپتے اس
شہر کے اندر جہان یہ تفتہ جگر تھا پہونچی سحر کے زور سے پہچان گئی کہ یہین میرا چور ہے طاقت زور سے
ہاتھ آئے تو زور ہے یہ جی مین تھان سر چوک گندھن کی دوکان آراستہ کی ہمنشین بازاریون کے
کاروبار سے طبیعت برخاستہ کی شاہزادہ نگار عالم کا اب یہ دستور ہوا کہ سہ پہر کو سر بازار آ
سیر کرتا بدنگاہون کا خاتمہ بخیر کرتا ایک دن اس گندھن گلبدن کو نیا شخص جان کر اسکی دوکان پر آ کھڑا
ہو گیا حسن پرست تو تھا ہی رنگ و روغن دیکھکے پھسل پڑا گندھن کا بھی دل آشنا ہوتے بو ہو اُڑا

تلازمہ

زخمون کا ہار رشک گہر پہنا بجلیان برق کی تڑپانے والی انتیون نے ہالہ مہتاب کے کان مین حلقہ بگوشی
کی بالی ڈالی جھالے بھادون کے باران وابر نیسان کو چھینٹے دے دے رولانے والے بالی
ہالۂ خورشید کو بالا بنانے والی پتے خزان بے برگ و بار کے تن خشک و زخمدار کو ہرا کرتے مع مدو گلبرگ سنبل
و گل خار کھا کھا مرتے اور جھمکے جسدم جھوم جھوم کے اُس بالی بھولی کے رخسارون پر آتے شکن پھول سے
گال پر ڈال کر عجب جھمکڑا دکھاتے اور بیسر اُس شکیل کا دیکھ کر عقد ثریا کا رشک سے دم ناک مین تھا
داکھ کا گچھا انگور زخم ٹانک کے جان نثاری کے تاک مین تھا دھگدگی غیرت شمع خرد روشن کی
پھبن دیکھ کے جگونہ پروانہ وار تھی توڑے سیلی کا شکم صاف پر ڈھکنا غور کر پہننے والے کے گلے کا
ہار تھی طوق و زنجیر طلائی جب نظر آئی حلقۂ ماتم و زلف پریشانی الم سلسلہ جنبان حرص قوی ہیکل
ہوئی اوصاف سہ لڑی کی گتھی مالا ئیحل ناخن تقریر سے نہ حل ہوئی بھج بند اور اکون کی چمک رشک
شمع روشن جوشن گذر کے سامنے اکبر کے نورتن کا فروغ صفحۂ دہر سے دھو گیا تعریف کرنے والا
جھوٹا ہو گیا اور چوڑیون کی جہانگیری ہر ہاتھ کی دستگیری انتہا کو پہونچی کہ کنگن اور کڑون کو سخت
ظلم کی عادت پڑی ہی ہر دست نرم معشوق مین ہتکڑی ہی چوہے دتیون کا ہر ہاتھ پر دانت ہی
حسن پرستون کو دکھ دیتی ہین نقد جان گھوس مین لیتی ہین انگشتری کی پھبن چھلون کا بانکپن وہ جسے
دیکھے کے خاتم جمشید و نگین سلیمان رشک خورشید کو اپنی صورت پر عارسی آئے دل چھل لے جان
جھگڑے مین ڈالے سند کا قول یاد دلائے ؎ کھلے بندھ کے اُن گورے گورے ڈنڑون پر ہا وہ
بھج بند اور نورتن لیسے کیسے ہا اور خلخال کی وہ صدائے معشوقانہ کہ طنین گس اور مچھرون کی آواز جسپر پروانہ
الغرض جسدم اُس رنڈی نے سب امور خانگی سے فراغت بہ آسانی کر نگار عالم نا آشنا پر تیل پانی کر
مسی لگا سر ڈھکا تمام شہر مین ہلڑ مچا کہ چودھری کی لڑکی اپنے خاوند کو پہچاننے جاتی ہی راز پوشیدہ
برملا کراتی ہی یہ سُنکے کسبی و عطائی تماشائی ہوئے اس صحبت کی تماش بینی پر جان خرچی
سر صرف جبہ سائی ہوئی وہ شہکار وزیر اعظم کے حضور مین جہان مجمع عام تھا چھم چھم کرتی
حاضر ہوئی فیض یاب ہر چشم منتظر ہوئی نگار عالم بہ یک نگاہ پھڑک گیا دل سے کہا ای کاش پہلے سے

ملامت پر مائل ہوئے انکی ڈھٹھائی کے قائل ہوئے تب تو انھون نے بگڑ کے کہا خدا کی قدرت ہی اس
بھڑوے کی شکل پُر کدورت دیکھو میری صورت دیکھو کیا مناسبت ہی اُن لوگون نے کہا آپکو چکلے دار پاس
لیچلو تا رفع مناقشہ ہو اسے کیا افسوس تھا کہ اُس دیوث کا ننگ و ناموس تھا فوراً آگے ہوا سبھون نے
حاکم محکمہ کے سامنے آحال عرض کیا اُسنے انکی صورت اور اُسکی حیثیت کو غور کر کے تنقیح کو بر خود
فرض کیا نگار عالم کو بہ تکریم ساتھ لے در دولت پر آ وزیر اعظم کے حضور مین یہ سرگذشت گزارش
کی اکثر لوگون نے چودھری کی سفارش کی ندیم فہیم کو اس نسبت عدیم المناسبت مین
خوض عظیم ہوا شوکت شاہانہ عنوان خوبی سطوت ملوکانہ شان محبوبی نگار عالم سر دفتر خوش اسلوبی
کی دیکھ کے دل دو نیم ہوا تعظیم دیکر برابر بٹھالیا چودھری دادخواہ نے ہیہات کہکے اُس رقم ہتھے چڑھی کی امید سے
سر دست ہاتھ اُٹھالیا وزیر خوش تقریر نے نگار عالم دلگیر سے اصل کیفیت پوچھی روداد کی صورت پوچھی اسنے تا
امکان گفتگوے سمع خراش سے قطع نظر کر کے ساری حقیقت گوش گزار کر دی وزیر صائب تدبیر نے
تقریر سُنکے چودھری کان کذب بے بہرہ کی گوشمالی پر ضرور دل مین تجویز کی بولا اچھا چودھری سے
کہدو پانچ گھڑی کے عرصہ مین اُس چھتیسی کو ہمارے پاس لاکر حاضر کرے وہی آکے اپنا ساتھی پہچان لے
یہ سُنتے اس ششدر کے چھکے چھوٹے از سر نو متفکر ہوا جن جنسے سانٹھ گانٹھ تھی اُنسے ایکا کر کے مستفسر ہوا کہ اب کیا
تمھاری راے میز ہی وہ بارہ باٹ شش و پنج مین ہو کے بولے کہ سواے تسلیم کے اور کیا تدبیر ہی ناچار اسنے گھر آ
زہر کھالیا اُس عیار کی دختر ماہ پارہ نے کہ از بس قیافہ شناس تھی قرینے سے تاڑ کر قریب آ قسم کھلا زہر
کھانے کا سبب پوچھا اُسنے منھ چھپالیا شرم سے کچھ جواب نہ دیا پی گیا یہ نشۂ حسن کی متوالی بولی لاکھ مین کہون دشمنون کی
جان کا کرہ را آیا ہی سنکھیا کو تمنے کھایا ہی جب تو وہ در خود محاسب ہوا کہ ہزار تدبیر کرونگا اُسپہ دم نہ چلیگا لاکھ مین
یہ نیل کا ٹیکا لگیگا مجبور ساری سرگذشت کہکے بولا بیس بسوے میری جان پر بن آئیگی افسوس
عزت تین تیرہ ہو جائیگی یہ تو ایک ہی آٹھ گاٹ تھی بولی مال عرب پیش عرب عزت جانے کا سبب
دیکھیے جاتی ہون ابھی تو باندھے لاتی ہون آخر سولہ سنگار سے ہر ہفت ہو قتل نگار عالم پر بیڑا اُٹھایا
ایک عالم کا خون بہایا سبحان اللہ کیا کیا زیور پہنا کہ سورج گہنا فلک نے چاند تارون سے

لفظ مال متلی شہین ستاتی ہی ہیضہ کا بھی کبھی جی نہ ملکا اُس جگہ جب سب کو انسان پھانس لانے
پھانسی لگانے زہر پلانے کا ملکہ تھا سو یہ موجب دست برداری اس حال کے عمل کا اور باعث
بدعملی اُس دُھل گنڈے مل کا تھا نگار عالم کے بخت ابتر ایسے مقام پُرخطر پر لائے دیکھیے اب کیا
خداد کھاے جسدم شہر کے اندر پہونچا سرچوک ٹھگون کے چودھری نے اپنے برآمدے سے
دیکھا کہ ایک سونے کی چڑیا روبہ پرواز ہی تعاقب مین لگڑ کا جفت حیلہ پرواز ہی مثل دلی راولی می شناسد
دیکھتے ہی اس بدنے اُن بدون کو پہچانا اُسکو یقین ہوا جانا کہ عمر بھر کی مشقت کا اجرا ہی شکار
پورا ہی فوراً اپنے شاگرد کو دوڑایا وہ جھپٹ کے بُلا لایا چودھری نے ایک خرامی کو بذریعہ پیغامی
الگ بُلا کے اپنی زرزری مین پوچھا اس دھر کو ہروگے یا کھری کروگے اُسنے ہاتھ جوڑ عرض
کیا ہمارے تھانگی نے تھوک مانگی ہی آئندہ آپکی مرضی ہی اُسنے کہا نہین آپس مین گوتھ لو جیسا
مناسب سمجھو وہ کرو انھون نے باہم صلاح کی کہ خدا معلوم کیسی گذرے جوان جری ہی ماہر فنون
سپہ گری ہی جو ہو سو ہو تم تو کھری کرلو اسی احمق کے سر گذرنے دو بولے چودھری صاحب چودہ ہزار
تو رہوگا ایک ایک توڑے پر فروخت خلخال کا جوڑ ہوگا اُسنے دیکھا کہ رون کا مال ہی دو سلطنت کا
مول ایک خلخال ہی تو لا ہمنے قبولا ادھر یہ لین دین تھا جبتک نگار عالم بازار کے سرے پہونچا
یہ فیصلہ کرکے وہ اُچکا اپنے برآمدے سے کود نگار عالم کے روبرو موجود ہوا آتے ہی ہاتھ
ڈال یون گویا وہ روبہ خصال مردود ہوا کہ اللہ ری رُکھائی برسون کے بعد صورت دکھائی ارے او
کمبخت سخت جان کا بھی تجھے کچھ دھیان نہ آیا مُنھ چورون مین چہرہ لکھوایا یہ سُنکے نگار عالم کی رنگت
زرد ہوگئی سوائے سکوت اس بہوت کو کچھ نہ سوجھی سمجھا ساری خاک اُڑانی گرد ہوگئی ہو دیکھ کے
بازاری گرداگرد ہوے کیفیت پوچھنے لگے ایک نے کہا چودھری صاحب کیون چہرون کے متغیر لون ہین
یہ آپکے کون ہین وہ بولا مین کیا عرض کرون انھین سے پوچھو دل مضمحل ناشاد ہی یہ اُس شخص کا
داماد ہی بارہ برس ہوے گذر گئے کتنے جیتے جی مر گئے انھون نے شکل نہ دکھائی وہ نہائی کے
روز سے آج صورت نظر آئی وہی جان بلب وہ قسمت ستائی ہی یہ بات سُنکے وہ لوگ بھی

گھوڑے سے کود کے مسجد مین موجود ہوا مٹرو بھی موٹھ کی مسجد مین جدھر وہ دونون شبگیر بیٹھے تھے سامنے
آنمود ہوا ٹھگون کو تو اطمینان تھا کہ پاسبان جان پہچان تھا کھڑک سے نکل بیدھڑک اندر چلے مٹرو نے
اُچک کے گردن لی کہ کدھر چلے وہ بولے بھائی مٹرو ہم ہین ہم اسنے کہا ہماری جانے پشم پہلے
وہ شال اور پانسو روپیہ نکال اُنھون نے منت سے کہا اُستاد بعد فراغت کے ہمارا اقرار ہی
اُسنے کہا یہ بات ہمین ناگوار ہی یہ سُنکے دونون کی رنگت بدلی سوچنے لگے اپنا اپنا منھ نوچنے لگے
ایک نے کہا پچاس مرشد آبادی موجود ہین اسنے کہا ای لو نکالو پھر حیلے بے سود ہین ناچار
بیچارون نے کمر سے کھول کے دین پھر اندر کی راہین سر کین اسنے پھر کود کے گردن پکڑی
اور کہا ابھی نہین گن تو لون مجبور دونون ناصبور مخزون کھڑے ہو رہے اسنے چھ گھنٹے مین بڑی
بڑی ایک طرف اور نئے گھن کی دوسری جانب جمع کر کے اشرفیان گنتی شروع کین باتین دم دلاسے کی
جانب رجوع کین اب ان دونون کو یقین ہوا کہ یہ نہین جانے دیگا یون ہی مٹرا مٹرا باتین بنا
مفت اشرفیان لیگا ہاتھ جوڑ خوشامد کی باتین کرنے لگے کہ میان مٹرو اتنی رُکھائی تم سے کبھی
نہین ظہور مین آئی بھائی استعمال ہر بات کا بھانت بھانت کا اچھا ہوتا ہی ہمین
آج بھی چادر پاٹھی کی جدال کا ایسا حال معلوم بخدا ہوتا ہی دیکھو آپس مین بُتہ بُرا ہوتا ہی یہ اسی حیص بیص
مین تھے کہ نگار عالم نماز و وظائف سے فراغت کر گھوڑے پر آبیٹھا تب تو مٹرو کامل العیار نے سب
سمیٹ قبضے مین کر کہا ہمین تمھارا اعتبار ہی اسمین کھڑے کھوٹے کا کون شمار ہی یہ دونون
زرد ہو گئے کہ دم نقد خاک ہو کر گرد ہو گئے نگار عالم نے آگے بڑھ کر مٹرو کو پچیس اشرفی دیکر
اُن دونون زخمی خستہ جگر کو سپرد کیا آگے کا رستہ لیا ٹھگون نے پھر انکا تعاقب کیا سر شام
یہ ماہ تمام ریونی کے راج مین پہونچا یہ عجب راج تھا جہان گھر گھر محتاج بالکل ٹھگائی کا رواج
تھا جان کا مال سستا سر چوک ٹھگون کا چودھری بستا جس مقام پر اب سونا اُچھالتے ہین
وہان جب شب کا سونے والا راجہ کی چاندی پر کستا جسجا اب بدولت جناب ملکہ پھانس
نہین چھپتی پھانسی کے نام لینے سے گلے مین پھندے پڑ کے کھانسی آتی ہی مالش کو بسبب الحاق

عالم کے خون پر ہی خاموشی کی تدبیر سوچی کہا میان مٹرو زیادہ نہ بکو معلوم ہوا تم کڑے ہو وہ کب انکی
سُنتا تھا اپنی دھنتا تھا ناچار یہ سو رہا وہ تا سحر رجز گو رہا سویرے نگار عالم کی آنکھ جو کھلی دیکھا سارا
مٹرو کا کنبہ آٹاٹ پر مجتمع ہوا ہی چرس کا چرچا افیون کا گٹکا ہی مئی دی کرک چانول کی بیر بنتی ہی باہم
گاڑھی چھنتی ہی داؤن پر جوا ہی اسنے کان دھر کر سُنا تو رات کا معرکہ جو اسکے اور بہرام کے باہم
پیش آیا تھا اُسی کا تذکرہ تھا ایک بولا اُستاد چوتھائی کی بالائی ہمسے لو ہمین چپرا کرنے دو دوسرے نے
کہا بہرام کا پیام ہی کہ بالکل دُھر تم بھر لو صرف دو ٹکینیان ہمین دو مٹرو نے چوٹ موٹ کے ڈر سے
بہرام کا پیغام قبول کیا و آنیال کی قسم کھائی مسافر کی روانگی پر یہ بات قرار پائی نگار عالم سنکے دم کھا رہا
بھٹیارن سے کہا کل ہم جائینگے یہ دونون زخمی واسطے مرہم پٹی کے ابھی تھم جائینگے ادھر بہرام نے
یہ خبر پاکے دو ٹھگ جو چیدہ کار کردہ جہان دیدہ تھے سب سے الگ کر نصف شب سے
پیشتر روانہ کیے چند کلمہ گوش گزار نصیحتانہ کیے کہ اگر گھاٹ چڑھے تو ہر لینا وگرنہ کھرا کر لینا یعنی داؤن پر
چڑھ جائے تو سوخت کرنا ورنہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا اب یہ دو گرگ باران دیدہ مار دم
بریدہ مرگھٹ کے بھتنے سے اسکے پیچھے پڑے پہر بھر صبح سے پیشتر موٹھ والی مسجد مین آکر حرامیون نے
اذان کہی نگار عالم تہجد گزار کی نیند جاتی رہی مٹرو اکو جگا کہا گھوڑا لا اُسکو تو یہ بھید معلوم تھا خادم
جان نثار مخدوم تھا صرف بہرام کی جانفشانی کے واسطے اُن زبانیون کو زبان دی تھی مُنھ کی
کھلانے کو سرجنبانی کی تھی بولا میان ابھی سو رہو یہ وہ مرغہ نہین جسکے بولنے سے بھور ہو نگار عالم نے
جھنجھلا کے کہا ٹینی تو سیدھی بانگ نہین بولتا اُلٹی اُپج لیتا ہی تجھے کچھ دکھائی بھی دیتا ہی اُسنے
کہا جی پیر و مرشد ساتون سُر سوجھ پڑینگے جب وہ مرغی والے سارنگ سے آبھڑینگے نگار عالم نے تجاہل
عارفانہ کر کے ماجرا پوچھا اُسنے رات کے ایکا ہونے کا قصہ دوہرایا نگار عالم نے سُنکے فرمایا جو ہو سو ہو
اُٹھو چلو مٹرو نے بھنگ گھٹنا سنبھال اسپ صبا دم صرصر خصال کو سنوارا اسے سمیم نمط سوار کیا آپنے
نگار عالم سے چند قدم آگے مسجد کا راستہ لیا وہ دونون بدمعاش حرامی بایاس و ناکامی بوجہ تاخیر
مسجد سے الگ چوراہے پر بشکل راہ گیر بیٹھے تھے گھوڑے کی ٹاپ سُنکے دائین بائین ہو گئے نگار عالم

پائیلین اُٹھا اوبھی کی طرف پھر آ تختہ کھولا زخمیون کو ٹٹولا غشی مین پاکے دونون کو اٹھا کے گھوڑے
پر لاد لیا تھوڑا از جنس نقد با دل شاد لیا گرتا پڑتا قریب نصف شب مع دونون جان بلب مہمانسرا مین آ
مقام کیا اپنے تحفظ کا انتظام کیا بھٹیاری سے کہا ہمین ایک شخص ایسا لادو کہ ٹھگ اُچکون سے
پناہ ہو اُسنے عرض کیا بلیان لون خانہ زاد کا گھر والا نشۂ جرات کا متوالا ایسا ہی جسے دیکھے بھوک
پیاس جاتی ہی بادی چوتون کی بائی پچے ہیبت ہوش اڑاتی ہی اسکو تو ایسے ہی شخص کی تلاش تھی
بولا اچھا اچھا بُلا اُسنے جورو سے سُنکر لٹھ سنبھالا نگار عالم کے روبرو آ خوب تاک جھاک کے
دیکھا بھالا فی الحقیقت عجب اُچکا سا امرود ڈیڑھ مٹھی ایک بالشت کا پدا سا قد پر لحیم و شحیم از حد سامنے آ
بیٹھ گیا نگار عالم نے مسکرا کے کہا میان پہلوان کیا تمھارا نام ہی اُسنے ہاتھ جوڑ کے عرض کیا
جی پیر و مرشد سمجھنے کا کام ہی مجھے دانا لوگ مٹروا کہتے ہین بدمعاش جواری پچھتے
رہتے ہین نگار عالم نے ہنسکے کہا بھئی تمھارا جھگڑا تو بڑا ہلکا ہی اُسنے کہا حضور چھ پنسیری کا
بھرپور بیبھنگ گھٹنا کٹھل کا ہی پوچھا نوکری کروگے بولا کیون نہین نگار عالم نے کہا اچھا آج سے
ہمنے تمھین ایک اشرفی روز پر نوکر رکھا رات بھر ہمارے پلنگ کے برابر چوکی دیجیے
روباہ بازون کی باتون چیتون کا دھیان نہ کیجیے مٹرو تو انکی سرگذشت سے ماہر تھے
بولے جو کھری کہے سو مار کھائے بھلا جب آپ سا شیر نر ایسے گیدڑ خر کی گیدڑ بھبکی سے
ڈر جائے تو پھر اور کسی یار کی جرأت کب شمار مین آئے میرا نام تو اتنا ثقیل ہی کہ جو مجھ سے
زبان لڑائے پیٹ پھولے گھبرائے جسکے آگے ہون اگر نفخ شکم سے نخود مرے تو کر پاندھان کی
دیا سے ساٹھی ٹکڑے کرون ایک کو دو دو کو چار کرتا ہون چودھرائی کی سرسون اسمین جو عار
کرتا ہون مٹرو کے آگے اگر مینڈو آ کہین کہ مین رستم صور ہون تو کہون پس آگے میرے لٹھ کے
نیچے کہ مین جوان ادھا دھندرن صور ہون کُلُّ قَصِیرٍ فِتْنَۃٌ فی الواقع بالکل اُس جوار کے
جواری چور اور بٹمار کا یہ اُستاد تھا سبھون سے مٹھائی رکھاتا چوتھائی بٹاتا صدہا فن یاد تھا
نگار عالم نے جب دیکھا کہ اس جونگی کی بڑ دون پر ہی سیف زبانی سے آمادہ ایک

اس سے کہ یہ آئے جنیر مطلق نے مطلع فرمایا اتفاق سے جس مقام پر بہرام اسکو بٹھا گیا تھا اُس جگہ ایک تہ خانہ تھا
غریب الوطن بے گور و کفن کا مسلخ وہ سیہ خانہ تھا اسکے بیٹھتے اُس سے ایک صدائے حزین آئی
کہ اے اجل رسیدہ کیون دیدۂ و دانستہ جان کھوتا ہی مفت ہلاک ہوتا ہی اسنے متوحش ہو کر ادھر اُدھر دیکھا
تو تخت کے نیچے ایک دروازہ مقفل نظر پڑا یہ دیکھکے تخت سے اُتر پڑا اور قرولی کی نوک سے تالا کھولا
ہاتھ سے ہر طرف ٹٹولا اندر سے ایک شخص بولا کہ کیون مجروحون کو چھیڑتا ہی دہن زخم اُدھیڑتا ہی اسنے
بھچک کے ہاتھ کھینچ لیا جھٹپٹا تو تھا ہی شمع اُٹھا اوبھی کے اندر اُجالا کیا دیکھا دو حسین تا دم واپسین
گویا ہین **قطعہ بہار لکھنوی** جی کے ہاتھون نہ کہین جان کے ماتھے جائے
ملک الموت کو پہلو مین بٹھا رکھا ہی ٭ قبر تک ساتھ مرے چلیو تو ای داغ جنون ٭ عمر بھر
تجکو کلیجے سے لگا رکھا ہی ٭ نگار عالم نے باصد الم کیفیت پوچھی اُنھون نے کہا محل تقریر نہین
مقام تدبیر ہی ہماری صورت ساری کیفیت کو نظیر ہی ہوشیاری کو کام فرما اللہ خود کو بچا اسنے
بادل دردمند تختہ بند کیا ہیبت نے حال چند در چند کیا اتنے مین وہ سفاک بعزم ہلاک
آپہونچا عیاری سے بہت جھک کے دور ہی سے رُک کے آداب بجا لا شربت کا پیالہ پیش کیا
اسنے جیسے ہاتھ مین لیا اُس قرمساق نے موافق دستور قزاق جس طرح پھانسی کا موقع
نپا کے یہ لوگ حلق پر ہاتھ لگا کے گرا دیتے ہین پھندا لگا دیتے ہین ہاتھ کی گادی اسکی گردن
مین لگا دی بسکہ یہ متنبہ ہو چکا تھا اسکے وار پر رُکا تھا چھوٹتے وہ قرولی کا ہاتھ مارا کہ جگر
پارہ پارہ ہوا سینہ چور چور سارا ہوا پھر تو بے تکلف اُس ننگ خاندان کے کپڑے اُتار وہی بھیس بنا
بہرام کی سمت آیا اُسنے ہرمز سمجھ اپنی زبان مین پوچھا دھر ناس کر تھوک پایا اسنے وہ درجن خلخال کا
کمر سے نکال سامنے ڈال دیا بہرام نے مارے خوشی کے سر سے شملہ اُچھال دیا اور اسکی
جان فشانی کی بڑی ثنا خوانی کی پھر فرط فرحت سے کہا ہماری نوشدارو لاؤ صہبائے سرخوش
منگاؤ نگار عالم نے وہی جام ہوش آشام جو اسکے واسطے بہرام کے غلام نے بنایا تھا پلایا حلق
کے نیچے اُترتے پیالہ پھینک کے قلابازی کھا گیا فرش ہی پر غش آیا نگار عالم نے بہ اطمینان تمام

ربط اُسکو تھی چاپ پاتے قبضے کی کٹوری بندوق کی مہری سے جوڑی اور ٹوپی قدمون پر رکھدی بسکہ
گھاٹ پر تھا یہ فقرہ دل سے ڈھال سینہ سپر کردیا کہ افسوس پیارے جو یہی بدا ہو کہ آقاے نامدار اپنے نمکخوار کو
مارے تو بسم اللہ دیر نہ کر اپنی سی کر گذر یہ کلمہ نگار عالم کے گوش زد جسدم ہوا ہاتھون کے توتے اُڑے
یکگز دو فاختہ کا عالم ہوا مشہور ہی یہ فرقہ از حد کیّاد ہوتا ہی چھتیس فن یاد ہوتا ہی بہرام کو منجملہ اور فنون کے
یہ فسون بھی یاد تھا کہ انسان کے بولتے سارا پتہ و نشان بلکہ تین پشتون کی داستان معلوم کرلیتا پکا اُستاد تھا
بولا آہا آپنے مجھے نہین پہچانا واے زمانہ مین تو آپکا بیرم خان کا کاہون جسنے گود مین کھلایا بیس سال سے
جناب ظل اللہ آپکے قبلہ گاہ کی ناراضی و ملال سے نکل آیا صد حیف ایسا جلد آپنے دل سے
بھلایا نگار عالم کو یہ پتے کی سُنکے یقین آگیا جنبش مین دل حزین آگیا انجام کار نہ سونچا بندوق
پھینک سینہ سے جا لگا بہرام نے جب دیکھا افسون کارگر ہوا ٹھک ٹھک سے بچا بہ لطائف الحیل
ٹھگا ہاتھ پھیلا چھاتی سے لگا خوب بھینچ بھینچ پیار کیا جھوٹے موتیون کو نثار کیا بہت سا
رو دھو بولا آپ اپنی آتو جی کو چلکے شاد کیجیے خانۂ ویران آباد کیجیے نگار عالم ان ابلہ فریب باتون مین آ
راضی ہوگیا سارا قضیۂ گذشتہ ماضی ہوگیا بہرام اسکا اسباب اُسی گھوڑے پر بار کر اسکو بیگاری سا
آگے دھر اپنی کوٹھی کی سمت چل نکلا تھوڑی دور چلکے نگار عالم کے پانوٗن سوجے تکلے کی صورت
بل نکلا جسدم گھر کے اندر پہونچا دیکھا از سرتا پا سجا ہی دولھن کی صورت بنا ہی پر لعنت اللہ
ایسے مقام پر جہان ہزارون کا مال مار کر جمع کیا تھا حساب کیجیے اُسکے باپ کا خرچ کیا تھا اسکو بھی
تازہ الّو سا پھنسا لایا شکل نقش مراد کرسی پر بٹھایا لیکن لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ
بے ارادت خاک کچھ ملتا نہین بے اجازت ذرہ ہلتا نہین بقول نظامی ؎ نہ بارد ہوا تا نگوئی ببار
زمین نا ورد تا نگوئی بیار ۔ شان جباری دیکھیے کہ اُس جابر پر کیسی بیتی اور اُس صابر پر کیسی گذری
بہرام کا غلام ہرمز نام قتل پر مقرر تھا مسافر کا گردن مارنا اُسی کے سر تھا موافق عادت بہرام نے
نگار عالم کو بٹھا باہر آ اُس سفاک کو بلایا قتل کا ڈھنگ بتایا وہ نطفۂ حرام اسی کام پر معین تھا معًا
پانی کے جام مین داروے بیہوشی گھول کے بحیلۂ شربت اس تشنہ لب کے پاس لایا یہان قبل

اس دشت اخضر مین گذر ہوا ہنوز سیر سے طبیعت سیر نہوئی تھی گلگشت دشت پر فضا مین کچھ دیر نہوئی تھی
کہ دفعۃً گرد صحرا کے گرد نمود ہوئی بر سر کدورت گردش چرخ کبود ہوئی اسنے غور کرکے جو دیکھا چار سمت سے
کالی گھٹا کی صورت ایک دل رشک بادل زرہ پوش تیغ برہنہ بر دوش اُمنڈا آتا ہی ہالۂ خورشید کی شکل
اس مہروش کے گرد بقول کلیم ع چو خور بہ ہالہ نشیند دلیل جنگ عظیم + حلقہ باندھتا جاتا ہی یہ زہرہ
جبین دلدادہ اگرچہ پیادہ تھا مگر جرات مین اُن شاطر شہسوارون سے کہین زیادہ تھا دیکھتے ہی تیور پر
بل آگیا بسرعت تمام تراون کندۂ ناتراشیدون پر چقماق کو سر کیا من چلون کے دلون کو داغ دیا
ہیچمیرز ع گولی ہی سر وہی سر دشمن کے لیے پر + افسوس ہی بندوق نے سب حوصلہ توڑا + ایک ہی
فیر مین اکثر کا خاتمہ بالخیر ہوگیا جی چھوڑ کر ہر ایک کا ہوش سر سریع السیر ہوگیا بہرام نے جب دیکھا
کہ کوئی دم مین کام تمام ہوا چاہتا ہی نام بدنام ہوا چاہتا ہی ایک بارگی سوارون کو للکارا
کہ خبردار جانے نپائے آگے قدم بڑھانے نہ پائے نیزون پر اُٹھالو دم بھر مین اس سنان باز پر الم کا
نشان مٹا دو یہ سنتے ہی اُن بداخترون نے سنانین تان تان گھوڑون کو ٹھکرایا اس خورشید پیکر کو
مثل شعاع نیزون سے گھیر کے سورج مکھی بنایا نگار عالم نے جسدم دیکھا سواے سینہ سپر کرنے کے
صورت مفر نہین جھپ کمند کا لچھا سنبھال بہرام کیوان سیرت کی گردن مین ڈال جھٹکا دیا حلقۂ زلف
پیچان سا سیہ بخت کے دوش پر لٹکا دیا پھستے سنیچر صورت کی سُدھ بُد گئی زبان نکال کے زمین پر گرا گھوڑا نعل
در آتش گھر کی سمت پھرا بہرام نے جب غور کیا کہ سارے دیدبان یعنی دیکھنے والے جو صبح و مسا ہمنوالہ
وہم پیالہ گلچھرے اُڑاتے تھے اُڑ بھاگے غنیم کے بخت جاگے اسکے ماورا میرے سوا سب چین مین رہے
لائیے اب کوئی چال کیجیے اس چابک دست کو مار لیجیے کہ کاربین مین رہے ورنہ نصیب اعدا اگر کسی
گھات سے اپنے ہاتھ سے یہ شیر بچا تو کتنے جزائر ویران ہوجاوینگے کاربین و بیان نہین جو سامان
ہوجائینگے یہ جی مین ٹھان جلدی سے ایک فرشی سلام کیا نگار عالم نے دل سے یہ کلام کیا کہ یہ
مکار جانے نہ پائے ایسی گولی مار تول کے کہ رستم کی گور تھرائے کارطوس و اشکبوس کا نام صفحۂ دہر سے
دھو جائے بدین خیال فی الحال بندوق کو بھیک کر لبلبی پہ ہاتھ دھر چاہا سر کرے لیکن چونکہ تلوار کی

وتسدیس سے کوسون کا مفاصلہ ہی یعنی نظر مخالفت سیارگان متصل ہی اختر اول ساتوین کے
مقابل ہی اتصال زحل و مریخ نیرین ہی قران الحسین ہی جس کیوان ہمم برجیس شیم کا نام عدداً
وحرفاً جفت ہی اُس سے مقابلہ کرنا جان بالاے طاق دھرنا سراسر مرنا مفت ہی جسدم تیر اُس
بہرام گورگیر کا گوشہ کمان رشک قوس سے سر اُٹھاتا ہی قدر انداز قضا و چرخ چاچی الامان چلاتا ہی
ثور سپہر و جنین شب کا حمل ساقط ہو جاتا ہی اور شمشیر کے بلی جب وہ ببر کھولتا ہی تو اسد چرخ
پاس ادب سے سر تان کر کھو جاتا ہی دو پیکر ہو جاتا ہی گرز گاو سر کو دیکھکر برج ثور خاکی مزاج خود کو
میزان زبرجدی مین ذرہ کا ہم پلہ تولتا ہی خود و بکتر کے ڈول پر دلو فلک ڈانما ڈول ہی کمند
پیچدار کے ہر تار پر سنبلہ مبہوت تار بنار کو خوف سے سلس البول ہی بچھوے کی وہ نوک دم چال
ڈھال اور روانی ہی کہ عقرب سپہر آبی مزاج پانی پانی ہی ولایتی کی آب و تاب دیکھکے سیفۂ کہکشان
انجم کے دندانے پر گئے عاری ہی شکل منشاری آشکارا ساری ہی افلاک آب جواہر انجم مین خنجر
مریخ بجھانے کو لآلی کواکب ہلال کے کھرل مین دستہ گردش ایام سے صبح و شام گھوٹتے ہین نیزۂ
اژدر پیکر کو دیکھکر تنین فلک کے دل پر سانپ لوٹتے ہین مگر باوجود جلادت اُس مہر پرور کو ترحم کی
عادت ہی اسپر جو تیرہ اختر سیہ ایام بالتیام نہ پیش آئے اُسکی شامت ہی تجھے ای بہرام
لازم ہی کہ اُس شمس مروت سے باآشتی پیش آئے تا بحکمت عملی مطلب ہو جائے کہ احتراق اختر کو
محترق بے اشتباہ کرتا ہی محاق ماہ کو روسیاہ کرتا ہی منجم سے یہ سُنکے بہرام شکل مریخ بزجر و توبیخ پیش
آیا بہ تپش کمال سوے سلاح خانۂ خویش آیا شمشیر کجبازی سپہر پیر اور نیزۂ دو زبان طعن زن
سماک اعزل ہیبت نشان اور کمان خمیازہ آسمان ترکش تیر روکش گوش فلک پر موطن خدنگ
آہ دلگیر اور سپر داغ آہ سیہ بختی کو جسپر چرخ کے نیل کی مٹکی کی ڈھالتی تھی پشت پر ڈال موقع
موقع سے سب ہتیار سنبھال شبدیز ہمتاز گردش ایام خویش پر سوار ہوا چار سو قزاق ہمرکاب
بعزم گیرودار ہوا اب شہزادہ نگار عالم کا احوال سُنیے جسدم باغ ناہید سے رخصت ہو کر مع
جفت خلخال رشک ہالۂ بدر کمال با خاطر نڈھال رہ سپر ہوا شدت صیف مین کڑی منزلین کاٹ کر

تہی مغز کو دیکھ چکر تھا از راہ ریگستان ثوابت ثابت ہوتے تھے غول رشک راس الغول ہر ماہ و سال
سورج مکھی کے پھول اور چاندنی کے کھیت اُسی ریت مین بوتے تھے ستارون کے حق مین سوہان
روح صحرا کی ریتی تھی زنگ آئینۂ آفتاب کو ریت کی جلا دیتی تھی جو بگولہ تھا نیازک کا شعلہ تھا ترفع ہر کوہ فلک
پر شکوہ کی عزت اُتارتا تسلسل آبشار ہر جویبار آب شمشیر کہکشان کے گھاٹ پر دھار مارتا سورج کی
کرن شاخہاے سایہ دار اور عمود سحر کے نخل نایاب تھے ثمر سپہر کے پھل اور پھول سپر آفتاب کے بیحساب تھے
دن کو دھوپ رات کو انجم کو اُتارا تھا چاندنی کے کھیت مین ماہ مجروح کو مارا تھا یعنی چاند اُس ریت
پر کھیت رہا چاندنی نے کھیت کیا تھا چکاوک دشت غزالان سرمست گلگشت پر نسرین سپہر و غزالین
فلک نے مرگ چھالا اوڑھ کے پر مہنس کا بیراگ لیا تھا کبک دری مین نشرہ کوکب دری کی خاصیت
کلی شیرون مین اسد چرخ کی عادت جبلی سگ صحراے کلب الجبار کے سگے بھائی سبزہ خوابیدہ کے
پیچھے یہ اشہب سبز رنگ سپہر کرنگ گھانس گھا گیا بیہودہ صبح و مسا سر دھنتا ہی تنکے چنتا ہی نیل گاو ایسی
نازک کہ اگر ثور سپہر و پیل فلک بنظر تعشق دیکھ لے تو تمام ڈیل مین نیل پر جاے بلکہ غزال روح ہرن ہو جائے
زحل ہندو ہتیا ہرن نہاے اور طاؤس چرخ اخضر تن من مار کر اُس جگہ پر ایسا سانپا تھا
کہ اگر کوئی اُس دشت کا بُرا چیت کے افعی و اژدر کا نام لیتا تو عقرب کا بچھوا مار دیتا ملخص
کلام یہ دشت فلک اطوار ستم انجام بہرام نامے ایک حرامی کے عمل و انتظام مین تھا سیاحان بادیہ نورد
و گردش زدگان سپہر بیدرد کا مسلح شارع عام مین تھا نام گرفتہ قطاع الطریق نے یہ طریقہ پکڑا تھا کہ پہلے
ہر روز دو چار خون گرفتگان جانسوز پر ہاتھ چھوڑ کے نہاتا پھر بد اختر منجمون سے پوچھکر دشت مکدر مین
آہاتھون کی صفائی دکھاتا چنانچہ آج جسوقت ترک سپہر نے پیک رائگانی قمر داغ بر جگر آسمانی کو
ہر شہاب ثاقب سے مار اُتارا اور پاسبان فلک نے بنات النعش کے کھٹولے پر ڈالکر مغاک
مغرب مین بادل فکار لا اتارا بہرام سیہ ایام نے حسب معمول شانہ بین سے آج کے شکار کا کل مو بمو
احوال پوچھا اُسنے روز سیاہ کالی بلا ٹال بالکے زلف شاہد مطلب کو یون آراستہ کیا کہ اگرچہ آج
ایک دولت بیدار سے مقابلہ ہی مگر جبر و مقابلہ و تربیع کہ اصلاح تنجیم مین عبارت دشمنی سے ہی تثلیث

طرفہ سانحہ نظر پڑا کہ وہی لنگڑی دیونی جسکا پانؤن کاٹا تھا تلوار نے لہو چاٹا تھا خونخواری کی
چاٹ مین جن نے خلخال دیکے کڑا زخم پازیب کیا تھا اس پری وش کو آسیب دیا تھا ہر بار ہر میخوار کی
ساقی بنتی ہی گاڑھی چھنتی ہی یہ نشان پاتے سارا غم بھولا غنچۂ دل پھولا سوچا ایسا نہو پھر یہ بلا مجکو
ٹہلائے تو کچھ بن نہ آئے یہ سمجھکے جھپ صندوق کے نیچے سے اُچک اُچکا سا بیدھڑک اُس مجروح
شمشیر شامت دامنگیر پر آپھسل پڑا چھوٹا بڑا اُچھل پڑا کہ یہ کون بلاے بالائی حال مین فال دہی مین موسل بے محل
آئی سب ہان ہان کرتے رہے اسنے ایک نہ سُنی آتے ٹانگ لی اور فرش پر کھینچے کھینچے پھرا تا کہین موقع
ملجاے کہ دوسرا ہاتھ جمائے پازیب ہاتھ آئے دودھ کا جلا چھانچہ پھونک پھونک پیتا ہی اُس قحبہ کا جی
میٹھے پن سے مسکا جاتا دہشت سے گھگھی بندھ گئی کلیجہ بیٹھا جاتا کہ ایسا نہو دوسرا چرکا لگائے
حاضرین گھبرائے کہ یا الٰہی یہ کیا آفت آئی پوچھا صاحب آپ کون ہین کہان سے تشریف لائے ہین
کون ایسے قصور اس مردار سے ظہور مین آئے ہین اسنے کہا تم کیا جانو مین نے ایک عالم تنہا خود کو
عیش و آرام سے کھویا مدت کے بعد اس اُچھال چھکا کو پایا ہی قدرت رب ودود سے یہ موقع ہاتھ آیا ہی
اب بے حصول مطلب اتنی دور آکر ربڑی ربڑ گوارا نہین کر سکتا وہ لوگ سمجھے یہ بگڑے دل بغیر چرکا
لگائے زخم پر زخم پہونچائے مانیگا نہین خوشامد کرکے دھیرا کیا پوچھا صاحب کا مطلب کیا ہی
اس اضطرار و تیز دستی کا سبب کیا ہی ہمین ارشاد ہو بسر و چشم بجا لائین ابھی حاضر کرین حضور جو کچھ
فرمائین تھوڑے عرصے مین جب انکی طبیعت استقلال پر آئی اپنے فعل قبیح پر نادم ہوکر اُسکے
پانؤن چھوڑ کے اول سے آخر تک ساری سرگذشت کہ سُنائی وہ سب پرستان کی پریان تھین
الھڑ کم سن ایک دوسرے کی ہم سن و ہمجولیان تھین انکی حرکت بیجا دیکھکر قہقہے اُڑانے لگین چھیڑ کرکے
بنانے لگین اس چرب زبان نے ایسی باتین چکنائین کہ وہ شمع عذار باتی بات پسار کے پھسل
پڑین پھر تو اسنے پروانگی پاکے تمام رات خوب دھوئین اُڑا بغلین گرم کین صبح ہوتے اُٹھکے
پازیبین لین پھر اُسی ترکیب اُتر کے چل نکلا برق و باد سے افضل وہ پائے شل نکلا لکھتے ہین
کہ ناہید و زہرہ پیکر کے باغ سے تھوڑا ہٹکر ایک صحرائے پر فضا زبان زد بدشت اخضر تھا چرخ سبز

صندوق سنگین کا قفل کھولا العظمۃ للہ دشمن کو بھی نہ دکھائے خدا جو کچھ دیکھا مانند لعل سپید میان سنگ
بلور ایک معشوقہ باوقار رشک حور مردہ چشم منتظر و لب برلب نہادہ گویا سوتی ہی حسرت آنکھون سے
ظاہر ہوتی ہی اکرام علی خان حسرت ؎ پس فنا بھی ہماری کھلی رہین آنکھین ٭ تمھارے
آنے کا یہ انتظار رکھتے ہین ٭ واضح ہو کہ یہ مکان و نعش ناہید عاشقہ جگر پاش پاش کی ہی جسنے نگار ارم
کے سامنے تڑپ کے دم توڑا تھا فلک جفا پسند پر گزند نے اُسکا وصل اُسدن پر چھوڑا تھا آپنے کشتۂ فرقت کی
لاش دیکھ کے بیچین ہوا لب پر گذر شیون و شین ہوا بلکہ بقول حسرت ولہ تیری صورت دیکھتے ہی مر گئے ٭ ہم سے
ملک الموت نے دھوکا کیا ٭ آخر خود جی مین آیا کہ سنگ تابوت سے سر ٹکرا ہمسر ہو جیے مر جائیے جان سے
گذر جائیے ایک بارگی ایک طرف سے آواز آئی کہ ای نادان کیا غضب کرتا ہی کیون مفت الزام
سر پر دھرتا ہی ایک تو تیری فرقت نے یہ نوبت پہونچائی دوسرے پس مردن نعش پر آکر روح تڑپائی
تیسرے اب جان دیکے منہم کر تازہ ستم کر اس ندا سے نگار عالم گھبرایا یہ کیسا فقرہ سننے مین آیا
کون کشندہ کسکا کشتہ حواس چھوٹ گئے پاے حس حرکت ٹوٹ گئے گھبرا کے پوچھا براے خدا جلد فرما ماجرا
کیا ہی خطاب ہوا جس کام کو تو آیا ہی ابھی وہ کام کر اگر پختہ کار ہی تو اسکا نہ خیال خام کر ہنوز اس پر سوزنے
کچھ منھ سے نہ نکالا تھا دیکھا تو ہر طرف اُجالا تھا چار سمت سے آواز مہیب جیسے بہت سی چکیان چلتی ہین
آنے لگی تڑاقے کی صدا در و دیوار سنانے لگی یہ معلوم ہوا کہ زمین و آسمان شق ہو گیا رنگ شفق مثل
روے اُفق فق ہو گیا یہ خوف زدہ اُس صندوق کے نیچے چھپ رہا بعد لمحہ دیکھا سقف و جدار و زمین
ہموار سوراخ دار ہو گئی چشم حیرت زدہ نقش دیوار ہو گئی ہر طرف سے عجیب غریب ہیئت کے غول
مرد و عورت کوئی کریہ منظر کوئی خوبصورت نکل آئے تا سہ دری بر محل آئے یہ دہشت کھا کے
درود پڑھنے لگا آیۂ کرسی سورۂ جن گن گن دم کرنے لگا خفقان بڑھنے لگا انمین کا جو مبتلاے محن
روزن سے تابوت تک آیا رو یا پیٹا چلایا تھوڑی دیر کے بعد سب صندوق کی زیارت کرلے
خوشبو اور پھول دھر کے آپنے اپنے مقام پر اُڑ گئے جب ہنگامہ فرو ہو کر چند جامہ در باقی رہے
پس مین اکل و شرب کے چرچے ہوے چشم صراحی سے دریا بہے چپکے بیٹھا بنظر تعمق دیکھ رہا تھا

اور یہ دشت و کوہ طلسم اس صاحب اسم کی خاطر بنا پایا اُس صاحب پولاد جسم کا بنایا ہی جس گمراہ کو تو نے
جہنم کا راستہ بتایا ہی قہر قہار سے یہ کافر نابکار اس برن مین ہو گیا غرق آہن ہو گیا اور مین رعد ہون
اسی طرح ہمیشہ جہان حکم ہوتا ہی جاتا ہون منھ برساتا ہون مامور بامر سعد ہون اسی گفتگو مین
تھا کہ اسنے دیکھا سرحد مصر پر کھڑا ہون پُر از سر تا پا کانچ کا سا ہرا ہون نہ وہ رنگ نہ روپ سبز سرخ ہی
ابر نہ باد تڑاقے کی دھوپ ہی سامنے نگاہ کو جو دوڑایا ایک دیوار کا آثار نظر آیا تپش آفتاب عطش
آب سے سیماب وار جانب دیوار قطرہ زن ہوا چشم تر خشک دہن ہوا جسدم قریب پہونچا دیکھا گرد احاطہ
دو سوار سبز پوش گزر گران بر دوش بہ نرم گامی گشت کرتے ہین ہر بار سامنے سے گذرتے ہین
یہ آنکھ بچا ایک جھاڑی مین جا چھپا موقع دیکھنے لگا تھوڑی دیر مین وہ دونون ایک جانب غائب ہو گئے
نظرون سے کھو گئے یہ آہستہ وہان سے نکل کے اُس حصار عجیب کے قریب آیا رہگذر کا پتا نہ پایا ہر طرف
جب خوب غور کیا دیوار پر ایک بیل کا بونڈا دکھائی دیا یہ اسی کے سہارے سے احاطہ کے اندر اُتر گیا
وہ سنسان ہو کا مکان دیکھ کے جیتے جی مر گیا زندگی سے سیر تو تھا ہی ذرا نہ دل مین تو لا بیخطر ادھر اُدھر
پھرنے لگا ضعف فاقہ سے گرنے لگا ایک طرف صحن مین کئی درخت کسی میوے کے از سر تا پا پھلون سے
گندھے گرد گنگا جمنی کٹہرے رنڈھے نظر پڑے بصد مشقت بہزار دقت وہان تک پہونچ کے حوض مین غوطہ
لگایا اگلا رنگ و روپ پایا وہی پھل کھا کر پانی پیا از سر نو جیا بارے پھل کھانے سے ذرا لہو سرور ہوا
کربت مسافت دور ہوئی طبیعت پر مسرت کا وفور ہوا ٹہلتے ٹہلتے بارہ دری کے اندر گیا دیکھا تو
آپسے باہر ہوا ڈر گیا بالکل مکان اُجڑا پایا سوز دل حرارا لایا حسرت در و دیوار سے لپٹ لپٹ کے روتی تھی
بیکسی تنہائی پر جان کھوتی تھی ناگاہ دیکھا کہ سہ درے مین بے محل سنگ مرمر کا ایک صندوق مقفل رکھا ہی
برابر اُسکے ایک آئینہ مصقل رکھا ہی تالیان دونون ہاتھ سے بجتی ہین موجین نشۂ محبت کی کسکو پجتی ہین
کلید جذب دل یہ تالا کھولتی ہی شش طالب صادق مطلوب کی سمت رولتی ہی اگرچہ بند تھا لیکن کھل گیا
نہ رہ سکا تالی تلاش کرنے لگا اتفاقاً اُس کنج تاریک مین تالی ہاتھ آگئی تاب و تحمل گیا ہر چند وہمہ نے
جانب وہم رولا لیکن اس شکیل نے ایک نہ سُنی بے کھٹکے سخت جان ہو کر جھڑ سے

نکتہ

کہا کیون رے تو کیون یہان آیا کسنے تجھے یہان کا ٹھکانا بتایا سامنے سے ٹل جا اسمین خیر ہی وگرنہ
دم مین تیرے شر کا بدلا ملجائیگا مفت جان گنوائیگا سر دست ایک ہی ہاتھ مین خاتمہ بالخیر ہی یہ نڈر دوڑ کر
قدمون پر گر پڑا پشت پا سے آنکھون کو رگڑا اور عرض کیا برائے خدا ای شاہنشاہ اس کشمکش سے چھڑا دے
ایک ہاتھ لگا دے از بس وہ محبوب کردگار رحیم مزاج تھا تاسف کھانے لگا سر پانون پر سے اٹھا فرمانے لگا
اگرچہ لایق عفو یہ قصور نہ تھا تیرا قتل میرے نزدیک دور نہ تھا مگر کیا کرون تیرے حال سے واقف
ہون کیونکر خطا سے نہ درگذرون تو نے ایک مدت کی مشقت خاک مین ملا دی دل لگی کی نشانی
مٹا دی مگر ع اب جو پچھتائین تو پچھتانے سے کیا ہوتا ہی ٭ وہی ہوتا ہی جو قسمت کا لکھا ہوتا ہی ٭
یہ محجوب سر جھکائے نادم و خجل پا بہ گل دو زانو سامنے بیٹھا رو رہا تھا کہ اسمین ایکجانب سے سلام علیک
کی صدا آئی اس پیر روشن ضمیر نے گردن اوپر اٹھائی سلام کا جواب دیا تفتیش مین غنچہ سربستہ وا کیا
اس متوحش نے متحیر ہو کر بالاے سر جو نگاہ کی دیکھا ایک ابر کے ٹکڑے سے آواز آرہی ہی برق قدرت چمک
دکھا رہی ہی کہ بصرے کا عازم ہون اجازت ہو تو جاؤن شاہ صاحب نے رخصت دی اسنے راہ لی
اسی طرح دوسرا آیا اسنے بھی ایسا ہی سنایا تیسرے پارۂ ابر سے پوچھا وہ گرجا کہ مصر کا ارادہ ہی اس کامل مرد نے
فرمایا یہ مرد سادہ خانمان آوارہ دلدادہ ہی اگر مناسب سمجھو مصر کی سرحد تک اسکو پہونچا دو یہ سنکے
وہ بادل کا ٹکڑا اوپر سے گھٹا نیچے آکر ایسا بڑھا کہ گرد اس ماہ دو ہفتہ کے ہالہ ہو گیا پانون زمین سے
از خود اٹھے عالم دوبالا ہو گیا اور ہی تخیلات اسکے دل پر بیٹھے تن ہمہ تن پالا ہو گیا کیفیت مزاج بدلی
بدن پانی پانی ہوا برق اضطرار چمکی رعد نالہ مصروف باشک فشانی ہوا دل کڑا کر کے پوچھا
ای رحمت خدا جلد تر بتا تو کون دریا نوال ہی کیون اس دشت کا یہ احوال ہی اس سے آواز آئی ای
اسیر یاس اتنا بدحواس نہو خاطر جمع رکھ استقلال ہاتھ سے نہ کھو تیرے حال پر رحمت ذوالجلال کا جوش ہی
عطا کوشی پردہ خطا پوش ہی اب تو بند غم سے چھوٹا رشتۂ قید ٹوٹا کریم کارساز سامان بخش بندہ نواز نے
مجھے اس حیلہ سے بھیجا ہی تو ابھی مغز مطلب کو نہین پہونچا ہی یہ شخص اس جگہ کا قطب ہی
جناب وحید زمان قطب الاقطاب عبد الرشید عبد الرحمان کا دیکھنے والا بنظر تناسب ہی

یہ معلوم ہوا کہ جی تن سے نکل گیا ایکبارہ نابکار بلبلا کے گونجا دشت تہ و بالا ہوا نالۂ الامان ہر طرف سے
دوبالا ہوا پکارا ای نادان سست بنیان کیون صحراے سنسان مین قدم رکھتا ہی جا کہا مان ورنہ ایک
آن مین بے نام و نشان ہو جائیگا صاف حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے دھو جائیگا یہ برجیس شیم شیر اجم
تیور بدل بولا کہ ای تمثیل زحل اسیر اجل مین تجھ خس ساحل نقش باطل کا مٹانا حرکت لاطائل امر لاحاصل
سمجھتا ہون شیطانی ڈھکوسلا لاحول سے اُجڑتا ہی نقش خاک بے چھوے چھو سے اُڑتا ہی مین ایسے
خرافات سے عمداً بچتا ہون اُسنے پھر کہا دیکھ ابھی تک خیر ہی ضد اور عقل سے بیر ہی ایک خدنگ
باد ہوائی سے ناحق برباد ہو جائیگا کوئی مٹی کا بھی پتا خاک نہ پائیگا اسنے کہا تجھے قسم ہی کہ اب نہ بار کر
اپنا وار کر اُسنے تاسف کیا کہا خیر تیری اجل گریبان گیر ہی میری کیا تقصیر ہی لے ہوشیار ہو
یہ کہکے تیر بے تاخیر چلّے سے سر کیا شست و مشت سے گذر کیا قریب تھا دو سار ہو پلّے پار ہو پر بے موت
کسنے مارا ہی بارہا دار سے اُتارا ہی اس بے پر کے قریب سر پہونچکر ایسا پتّا یا کہ پتّا سا اُڑ کے بائین طرف
مڑ کے سن سے نکل گیا زد سے اوچھل گیا ماوراے دلیری فن سپہ گری مین بھی یہ طاق تھا بہت
چُست و چاق تھا دو زانو ہو سنبھل بر محل چقماق دونالی قیامت کی بھری آنکھون پر خالی کی پڑتے ہی
اُس شل نے کئی ہاتھ اُچھل زمین پر گر کے زار و نالی کی اُس چابک دست نے نیمچہ پکڑ جھپٹ کر ایک ہاتھ
چھوڑا حریف ضعیف نے جی چھوڑ کے رشتہ دم توڑا دیکھتے دیکھتے آنکھون سے غایب ہو گیا
دھوان سا کھو گیا آگے جو گذر ہوا ایک شیر حملہ ور ہوا اُسے بھی اُسی گرم دستی کے ساتھ ٹھنڈھا کیا پھر
اپنا رستہ لیا چند قدم بڑھ کے کالی گھٹا کی صورت ایک پیل مست مقابل ہوا یون ہی وہ بھی جہنم واصل ہوا
کئی روز کے بعد یہ نامراد اُس عجیب غریب طلسمات سے نجات پا کے انواع انواع کے صدمات
اُٹھا کے ایک مقام پر پہونچا دیکھا صحراے سنسان کف دست میدان مین ٹیکرے پر ایک درخت ہی
نہایت سایہ دار بے گل و بار پرانا اُسکے نیچے ایک مرد پیر بادل دلگیر مجذوبانہ آنکھین سرخ
سنگرف گون ہاتھ مین سیف پُرخون بغایت محزون دو زانو بیٹھا بڑبڑاتا ہی بار بار کسی کو پکارتا ہی
اُسنے سامنے آمودب ہو سلام کیا اُس صاحب کشف نے پُر غضب ہو کر اسپر نظر کی اور اسکا نام لیا

تفنگ رنگ پر توڑے دار کے طوطون کا جوڑا تھا بجاے اسپان صحرائی چقماق کا گھوڑا تھا صورون کی
ارواح ٹاپتی پھرتی تھی آندھی بگلی سی گرتی تھی چیونٹی پنکھی کے نام مسہ نہ بھنکتا پر بندوق کا زاغ کمان کی
غراب ہوے کوے سے چلاتے تھے اور پردار تیر بجاے عصافیر پھڑپھڑاتے تھے سطح بیابان کورۂ آہنگران پیاس کی
شدت سے جان بلب یہ جوان تھا صحراے عبرت افزا کو دیکھکے انگشت بدندان پانی کی جستجو مین
ہر طرف دوان تھا ناگاہ نگاہ اس روبراہ کی سراب گاہ پر پڑ گئی پانی کی چاہ مین ایک برچھی سی سینے مین
گڑ گئی دیکھا تو اُس دشت آہن مین کچھ سکاہن سا دور سے چمکتا ہی آفتاب کی جوت سے
قیرگون دمکتا ہی اسنے چاہا گھوڑے کو دبا وہان تک جاؤن اُسنے پانؤن نہ اٹھایا غور کیا تو سمون سے خون
جاری تھا قدم بھر چلنے سے عاری تھا مجبور وہ صور اُتنی مسافت دور اپنے نزدیک پل صراط تصور کر
گھوڑے سے اُتر بمشقت تمام گھسل پھسل اُسکے قریب تر پہونچکر پانی پینے کو ہاتھ بڑھایا یاس نے
پیاس کا حوصلہ گھٹایا دیکھا بشکل شمشیر آہنی تیر کی لکیر ریگ پر کھنچی ہی فرش آب روان سی بچھی ہی لوہے
کو ایسا صیقل کیا ہی کہ چشمۂ آفتاب پر چشمک زن ہی بلکہ آئینۂ مہر مین میلاپن ہی آب آب آہن اور
موج جوہر روشن ماہیان ماہیت گزار نیمچۂ سلیمانی بجاے کشتی تیغ ابروے بلقیس ثانی آب نایاب
کے تو یہ اوصاف بیحساب تھے آب ہوا کا ماجرا سُنیے جسطرح تمام عالم کا دھوان بابل کا کنوان سہتا ہی
ویسی ساری نبرد گاہون کی ہوا جو تلوارون کی سن سن سے جدا ہوتی ہی وہ اس کوہ فولاد پر آکر ایکجا
ہوتی ہی ہر دم صرصر سیف و سموم صمصام کا جھونکا رہتا ہی نگار عالم نے پانی سے ہاتھ دھو اوپر کو جو سر اٹھایا
اور ہی نقشہ نظر آیا دیکھا ایک اہرمن پیکر طلسم پولاد جسم عجب قسم کا چالیس گز کا قد سراپا بد از حد
ایک چہرۂ انسانی دوسرا سراسر خوک کا ہیولانی غول بیابانی تنفس سے پیدا شعلہ لوک کا ایک دہن سے
دھوان دھار زبانہ سرخ شرربار دوسرے سبز گوگرد گون گوگرد کردار موے تن سیخ آتش دیدہ سے
روشن سیاہی کی صورت دیو کی مورت آہنی چنگال عبرت مآل مشعل مثال آنکھین لال لال ہاتھ مین تیر و کمان
کیا دۂ چرخ کبود کی زبان پر الامان جویبار طلسم کے کنارے بے سہارے کھڑا ہی گویا
گڑا ہی اسکی جو آنکھ چار ہوئی سنان خوف سینہ کے پار ہوئی با اینہمہ جرأت دل دہل گیا

بولا ماشاء اللہ باتین بناتے ہو ہمکو اُڑاتے ہو اب چھپانے سے کیا ہوتا ہے ہمنے پرکھ لیا ذائقہ زر راز کی چاشنی کا
محک ادراک نے چکھ لیا حاصل کلام ایسے ایسے فقرے دل سے گڑھے کلمات دم دلاسے کے جڑے کہ زخم
سینہ پر ٹانکا ہو گئے دل و جگر خود بخود پگھل کر رانگا ہو گئے رموز راز کہتے ہی بن پڑے ایک تو کاہش یار دوسرے
خواہش نگار عاشق زار نگار عالم کو سُنکے تاب نہ آئی اُسیدم ادہم صرصر قدم پر سوار ہو باگ اُٹھائی قمر الملک کے
حضور مین آ رخصت طلب ہوا پھر عاشقۂ جگر برشتہ کے پاس آ کے حرف الوداع سُنا کے منزل مقصود کا رستہ لیا
نو گرفتار کا دل خستہ کیا غضب ہوا قسمت کا لکھا کون دھوتا ہی عشق بے پیر کھوئے ہوؤنکو دونون جہان سے
کھوتا ہی یہان بھی نہ آسن جمنے دیے کوئی دم قدم نہ تھمنے دیے پھر ہر طرف ٹاپنے لگا ٹھوکرین کھا کھا کے
کوہ و صحرا ناپنے لگا شب و روز مانند ابلق لیل و نہار باگ شبدیز شیر شکار کی اُٹھائے اپنی خواہش دل نازک پر
بٹھائے دشت دشت کی خاک چھانتا پھرتا محیط غم مین گاہ ڈوبتا گاہ ترتا

گرفتاری طلسم لہاک آہنگر سنگساری سنگ راہ کوہ پیکر خوبی اختر سے باغ اناہید مین پہونچ جانا فائز المرام سمت مقام آنا

ایک روز جسدم حداد سحر مانند گاوۂ آہنگر مع آفریدون طیلسانی و درفش گاویانی علم افراز سر البرز خاور ہوا
اور لوہاک شب مثل ضحاک بصد بیم و باک مغاک مغرب مین کلۂ سر ہوا یہ شوریدہ سر ایک مقام پر پہونچا کہ دور سے
کچھ ابر سیہ سا از سر تا پا نظر آتا تھا پیک سبک خرام کام نکر گام نظر لڑکھڑاتا تھا یہ دیکھکے پہلے تو گھبرایا پھر جی کڑا کر
قریب آیا تو سن آہن گذر کو ایڑ دیکر اُڑایا طرار ابھر کر اوپر آیا لوحش اللہ ایسے مقام سے جہان شبرنگ
خیال کا گذر محال ہو کوہ فولاد جسپر آدمی نہ آدم زاد یہان سے شمشیر زبان لوہا مان کر نڈھال ہو بجاے
سبزہ نشتر زار خار کی جگہ خنجر کی دھار سنگریزون کے عوض خسک آہنی کا انبار برادۂ پولاد بجاے
ریگ و غبار خار خر زہرہ کٹار سے کٹیلا دہن اژدر غار کا تو ٹکا ٹیلا تھوہڑ تدھارا ایسا جس سے
ہاتھی چنگھاڑ کے بھاگے پاے خفتہ جاگے درختون مین پھل تلوار پھول سپر کے نیستان نیزہ ہاے اژدہا پیکر کے
اُنمین شیر بچے جنسے اسد چرخ نہ بچے انسان و حیوان کی تو آہٹ معدوم پر جب کھٹکا معلوم ہوتا
بندوق کی چاپ کان مین آتی خوف سے جان جاتی چارپاے اور طائرون کا توڑا تھا الا ہر شاخ

یا نشتر دار جگر مین گڑا ہی اسی خیال مین اوپر جو غور کیا وحشت نے عجب طور کیا دیکھا تو وہ آدم خوار اُس مردار کا
سینہ فگار کر کے کلیجہ کھا رہی ہی خون اور پانی کی ندی اُسکے بدن پر بہا رہی ہی اس ماجراے حیرت پرور کو
دیکھکر سمجھا کہ مقرر یہ ساحرہ یا کوئی بلا ہی سوچتا کیا ہی یہ تصور دل مین لا پھرتی کے ساتھ قبضے پر ہاتھ ڈالا
چاہا ایک ہاتھ مار دے کشتی عمر تلوار کے گھاٹ اُتار دے اسمین اُسنے کنکھیون سے تلوار کی جھپک دیکھ لی
تڑپ کے اُڑ چلی یہ فداے علیؑ یا علیؑ کہکے گھوڑے کو کوڑے سے چھچکار کئی ہاتھ چابکی کے ساتھ اُڑ گیا اور
صفائی سے ایسا ایک وار مارا کہ صاف شپ سے داہنا پانون اور ہاتھ اُڑ گیا ساتھ ہی اُسکے
ایک چھماکے کی صدا پیدا ہوئی یہ دیکھنے کو اُسکی طرف مُڑ گیا دیکھا تو ایک خلخال سراپا زیب
مرصع کار خاک پر پڑی ہی یاقوت و گوہر سے چشم اختر لڑی ہی اسے لپک کے اُٹھا اُنھین قدم گھوڑے کو
سرپٹ اُڑایا آن کی آن مین اُس پریزاد پرستان کے مکان مین پہونچا یا قمر الملک کے حضور مین حاضر ہو کر
بعد عرض حال وہ خلخال پیش کی حصول سعادت بحال خویش کی اُسنے دیکھ سُنکے اسکی جرأت و سپہ گری
اور خلخال رشک پری کی نہایت ثنا گستری کی صبح کو از راہ قدر دانی وہ خلخال لاثانی ملکۂ شب افروز کے
حضور مین گذرانی وہ نازنین دیکھ کے از حد شیفتہ ہوئی بصد دل و جان فریفتہ ہوئی معاً حکم دیا جسقدر
زرگر اس شہر مین کاریگر نادر ہون جلد تر حضور مین حاضر ہون اور جوڑی اس خلخال کی بصد زینت و زیب تیار کرین
حسب خواہش بنانے کا اقرار کرین اُسی دم موافق حکم قضا شیم اناڑی سناری حاضر ہوے دیکھ دیکھ کے لوہا
مان گئے بس کی گھر یہ جان گئے بیخطر جی کڑا کر پازیب بنانے سے متعذر ہوے یہان سے خطاب ہوا اگر اسکا
جواب نہ گڑھو گے مورد عتاب ہو گے گجر دم توپ دم ہو گے خانہ خراب ہو گے دار پر چڑھو گے یہ سن کر ہر ایک سنکر
سوکھکر کانٹا ہوا خوف سے تانکا ہوا خصوصاً ایک پسر زرگر موسوم بکندن مل رشک قمر کہ ہمشکل چاندی ہی تھا
اور نگار عالم حسن سیت پر کا اس عرصے مین یار غار ہو گیا تھا جان نثار ہو گیا تھا دہشت سے ایسا گلا گھلا
کہ ایک ہی شب مین جدا بند ہوا سونا سوگند ہوا صبحدم یہ سویر دم یعنی نگار عالم جو تاؤ کا مارا اسکے پاس آیا
صورت دیکھ کے سخت گھبرایا سوز و گداز کا راز بصد ابراز استفسار فرمایا اسنے مصلحت سمجھکے یہ بھید
ڈھکا رتی بھر نہ ظاہر کیا لاکھ اسنے بھرایا ہزار تایا اسنے نہ بتایا مگر یہ پرکھیا قرینے سے تاڑ کر موجب کاہش دل مین تولا

پوچھا صاحبزادے تمنے بھی کچھ سُنا کیسی یہ صداے حزین آتی ہی یا مجھی کو شبہہ ہوا ناتوانی یہ مزا سُناتی ہی
یہ سُنکر اُسنے جو اُدھر کان لگایا اور ہی کچھ گمان آیا گھبرا کے عرض کیا واقعی عجب ہوش رُبا آواز ہی کہ جان
روبہ پرواز ہی اگر فرمایے دیکھ آؤن مفصل خبر لاؤن وہ صاحبدل باوجود طبع مائل مانع نہ ہوا کہ رات
تیرہ و تار ہی خدا معلوم کیا اسرار ہی بیشتر اسطرح پر چھلاوا ہوا کرتا ہی کوئی ایسی جگہ قدم دھرتا ہی نگار عالم نے
نہ مانا دلیرانہ جلدی سے جا گھوڑے پر آخود سر ہو کر رونے کی آواز پر بیخطر گھوڑا ڈالا بگٹٹ چل نکالا جون جون
قریب جاتا آواز دور ہوتی جاتی طبیعت اسکی محرور ہوتی جاتی ہر بار یہ معلوم ہوتا کہ بالکل پاس ہی
خوف وسواس ہی اس حبس و بیص مین سرحد شہر پر پہونچا پیچھے پھر کے دیکھا تو کئی کوس شہر سے
نکل آیا تھا سوے اجل آیا تھا دل سے کہا عبث ہراس ہی مقام مقصد قدم کے پاس ہی ذرا ٹھہر کر نظر جو کی
سلطانی رمنا کہ اس میدان مین بنا تھا اُس سے وہی آواز آئی بیدغدغہ اُدھر باگ اُٹھائی دیکھا
کہ سرکاری مسلخ مین ایک نعش سولی پر لٹکتی ہی اُسکے نیچے ایک عورت سر پٹکتی ہی اُسنے چاہا کہ ڈپٹ کے
تلوار ڈالے اُس نوحہ گر کو مار ڈالے یکایک وہ بانی عیاری پکاری کہ برائے خدا میرے احوال پُر جفا پر
رحم کر زخم دل پر مرہم دھر نگار عالم نے ہاتھ روک لیا اُسنے بیان کیا کہ مین بیوہ غریب و بینوا عجب عذاب مین
مبتلا ہون کیا کہون یہ شخص دار نشین مجھ حزین کا شوہر ہی جوہری بچہ یہ والا گہر ہی کل کی شب اسکے
ساتھ میری بھونری ہوئی آج بخت برگشتہ کی بدولت گردش دوری ہوئی کہ بحکم قضا شیم ملکہ عالم
اس رہرو عدم نے بیجرم سولی پائی فرقت کی نوبت آئی کشش محبت یہان تک کھینچ لائی ہی کہ کسیطرح اسکے
برابر پہونچون تو دل کھول کے گلے مل لون اسکے دل مین درد بھرا ہی تھا سچ سمجھا بولا میرے قریب آ
اُس مستوجب غضب کا تو یہی مطلب تھا سنتے کے ساتھ ہی نزدیک آئی اسنے گود مین لیکر بلا سر پر چڑھائی
اور اجازت دی کہ جسقدر خاطر مین آئے گلے سے لگا لے اسنے دکھانے کو جھٹ پٹ لاش سے لپٹ رونا
شروع کیا داغ تیرہ بختی دھونا شروع کیا اسنے غمخواری سے اُس عیارہ کو اس زاری سے منع کیا سمجھایا وہ
اسکی دلسوزی سے اور بھی رونے لگی راکب و مرکب بھگونے لگی جو جو بدن اس خستہ تن کا تر ہوتا تھا زیادہ تر
متحیر ہوتا تھا دل مین کہتا واللہ اعلم کسقدر الم اسکے سینۂ پُر غم مین بھرا ہی مگر کوئی ناسور دل مین پڑا ہی

یہ ماہ پیکر گھوڑے سے اُتر قاعدے سے آداب بجالاکر مسند کے برابر آیا بادشاہ نے اُٹھکے گلے سے لگایا
دل کی طرح پہلو مین بٹھایا صورت بے نظیر اداے محبوبانہ عنوان تقریر داب شاہانہ دیکھ کے دل ہی دل مین پگھل گیا
شب افروز کا سچ ذہن کے سانچے مین ڈھل گیا سمجھا مقرر شہزادہ ہی گو بوضع سادہ ہی لائق سلطنت قابل معدلت
یہ ملک زادہ ہی بعد تفتیش حال اُس شیرین مقال نے پوچھا صاحبزادے کہان کا ارادہ ہی لاکھ چھپاؤ ہم سمجھ گئے
زاد بوم آپکا اقلیم ہند ہی والد بزرگوار شاہ والی سند ہی میرا کہنا اگر ای نور بصر باور نہین تو تصویر حضرت کی
پیش نظر ہی دیکھلو تم مین اور اُسمین فرق کسقدر ہی اسنے سر اُٹھا دیوار پر جو نگاہ کی اپنی تصویر دیکھی بند ہوا
کوئی حیلہ نہ سود مند ہوا قمر الملک نے اُٹھکر مکرر گلے سے لگایا آنکھون مین آنسو ڈبڈبا کے فرمایا
پیارے ہم تمھارے غم کے مارے ہین آزر شاہ بڑے عنایت فرما ہمارے ہین تمھاری تمناے
ولادت مین ایک مدت شب بیداری کی ہی چاندی چاند کئی سال برابر ای ماہ پیکر سونا سوگند رہا بڑی
اختر شماری گریہ وزاری کی ہی بیٹا تمھین خدا نے بھیجا اگرچہ مین کیا اور میری سلطنت کیا پر نہین
پیری مین دستگیری کر مین خستہ جگر گور کے کنارے ہون پیوند زمین کر کے اس تنک بضاعت کی
تزئین سریر کرے نگار عالم نے دل مین کہا واے بر من و بر روزگار من اب بُرے پھنسے خیر ایجاب اظہار
انکار منافی داب شہریار سمجھکے عرض کیا انسان کو لازم ہی وہ بات نہ کرے جسمین کوئی ہنسے یون
فرمانبردار تابعدار ہی دی ہوئی چیز لینا خلاف شیمۂ شہریاران باوقار ہی جسکو ملک آپنے بخشا ہی اُسی پر
وقف کرنا اچھا ہی غلام غلامی کو بسر و چشم حاضر ہی خاک اقدام خدام کحل الجواہر ہی اسمین کیا انکار ہی مجبور
قمر الملک ناصبور نے اپنی آنکھون کے سامنے رہنے کا اقرار لیا شاہزادے نے اب یہ ڈھنگ اختیار کیا
کہ دن بھر شیر کا شکار کھیلتا ڈنڈ پیلتا شب کو بڑے چچا کے غنچانہ مین سیہ گوشون کے اندر آکر پلنگ کے
برابر کُتے ہانکتا چرخ روباہ باز کی گیدڑ بھپکی سہکر زخم جگر ٹانکتا ایک شب جسوقت ساحرۂ لیل نے مانند
سوسن خنیاگر گیسوے معنبر تا کمر چھٹکا کر کمند جالی طوس شب ماہ نخشب کی گردن مین ڈالی اعنی
از سرگردانی چرخ چنبری نصف شب گذری ایک جانب سے رونے کی صدا اُس مرد پیر شب زندہ دار
دلگیر کے کان مین آئی بسکہ دل مضمحل درد سے بھرا تھا روح مجروح ہیجان مین آئی شاہزادے نے حاضر الوقت سے

ہے غم دل کسطرح کرون مین عیان ہے کہ عیان راچہ احتیاج بیان ہے مین خانمان آوارہ آوارگی
اور سرگردانی مین کا کل شمیم و دود دل نبض سقیم ولولۂ عنادل بخت قارون غلغلۂ سلاسل صرصر خزان چشم
مہوشان رنگ دوران سر ریگ بیابان چرخ اخضر ہون تحیر اور بردباری مین کوہ غم انبوہ ستم حلم حلیم دق
تسلیم و چشم تصور ہون سوز و گداز مین مزاج عشق طبع تنگ ظرف تپ دق خاصیت برف گریہ زاری مین
ابر مردہ و ناسور دیدۂ کف جواد زخم شہدا تنگی قسمت و سیہ بختی مین مادۂ سود اجرم کیوان سینۂ یاس شام غریبان
ملکہ نے کہا یہ فرمائیے یہان کس علت مین تشریف لائے جمال باکمال دکھائے نگار عالم نے کہا آپ
جانتی ہین معلول کو علت رفع کرنے کی حاجت ہوتی ہے اب غالب کیا یقین کامل ہے کہ آپکی
قربت کی برکت سے یہ جان نثاران تینون حرف علت سے نجات پائے ہلکا ہو جائے شہزادی نے
کہا چہ خوش وہ علت درمیانی رہنے دیجیے بلی کو خواب مین چھچھڑے نظر آتے ہین سوال دیگر جواب دیگر
آپ ناحق بک بک سر کھاتے ہین مین تو حضرت کی وجہ تشریف آوری پوچھتی ہون نہ یہ زبان آوری
نگار عالم نے کہا گر یہ گشتن روز اول جواب ترکی بہ ترکی دیا کوئی بات تازی نہین بلکہ آپ ہی نے
علت کی جگت پر منھ مارا ہے اور یہ جو درمیانی رکھنے کو فرمایا بلا اجازت اس بیادرت کافر نابردار کو
کہان یارا ہے اس فقرے سے وہ جگت آشنا خفیف ہو گئی جگہ سے کھو گئی یہ دل مین سوچا
کہ یہ طول فضول ہے اپنے مطلب کی بات کیجیے جو آدمیت کا اصول ہے یہ جی مین ٹھہرا تھوڑا اپنا احوال
باجمال بیان کیا شمہ سرگذشت عیان کیا شب افروز اسکے ہر رمز و کنایہ جگر دوز پہ پھڑک جاتی تھی
فقرے فقرے پر آہ سرد دل پر درد سے بھر لاتی تھی لا اعلم دل را بدل راہی ست درین گنبد سیہ
ازسوے کینہ کینہ واز سوے مہر مہر ہے دل کا مخبر دل ہے گوش گل خبر صفیر عنادل ہے نگار عالم سمجھ گیا تجاہل
عارفانہ کرنے لگا اس سیم نوش غم نے دوسرے بار آنے کی قسم لی بہزار دقت رخصت دی یہ وہان سے آ
سرا مین پڑ رہا خدنگ خیال یار جگر مین گڑ رہا وہ یہ بین اسیر آلام برخاست کہکر آرام گاہ مین آئی اسنے رات
تڑپ تڑپ گنوائی علی الصباح جناب ظل اللہ مین حاضر ہو کر سرگذشت شبینہ عرض کی اشتیاق دلا کے
بادشاہ پر ملاقات فرض کی اسیدم سانڈنی سوار اور چوبدار دوڑائے برق باد سے جلد گئے اور لائے

اور اُس سوار طرحدار کو کہ نو وارد و حسین ہو اپنے ساتھ لیتا آ کہ اس سے کچھ مشورہ کرینگے خوجے نے جاکے اسکو کہدیا
اسکو ساتھ لیا اور قریب سراپردۂ عصمت بار ایک کرسی زرنگار پر لاکر بٹھایا اس ناشاد حزین نے قرین
شادروان آکے اُسی نسکٹے کی زبانی مجرا عرض کر بھیجا وہان سے شہزادی نے مع عطر و پان جواب کہلا بھیجا
بعد مزاج پرسی استفسار ہوا کہ اس بات پر صاحب کے تبسم کا کیا باعث تھا ہمپر نہ کھلا نگار عالم نے مسکراکے
جواب دیا کہ تبسم کا نام برسوں کے بعد آج آپکی زبان سے سُنا مگر چونکہ حرکت خلاف عقل ملازمان حضور سے
ظہور مین آئی لہذا اس بیتاب نے استغراب کی صورت بنائی کہ مجرم تو مرگ پر آمادہ ہو زندان مین کون بھیجا جائیگا
اُسکے عوض کون سزا پائیگا شہزادی نے کہا کہ خیر اگر آپکے ذہن مین کوئی بات رفع شر کی آئی ہو تو
ارشاد کیجیے کہ تدبیر کیجائے ورنہ دوسری فکر عمل مین آئے نگار عالم نے اُسیدم کیسہ زر اور ایک آئینہ
قد آدم منگا مدعیہ سے پوچھا کیا تیرا مطلب ہو اُسنے عرض کیا حضور ہزار دینار پر اسنے مجھے خواب
مین منظور کیا اُسیکی طلب ہو نگار عالم نے کہا اگر خواب مین اُسنے تیرے ساتھ فعل کیا ہو تو خرچی وہ آئینہ
مین رکھی ہو اُٹھالے جوان کا دامن چھوڑدے اُسنے تو ڑا اُٹھانا چاہا آئینے کی جانب ہاتھ بڑھایا ہاتھ
مین نہ آیا خفیف ہوکے بولی اچھا آپنے کھیل کیا ہو بھلا یہ کیونکر اُٹھ سکتا ہو نگار عالم نے کہا تھین
گریبان مین سر ڈالو تھوکو اور چاٹو خواب کی حرکت تو خدا نے معاف کی ہو یہ کون بات انصاف
کی ہو اس فقرے سے حضار نے قہقہہ مارا وہ شہکار اچھبیت کے بھاگ کھڑی ہوئی انکی
تعریف ہونے لگی ملکہ رشک افروز بحر حیرت مین آگئی دل پکڑ کر رہ گئی بیتابانہ خود فرمایا کہ سان
مسافر سچ کہو کون ہو کیونکر سفر کیا کس طرح اس ویرانہ مین گذر کیا نگار عالم نے ہنسکے
اُس پردہ نشین سے کہا اچھا اس پردے مین اُلٹو بنا دیا شہزادی اس فقرے سے پھڑک گئی
بولی کیا خوب صاحب سچ سنبھالو واللہ مین تو آپکی حقیقت پوچھتی ہون نگار عالم نے کہا کہ
میری حقیقت کیا جو کہون ہان اگر سوز دل سُننے کی خواہشمند ہو تو سُنو یہ کہکے یہ شعر مانند
خدنگ دوسر سر کیا خواجہ وزیر ؎ اگرچہ کہتا ہون تو ناتوانی کہتی ہو بس بس ؎ صدائے
جنبش لب دیتی ہو صد بے فغان ہوکر ؎ ملکۂ عالم کیا کہون کون ہون روم ہ بین حالم مپرس

دو اشرفیان دین اور کہا کہ ایک جوڑا لایق دربار شاہانہ اور ایک گھوڑا قابل شہسوار چابکانہ لادے در دولت کا
راستہ بتادے وہ اُسیدم اُنھین قدم جاکر گھوڑا اور جوڑا کرایہ کا مع سیلاو مندیل بصد تعجیل لے آئے نگار عالم نے
بہت ٹھاٹھ درست کر ہتھیار کمر سے لگا وضع درباری بنائی پھر گھوڑے پر آبیٹھا برہبری رہبر اُدھر کا راستہ لیا
اب یہان کا ماجرا سُنیے دربار عام تو تھا ہی پہونچتے ہی درانہ اندر چلا آیا ذرا نہ وسوسہ دل مین لایا جل جلالہ
وعم نوالہ جسکے اطراف کا وہ عالم ہو اُسکے صدر کو کیا کہنا جو کچھ کہیے وہ کم ہی یہان کی حقیقت دیکھکے شہر کی
کیفیت بھولی آنکھون مین سرسون پھولی چار سمت امیر و زیر سپہ سالار قطار قطار اپنے قرینہ پر موقع سے
چپ و راست آنکھین نیچی سر جھکائے کھڑے شہ نشین صدر مین چلون کی عوض گنگا جمنی پردے پڑے
اندر سے نور جیسے تتق اُفق سے آفتاب کی کرن چھن چھن آتا تار نظر کو جھپکا تا رخ شمعہاے کافوری ستارگان
سحر کی طرح جھلملاتا یہ قاعدہ دان اُن پری رویون کے پرے کے برابر گھوڑا دبا جا کھڑا ہوا اسکی وضع نرالی
لاابالی دیکھکے متحیر چھوٹا بڑا ہوا سبکی ٹکٹکی اسیکی جانب لگ گئی اُس مکان کی قسمت جگ گئی اتنے مین
میر عسس دو فریادی لیکے حاضر ہوا حسب دستوری دستور ناظر مستفسر ہوا اُسنے عرض کیا آج
پندرہ روز سے ناک مین دم ہی کسی طرح انکا مناقشہ رفع قضیہ دفع نہین ہوتا ایک حیرت کا عالم ہی
عورت کہتی ہی اگر میرا انفصال نہ ہوا زانی کا بآسانی فیصلہ کرونگی یا خود مرونگی میر منشی نے عورت سے پوچھا
کیا تیرا دعوے ہی بیان کر اُسنے عرض کیا کل رات کو یہ شخص ایک ہزار خرچی کے وعدے پر شب بھر
خواب مین میرے ساتھ سویا صبح ہوتے اُڑ آیا ایک ہزار کیا ایک کوڑی نہ دی مفت مزا اُڑایا سو سرکار
میرا قرضہ ادا کرائے یا مجھسے اور اس سے ہاتھ اُٹھائے وزراے مصلحت اساس نے یہ
ماجراے خلاف قیاس سُنکے میر عسس کو زجر فرما حکم سُنایا کہ یہ مجنونہ داخل پاگلخانہ کیجائے اور
کوتوال بیوقوف کا مجرا موقوف کہدو آج سے حضور مین حاضر نہونے پائے تا بار دگر ایسی حرکت لچر ظہور مین
نہ آئے اس حکم نادری سے اس نووارد کو ہنسی آئی لب پر شکر خند ظاہر ہوا وہ مہ جبین پردہ نشین
یعنی شہزادی شب افروز نازنین پر کہ دیر سے شاخ حسن اس حسین کی گلچین تھی یہ اسرار دلبند ظاہر ہوا فوراً ایک
خواجہ سرا کو فرمایا کہ اس عورت کو کہ اپنے پیش قبض مارنے کے قرین ہی جلد جاکر منع کر کہ ہم اسکا فیصلہ کرینگے

خوب جی بھر کے دیکھ آیئے خوف نکھایئے جھیپ سا گیا کچھ جواب نہ دیا اندر کو رخ کیا سبحان اللہ یہان
جو آیا ایک کو ہزار پایا جدھر نظر گئی چمک اپنا کام کر گئی خدنگ رنگ سینہ و صدر سے گذر کے دلمین اتر گئی
ایک ایک درجہ اسد رہ سجا تھا کہ چشم فلک نے بھی کمتہ دیکھا تھا جھاڑ فانوس کنول مردنگی اور زمانے کے
شیشہ آلات متوقع موقع سے اپنے قرینے پر لگے آئینے قد آدم انمین تصویرات خوبرویان عالم انگریزی
باجے اور گلدستے ایک جانب دوسری طرف دو دو کرسیان ایک ایک دنگل ہر کمرے مین ایسا سامان
جنکی دید سے دل بے کل یہ تھکا مسافر تجاہل مضطر ایک کمرے کے برابر جا کھڑا ہوا اتنے مین ایک پھٹیارن غنچہ دہن
اس رشک حور کو دور سے دیکھ کے دوڑی اور پکاری حضور بائین طرف کو تشریف لایئے تو ندی کو فراموش فرمایئے
یہ سب سرکار ہی کے گھر ہین ہم لوگ خدمت کو مقرر ہین یہ کہکے ہاتھ پکڑ لیا اور ایک کمرے مین کہ سب سے عمدہ تھا
لاکے کوچ کا بالا پوش اٹھا کے بٹھا دیا پھر طاس طلائی لیکے پاس آئی گرم پانی سے ہاتھ پانون دھولا
خاک سے پاک کیا اور ایک امرود نازنین پانون دبانے کو بلا دیا یہ تمام نوش ایک تو نشۂ عشق مین بیہوش تھا
دوسرے اس نئے تماشے سے زیادہ تر بیہوش تھا پوچھا بی مہترانی اس شہر کا کیا نام ہی کیون یہ انتظام ہی اوسنے
کہا حضور اسکا مذکور نہ کیجیے یہ بامر اقصہ طلب ہی آپ کو اس سے کیا مطلب ہی اسنے ہنسکے کہا نعوذ باللہ یہ کیا
کوئی کلمہ شرک ہی اوسنے کہا جی نہین بندی اسدم اور کام مین مصروف ہی فرصت پر موقوف ہی نگار عالم سنکے
چپ ہو رہا جسدم وہ سب طرف سے مطمئن ہوئی بولی حضور اس ذکر کا مذکور سنیے اس شہر کا وہ دستور ہی
جو عقل سے دور ہی دن کو رات شب کو روز کہتے ہین والی اس مقام عالی کو ملکۂ شب افروز کہتے ہین
نہین معلوم اس بات مین کیا مصلحت دیکھی ہی یا خلق اللہ کی راحت دیکھی ہی باپ اسکا قمر الملک
جب سلطنت کرتا تھا سارے عالم کا ایسا لیکھا تھا جسدن سے یہ تشریف لائی ہین ایسی ایسی رہمین رواج
پائی ہین دن بھر سارا شہر سوتا ہی رات کو کچھ لطف ہوتا ہی نگار عالم نے کہا ہم فقرہ نہ سمجھے شاید یہ گوہر بے بہا
درج شہر یاری سے نہین ہی اوسنے کہا جی ہان ایسا ہی کچھ یہ راز عفت نشین ہی یہ دل مین سوچا کیا عجب
کچھ اسمین اسرار ہو یہین ہمارا دلدار ہو بولا بی مہترانی اتنی ہم پر مہربانی کیجیے کسی طرح وہان تک
پہونچا دیجیے اوسنے کہا بہت خوب اور سیدم اوس جویاے محبوب نے بازو سے کھول کے

جیسے چلتے وقت اسکا بیڑا اوٹھایا تھا عجب عجب خوش چلن سنکرے کھوٹے کھرے کٹھان تھے بنیے اور صراف ایک ہی تھیلی کے بٹے بیگمان تھے ہر دکان مین درم و دینار کا تو انمین انبار ہزار در ہزار تھے کیسہ پر زر مین سکہ داغ دار تھے تھیلیون مین اشرفیان چہرہ دار تھین یا دایۂ زکال مین خیال خال چہرۂ نگار تھین اور ہر چند کہ چوک چوڑا چکلہ نہین پر کوئی دکان و مکان ایسا نہین جسپر رندیون کا کمرہ یا بنگلہ نہین بے خرچی مین آنا گیلا مفلس پھٹروے کا کمر بند ڈھیلا ابتدا سے انتہا تک گلی کوچے رشک تختۂ گلشن غیرت بازار چین و ختن تھے دنو شاہ روز روشن سے وہ چند عروس شب پر جوبن تھے شاہراہ مین لالٹین یا لینب ہر دروازے پر رنگین گیلاس روشن تھے اس کیفیت کو دیکھتا یہ حیرت کا مبتلا چلا جاتا تھا جس جگہ رکتا یا نگاہ پھیر کر دیکھتا ایک نیا تماشا نظر آتا تھا جسطرف دیکھیے لین دین خرید فروخت جاری اپنے اپنے کام مین مصروف ہر کاروبار اور بازار مین کسی جا کوئی خالی بینڈھے لڑاتا کہین کوئی چنگ اڑاتا کوئی اوسکی خواہش مین اوڑا کوئی ڈور کے ڈورے مین دوڑا جاتا ایک طرف اگر کبوتر بازون کی ٹکڑی نظر آئی تو دوسری جانب بٹیر لڑانے والون اور مرغ بازون کا ڈربا کھلا پالی نظر آئی کوئی نحاس مین مرکب ترکی اور تازی کی گرم تازی اور دیکھا بھالی کرتا کوئی مفلس غریب الوطن تحسرانہ ٹھنڈی سانسین بھرتا یہ پاے لنگ دل کے ہاتھون سے تنگ اگاڑی پچھاڑی دیکھتا دلکی بھاگا جاتا اپنا احوال لایق ایام پر حالی کرتا اس آن بان کا وہ شکیب ستان تحیر صد چنان تھا کہ قلم اوسکی مدحت سے قاصر ہی اظہار عجز کو سر جھکائے حاضر ہی یہ طلسم نگر دیکھ دیکھکر دل مین کہتا جل جلالہ کیا تیری شان ہی ایسی ایسی عجیب و غریب خلقت خلق کرنا تیرا ہی امکان ہی اب کوئی ایسے نئے مقام پر پہونچا دے کہ اسکا عقدہ کھلجاے کچھ عقل مین آئے اس گفتگو مین خانگاہ مہانسرا کے پھاٹک پر پہونچا دیکھا تو یہان اور ہی کچھ تماشا نظر پڑا یعنی ایک احاطہ سنگ مرمر کا دورنگ کھنچا بیچ مین پھاٹک مینا کاری چاندی کا جڑا چار طرف سبز و سرخ گیلاس چڑھے رنگ رنگ کے کنول کو لون پر دروازے کے آس پاس چڑھے بیچ سقف مین دو جھاڑ سبز و سرخ زمرد و یاقوت کے مع گلاس الماس تراش لٹکتے بندے چشم ستارگان پروین فلک مین کھٹکتے یہ دیکھکر بازار سے زیادہ ششدر ہوا دربان مرد انجان جان کے بولا میان مسافر کیون اتنا مضطر ہو باہری کا دور دیکھکر اسقدر چکر ہوا اندر جا کر

غیرت رخسار ہزار نگار ہر دکان مثل آغوش تمنا و اندر چراغ مانند تصور روے یار در دل عاشق زار جلتا
ہوا اجناس کی کثرت سینہ پر حسرت پر طعنہ زن دکان گل فروش کشتون کے کھیت و زخمدار بدن کی رنگ روشکن
جوہری بازار آبرو ریز چشم گہر بار دکان بزاز مانند دامان عشاق پاکباز دکان قنا و نمک زیر بدہان شکرین لبان
خلخ و نوشاد محسود لب زخم خنجر تسلیم زہاد و عباد دکان نان بائی توس لخت جگر توشۂ غم سے دل عاشق کا
پھیکا کرتی تنور شوق بجھاتی اور درستی آب و نمک دکان باورچی کی تصور چہرۂ نمکین سے دل جلون شور
بختون کا جی میٹھا کرتی شورش لیل و نہاری کا مزا چکھاتی دکان کبابی دل کوفتہ و کوفت خوار کو سیخ
آہ پر چڑھاتی دیدۂ نرگسی یاد دلاتی دودھ والے کی دکان دل تہی دست کھوئے ہوے کو بالائی صدمے
دیدے کے مسکاتی نمش کی قفلی دل مین خواہش کے ولولے اٹھاتی دہی کی چاٹ چٹورے مفلس کی
زبان تیز رو کو میٹھا کرتی زندگی سے جی کٹھا کرتی بٹھاتی دکان میوہ فروش خیال قامت یار سے
دل ترش کرتی سیب زنخدان نارپستان کی یاد بھلاتی بنگ فروشون کی دکان خیال چشم میگون کو
سبز باغ دکھلاتی اور ساقنون کے حقے پر دل مائل زلف مسلسل دھواندھار سلفہ ہو جاتا ہر دم شوق کے
چھینٹون اور کشمکش اینچا کھینچ سے سلگتا افیون کی پیالیون پر عاشق سبزہ رویان زہر کھاتا جوگ آ
اسی دکان پر رماتا اور دکان آئینہ فروش کا دل صاحبدل اور مہر کامل آئینہ وار دکان شیشہ گر پر سینہ
آبلہ دار نثار اور دکان بقال کا یہ حال تھا کہ باوجود اس استغنا کے اس نووارد کو تلاش معاش تھی
اگرچہ نخود چاہتا تھا پر آپ ہی آپ دل دھان پان مٹر گشتی بھلا جو عار و شرم جوٹ موٹ کی بات
ہوتی ہے اس سے بھی ہاتھ اوٹھا مونگ مانگنے پر آمادہ تھا کہ جو دو وہ ہمکو دو جب مصحف روے یار
پر تصور کی نگاہ پڑتی بجاے سورۂ نور سورۂ مائدہ مدنظر ہوتا اشتہا سے دل زیر و زبر ہوتا دکان عطار
کی دید سے مشک تاتار خیال خال و خط یار کی بو کافور ہو جاتی صفحہ خاطر سے دھو جاتی چون نباشد
تنبولی کی دکان نے بالکل متاع تاب و توان ڈھولی اور ایسا چھالیا کہ آنکھون پر جھپان پڑ گئے بنگلے
کی سج دھج اور تنبولی کی بولی ٹھولی سنتے ہی دساوری کو ولایتی سمجھے دوہرا کے بات نہ نکلی گویا منھ
کیل دیا خیال لب و دہان گویا عث برکت تھا الا چہ می شود دل چورا ہوتے ہی ایسا بھلا یا

بڑے تجسس سے بی اوجالی خانم نے اُس اندھیرے سے ٹٹول کے نکالا پھر چھپر کھٹ پہ ڈالا قسمت کا
معاملہ دیکھیے برطاس غلام مولانائے حق شناس شاگرد بلیناس جیسے شاہ صاحب نے شہزادۂ نگار عالم
کے ساتھ کیا تھا جن نے ہمراہی کو ہوا بتا اپنا راستہ لیا تھا اور ایک مدت دراز سے اپنے اُستاد حیلہ ساز
سے علیحدہ خیالی ڈھکوسلا بنایا تھا طلسم کا نقشہ جمایا تھا اُس شب کسی سمت کو کوئی ضرورت سے بشکل
کبوتر اڑا پر اوڑا جاتا تھا کہ یکایک یہ صدائے حزین اوسکے گوش نشین ہوئی بے اختیار ہو کر اوس
قصر کی چھت پر اُوتر پڑا یہ کیا طلسمات نظر پڑا حسن تو عجب چیز ہوتا ہی ہوشیارون کے ہوش کھوتا ہی
اسکو گونہ محبت سی معلوم ہوئی ہجوم شوق کی دھوم ہوئی شکل بدل بر محل سقف مکان سے نیچے
آیا یہان اس تنہا نشین مردانہ پوش خلوت گزین غم نوش کو کسیقدر ہوش آچکا تھا ہجوم کو سر سے
سرکا موافق عادت عشاق خلوت خانۂ خاص بنایا پر یزاد موقع دیکھکے سامنے آرسم سلام بجالایا
اُسنے پہلے تو اُوس بد سگال کا خیال ہوا پھر دل کڑا کر سلام کا جواب دے حال استفسار کیا اوسنے
بے محابا اپنا اشتیاق دیدار اور بیتابی اضطرار اظہار کیا کہا اسدم آپ کے زمزمۂ پر غم رشک نشید نعیم سے
مجھ اسیر الم کا وہ عالم ہو گیا کہ دل دو نیم یک قلم ہو گیا بر آے خدا جلد اپنے حال سے مطلع کیجیے ورنہ
غالب ہی کہ روح قالب سے نکل جائے متاع ہستی سوز ہجر سے جل جائے اُسنے بعد مدت اپنا غم خوار
جو پایا اخلاق حرف کر برابر بیٹھایا اور بمقتضاے وقت عاقلانہ تھوڑا اپنا حال حسرت مآل بیان کیا
سننے والے کو گریان کیا اُسنے سنکر کہا تم برادر خاطر جمع کر انشاء اللہ المستعان عنقریب وہ سامان
ہوا جاتا ہی کہ گردن دوست بالا و سر دشمن زیر بار گران ہوا جاتا ہی تم کیکے پتا اونشان اور وہ
تصویر دل ستان لیکے بہیئت اول متمثل ہو برو ے ہوا ہو ایہان پھر وہی شور محشر بپا ہوا اُس جگہ سے
پھر احوال پر رنج و ملال شہزادۂ نگار عالم پامال نکال کا یون رقم کرتے ہین کہ جسدم سے اُسنے بیابان گردی
بادیہ نوردی کو اختیار کیا تھا دم بھر کسی مقام پر مقیم نہوتا بخوف وبیم مانند شمیم نسیم اوڑتا پھرتا
کفک پا کو خار دشت و کسار سے فگار کیا تھا قضا را ایک روز قریب شام وہ آرام آشام ایک
شہر پناہ کے اندر پہونچا بر سر دروازہ کماندار کی زد پر پہونچا دیکھا شہر غیرت گلزار رشک صد بہار

جان حزین یقین ہوا دل نے کھوئی ہی + یا خضر آپ ہی نے یہ کشتی ڈبوئی ہی + یان رہ کے کون عمر کو ضایع کرے
عبث + تم غور سے تو دیکھو ہمارا بھی کوئی ہی + تھا کون آکے نعش پہ ہوتا جو نوحہ گر + ہان بیکسی تو آج تلک مجکو
روئی ہی + بیداری کیسی اسنے تو کروٹ کبھی نہ لی + کس نیند یا خدا مری تقدیر سوئی ہی + رو رو کے بھی
کٹی نہ شب تار ہجر یار + بھاری ہوئی ہی جون جون یہ کملی بھگوئی ہی + مجھ سخت جان کو موت نہ آئیگی
حشر تک + آب حیات سے مری مٹی بھگوئی ہی + اور جب نیند نہ آتی یہ لب پر لاتی مومن چین
آتا ہی نہین سوتے ہین جس پہلو ہمین + اضطراب دل غرض جینے ندیگا تو ہمین + منہ شعلہ ہاے
تپ دل آگ لگاتے کیون ہو + گر ہو دل سوز مرے مجکو جلاتے کیون ہو + منہ نالہ ہی نکلے ہی
گو ہم مدعا کہنے کو ہین + لب نہین کھلتے ہین اب کیا جانے کیا کہنے کو ہین + دوست کرتے ہین ملامت
غیر کرتے ہین گلا + کیا قیامت ہی مجھی کو سب برا کہنے کو ہین + دیکھنا کس حال سے کس حال کو
پہونچا دیا + بخت تیرے عاشقون کے نارسا کہنے کو ہین + وہ نہین آتے نہ آئین مرگ ظالم تو تو آ
یان لب شوق و تمنا مرحبا کہنے کو ہین + قطعۂ میر کوئی ہمارے تغافل شعار سے کہدے + کہ آپ
ذرہ نوازی جو مہروار کرین + تو باوجود تقاضاے مرگ و شدت نزع + ہم اور بھی نفس چند
انتظار کرین + اتنے مین وہ تصویر یاد آئی بازو سے کھول کے آنکھون مین لگائی ہجوم اضطرار
مین یار سمجھ یہ زبان پر لائی قطعہ منہ ایسے بیرحمون کے مجکو دام مین لایا ہی چرخ + کوئی کہتا ہی
کہ اسکے پر کتر کر چھوڑ دو + اور کوئی بیداد گر کہتا ہی بیدادی سے ہاے + گر تماشا دیکھنا ہو نوچ
کر پر چھوڑ دو + خوش آواز تو بدرجہ تھی اس لہجہ سے یہ قطعہ ادا ہوا کہ خود بیخود ہو کر چھپر کھٹ سے
زمین پر گر پڑی جان لب پر آ آ اڑی خادمان محل جو خدمت کو مقرر تھین آواز سنکر ادھر ادھر سے
دوڑ پڑین چار طرف ڈھونڈھنے لگین اسقدر نزار تھی کہ باوجود روشنی آون کو رنجتون کو
نہ ملی بقول مومن خان دہلوی ؎ یہ ناتوان ہون کہ کچھ اور نظر نہین آتا + مرا بھی حال ہوا ہی
تری کمر کا سا + سب کی سب اس اندھیر سے سخت گھبرائین قہر آقا سے سخت تھرائین بیتاب
مانند سیماب ہو کے دل پارہ پارہ ہوا سوا خاک چھاننے کے نہ چارہ ہوا لیکن دیر کے بعد

شاہزادی نگار ارم محصور کا

نقاشان مرقع عدم و رسامان طلسم خانۂ قدم جسدم کوئی نیا نقشہ کھینچکے نہانخانۂ مسطور سے عالم ظہور مین لاتے ہین تو پہلے رنگ ارژنگ بیرنگ سبب پر جماتے ہین گو اس عرصہ مین انسان سست اساس بدحواس ہوجائے ورطۂ بیم و رجا مین مبتلا ہوکے اسیر یاس ہوجائے نظامی بسا قفل کان را نباشد کلید ٭ کشاینده از غیب آید پدید ٭ اور یہ بھی اکثر دیکھا ہی جب آدمی بالکل مایوس ہوجاتا ہی تب از خود کچھ نہ کچھ ایسا باعث معکوس ہوجاتا ہی کہ بلا واسطہ و سبب مطلب بر آتا ہی حافظ سبب مپرس کہ چرخ از چہ سفلہ پرور شد ٭ کہ کام بخشی او را بہانہ بے سببے است ٭ یہ اسیر ستم مبتلاے صد غم بے انیس و ہمدم یعنی نگار ارم ملکۂ عالم جسدم سے طلسم بلیناس مین پھنسی تھی نالہ و فریاد بجاے ہنسی تھی ہر شب اپنی حفظ آبرو و حراست عصمت مین رہتی ہر روز شرم و حیا سے رو رو گھر بھرتی جیتی نہ مرتی اکثر اوقات جب تپش دل زیادہ بڑھتی اشعار و رباعیات حسب حال پڑھتی چشمونسے اشکون کی ندی بہتی ایک شب وہ جان بلب فرط بیخوابی سے بہت گھبرائی جوش مین آکے خیال یار مدنظر کو مخاطب ٹھہراکے یہ لب پر لائی کہ افسوس ہم تمھارے واسطے اسقدر دربدر خاک بسر حیران و پریشان یار و دیار سے دور بدنام و مجبور و سرگردان ہوے مگر تم تا ایندم نہ ہماری تپش حرم سے محرم میری جان ہوے مومن مین نے تمکو دل دیا تمنے مجھے رسوا کیا ٭ مین نے تمسے کیا کیا او تمنے مجھسے کیا کیا ٭ کشتۂ ناز بتان روز ازل سے ہون مجھے ٭ جان کھونے کے لیے اللہ نے پیدا کیا ٭ آنکھ عاشق کی کہین پھرتی ہی او وعدہ خلاف ٭ دیکھ لے مین مرتے مرتے سوئے در دیکھا کیا ٭ گاہ بصد نالہ و آہ یہ کہتی منہ ترے فراق مین آرام ایک آن نہین ٭ یہ ہم سمجھ چکے گر تو نہین تو جان نہین ٭ شب فراق مین پہونچی نہ دل سے جان تلک ٭ کہین اجل بھی تو مجھسی ہی ناتوان نہین ٭ اور جب بیقراری دل زیادہ بڑھتی یہ پڑھتی منہ عشق نے یہ کیا خراب ہمین ٭ کہ ہی اپنے سے اجتناب ہمین ٭ کس کے زلفون کی بو نسیم مین ہی ٭ ہی بلا آج پیچ و تاب ہمین ٭ شب فرقت مین خاک جھپکے آنکھ ٭ یاد ہی چشم نیم خواب ہمین ٭ اب کوئی کیا کرے علاج افسوس ٭ موت نے بھی دیا جواب ہمین رند سب عمر جاگ کر تری فرقت مین کھوئی ہی ٭ او موت کیا تو مر گئی کس نیند سوئی ہی ٭

شرف استیلام حاصل کیا موقع پاکے کچھ مجمل کچھ مفصل کیفیت اُس وارفتہ کی سُنا کے حضوری کا حکم عام حاصل کیا یہان قبل اس سے کہ یہ عرض کرین ساری کیفیت اُس صاحب کشف پر منکشف ہو چکی تھی علم غیبی نے پہلے ہی خبر سنا دی تھی فرمایا آپ لوگون کے بارے مین حکم جناب باری نافذ ہو چکا ہی بخت خوابیدہ بیدار اور طالع بیدار سو چکا ہی یعنی کچھ دنون تمھین سوز اُسے ساز ہی طالب و مطلوب مین منظور اتیاز ہی اور بہت دن پریشانی اُٹھائی اب تمھارے کوس وحشت کی نوبت آئی ہی یہ فرما وہ نگار ارم معشوقہ کی آشفتہ سری اپنی مرحمت گستری شاہ جن کو سپرد فرمانا بلینا اس کا اوٹھالیجانا پھر درباب قلب ماہیت یکا عالم مخاطب حکم احکم الحاکمین نازل ہونا طلب مطلوب مین طالب کا ہزار آفت سے شامل ہونا آخر مین مژدۂ وصل سنا ساری رام کہانی نگار عالم کی گوش گزار کردی دبی آگ بھڑکا کے متاع صبر فی النار کردی ؎ تا ماندہ دوئی حائل ماندم زتو من غافل ۔ ونگہ کہ شدم شامل گشتم سر یکتائی ۔ یہان پہلے ہی سے دامان خرد مین آگ لگ چکی تھی اس ہوا کے باندھتے تا گریبان پہونچی شاہ صاحب کا فرمانا فقط بہانہ تھا سننے کے ساتھی سینے پر ایک تیر سا پڑا خدنگ عشق تُل کے ایسا پڑا کہ دل و جگر مین ترازو ہو کے پتے پار ہو گیا دو سار ہو گیا شرم و حیا یکسر سرکی بے اختیار دل بیقرار سے ایک آہ شرر بار سر کی اور یہ نوبت بہم پہونچی مؤلف دبدم حال دل تباہ ہوا ۔ زندگی مین بھی اشتباہ ہوا ۔ جسنے دیکھا اُسے وہ جان گیا ۔ کسی رشک پری کا ہی شیدا ۔ شاہ صاحب نے مصلحت وقت جان کے قرناس کو ہوا بتائی اور ایک پرطاس نامے جن کو نگار عالم کے ساتھ کر کے صحرا کی راہ دکھائی دشت و جبل کی خاک چھنوائی اوس ہمراہی نے چند قدم ساتھ دیکے اپنا راستہ لیا ایک بیہڑ مین چھوڑ دیا اب سوائے خدا کی ذات کے کوئی سنگھ نساتھ ہر قدم پر سنگ راہ خیال صنم بیکسی ہمدم ہر گام ہر نالہ جانکاہ ایک سمت کو چل نکلا آخر اختر بد کا خلل نکلا بصد شدت بہزار دقت ہر روز کسی قدر مسافت طی کرتا صد آفت طی کرتا روز زندگی کے دن بھرتا مانند آب حیوان چشیدہ جیتا نہ مرتا بقول حضرت زند ؎ فراق یار مین دن زندگی کے اپنی بھرتے ہین ۔ سسکتے ہین ترے عاشق نہ جیتے ہین نہ مرتے ہین

پھر مذکور اوس مجبور و دور از سرور اسیر دام تزویر گرفتار پنجۂ روزگار یعنی حال

درد سنکر رہا نہین جاتا ہمعصر کا اثر سہا نہین جاتا ہیچمیرز ؎ ربط بلبل کو ہی اس دل کے رگ و ریشے سے
اُنس مشہور ہی ہمعصر کا ہم پیشے سے ٭ اور یہ بھی معلوم ہی کہ جبتک معشوق غافل رہتا ہی عجب اضمحلال
اور پردۂ لاعلمی حائل رہتا ہی جہان واقف ہوا ہمتن شعلہ بن بھڑک اوٹھا بلکہ بالکل عاشق کے سوز و
گداز مین شامل رہتا ہی یہان جسدن سے ناہید عاشقہ راہی ملک بقا ہوئی اور شاہزادی شیفتہ
اوسکی تصویر پر فریفتہ ہوئی دل سینہ مین سل جگر پہلو مین پھوڑا تھا تمام عیش و آرام سے جی توڑ کے
ناکامی سے دل جوڑا تھا جینا وبال تھا عجیب حال تھا آج قسمت نے مرکز اصلی پر پہونچایا کہ بہار ارم
وزیرزادی ہمدرد و ہمدم سے ملایا القصہ جب جذب محبت نے زیادہ تڑپایا نہ رہ سکا قریب آیا یہ نوحہ گر
اچانک اسکی تمثال فرشتہ مثال دیکھکے ڈر گئی رونا پیٹنا سب بھولی جیتے جی جان سے گذر گئی سمجھی موت کی
طالب تو تھی ہی شاید مراد حصول ہوئی دعا قبول ہوئی حضرت ملک الموت علیہ السلام بہ تیز گامی تمام کھنکھار
آپہونچے دیکھیے کیا بلا پہونچے کئی ہاتھ دل اُچھل گیا بے اختیار یہ شعر منھ سے نکل گیا لا اعلم ؎
زبس وارفتہ تھا روز ازل سے دل حسینون پر ٭ فرشتہ موت کا آیا تو وہ بھی نازنین آیا ٭ اسکی یہ ہذیان
بیانی ہجوم پریشانی دیکھ کر نگار عالم سمجھا کوئی خرد سے بیگانہ دیوانہ ہی ہمراز یعنی اپنے کشتۂ ناز سے جویاے
استصواب ہوا اوسے خود مالیخولیا تھا بد دماغی مین حضرت مجنون کا پہلو لیا تھا اسنے سرسام تجویز کیا
بولا کسی جن کا بند ہوا ہی کثرت صحبت خلقت ناری سے اس شعلہ عذار کا یہ حال زار ہوا ہی جنات کا
اسرار ہوا ہی میرے نزدیک شاہ صاحب کے حضور مین لے چلو غالب کیا یقین کامل ہی اسکا ہیدہ ہلال
کی طبیعت درست ہو جاے مزاج سست چست ہو جاے اسکو بھی یہ راے موافق آئی مصلحت وقت کے
مطابق پائی آمادہ ہو دونون قریب آئے اس وحشی کو خیال عجیب عجیب آئے بخوف آسیب رسی وہ پری
در خود محاسب ہوئی کہ یہ کیسے دونون بھوت ہین ایک ملک الموت دوسرے کون معلم الملکوت ہین
سہم کے بیہوش ہو گئی مثل وہم کمر جگہ سے کھو گئی نگار عالم تنہا مثل سرو چمان خرامان خرامان
نزدیک آ اُس خرمن گل کو آغوش مین لیکر تخت پر لٹا اوڑ گیا ایک پل مین مرکز مطلب پر پہونچا
یہان وہی دن تھا موافق معمول گرم ہنگامۂ داد وہی انس و جن تھا ان دونون نے حاضر ہو کر

وبال کر دیتا ہے بدن پر جان آتی ہے خواجہ وزیر مر گئی بلبل جو کیا یاد وطن کو ۔ غربت مین خدا یاد
دلائے نہ وطن کو ۔ جسدم اُسے تنہائی بے سروپائی علی الخصوص والدین کی جدائی یاد آتی ایسی آہین
دل بیچین سے لب پر لاتی کہ چرخ پیر کے سینہ پر کہکشان کی لکیر نظر آتی چھاتی پھٹنے سے مافی الضمیر کی تصویر
نظر آتی ثوابت وسیارے قطرات سرشک ثابت ہوتے ساتون فلک پھوٹ پھوٹ روتے
اور اس سیہ خانہ کا یہ رنگ تھا کہ خانہ مشبک دنگ تھا سقف وجدار سوراخدار ہو گئے تھے پیکان
آہ سوزان وناوک فغان دار پار ہو گئے تھے اور قوم بنی جان کا یہ ڈھنگ تھا حسرت تیر آہون کے
لگے ہو گیا سینہ غربال ۔ لخت دل آنے لگے از رہ پہلو چھن چھن ۔ معاملات تقدیر دیکھیے اُس شب وہی
ماہ جسکی یہ ساری چاندنی پھیلی تھی ایک عالم کو لٹا کے بچھونا کر دیا بجاے ادیم یمن فرش راہ جنکی چشم
لیلا تھی حسب الطلب شاہ صاحب بخوف جلال بسبیل استعجال مع قرناس رفاقت شناس یعنی
شہزادہ نگار عالم پُر حراس مقدار صد کروہ بلندی پر پرستوہ ایک زور شور کے ساتھ بروے ہوا تخت
اُڑائے چلا جاتا تھا قضارا یہان یہ قدر انداز جسکا دل پر سوز وساز ہر دم بصد ابراز آشنا تھا مولف
کوکب گردون شرارے ہین ہماری آہ کے ۔ چرخ نیلی اک دھوان ہے نالۂ شبگیر کا ۔ مانند تیر قضا خدنگ
آہ ثاقب اشتباہ اور تفنگ نالۂ جانکاہ آماجگاہ کبادۂ چرخ پر بوچھار تو کرتی ہی تھی ناگہان اٹکر کیس
باد ہوائی مثل ہوائی ہدف سینہ مہتاب چرخی سے بہک کر ایک اسکے بھی جگر پر پڑ گیا ساتھ ہی اُسکے
ایک بان فغان شعلہ فشان شکل ناسپال دوسرے شریک حال کے دل مین گڑ گیا العظمۃ اللہ لوکی لپک سے
کلیجا جھلس گیا تمام بدن جھلس گیا تندر نظر غایت اضطرار سے دونون دلگیر تڑپ کے زمین گیر ہوے
برہنمائی آہ آتش بار اُس مسکن غیرت گلخن پر ٹوٹ کر دام تحیر کے اسیر ہوے ایک درخت کی آڑ مین کھڑے
ہو کر دونون سرو صنوبر یہ ماجراے حیرت پرور دیکھنے لگے دل تفسیدہ کو سبکی لگی بہار ارم وزیرزادی کے
ہر ہر بین پر شہزادہ نگار عالم بیچین کا یہ عالم تھا کہ دل ہاتھون سے نکلا جاتا بات بات پر پگھلا جاتا سکتہ کا
عالم سخت ماتم تھا سوزش وکشش پر نپٹ حیران تھا دل سے یون ہمزبان تھا مومن خان
یا الٰہی خیر کس پردہ نشین کا غم لگا ۔ سینے کے اندر ہی اندر کچھ گھلا جاتا ہے دل ۔ فی الواقع ہمدرد کا

اُتنا وہ روز سیاہ اُس جانکاہ کو بنالہ و آہ گذرا۔ اگہے جی ڈوبا گہے جی اُبھرا جسوقت یوسف روز سریر مصر
مغرب پہ جا کر جلوہ گر ہوا اور قمر نابینا مہجور دیرینہ شمیم قمیص عکس نور سے مانند حضرت یعقوب علیہ السلام نور چشم
حاصل کر مع جگر گوشگان کجاوہ شتر بے مہار چرخ دوار پر سوار ہو کر رہ سپر ہوا اب اسپر بڑی تازی بلا
نازل ہوئی جس مقام پر وہ گم گشتہ آرام کرتی تھی یہ بیچین آکر گر پڑی خاک آدمی آنکھون سے لگائی
چان مانند بسمل ہوئی یہ لب پر لائی تجھ پر زمانہ برباد ہی منظور ہی گر چرخ تجھے + کاش ہو جائے
اسی خاک پہ مدفن میرا + پریزاد نے ہاتھ پکڑ کر اُٹھایا رو رو سمجھایا ولہ نہ لا سوز جگر کو لب پہ
بس بس مین ترے صدقے + تری باتون سے میری جان کلیجا منھ کو آتا ہی + بہزار دقت چند مبتلائے
کربت نے ہاتھون ہاتھ اُٹھا کر پلنگ پر ڈالا یہان پھر زبانہ خس پوش نے منقلہ وہان سے سر
نکالا بولی مومن شام سے تا صبح مضطر صبح سے تا شام ہم + ایک نالہ مین ہین کیون اے
گردش ایام ہم + شب رہے تجھ بن زبس بیچین و بے آرام ہم + صبح تک رویا کیے لے لیکے
تیرا نام ہم + یار و دشمن نے ستایا جب کہ ہم عاشق ہوے + ہی قصور اپنا ہی پھر دیوین کسے
الزام ہم + پہونچتے وان تک تو اُس پردہ نشین کو دیکھتے + کاش ہوتے چشم نرگس دیدۂ بادام
ہم + اور کبھی اپنی بیکسی اور تنہائی پر رو کر یہ کہتی منہ پاتے تھے چین کب غم دوری سے گھر
مین ہم + راحت وطن کی یاد کرین کیا سفر مین ہم + اس طرح خاک چھانتے پھرتے نہ دشت دشت
ہوتے جو پائمال اُسی رہگذر مین ہم + گاہ دلپر نگاہ کر یون ہمکلام ہوتی ولہ اے دل آہستہ آہ
تاب شکن + دیکھ ٹکڑے جگر نہو جائے + رشک دشمن کا فائدہ معلوم + مفت جی کا ضرر نہو جائے +
اے قیامت نہ آئیو جبتک + وہ مری گور پر نہو جائے + ہجر پردہ نشین مین مرتے ہین + زندگی
پردہ در نہو جائے + منہ جلا جگر تپ غم سے بھڑکنے جان لگی + الٰہی خیر کہ اب آگ پاس آن لگی +
سدا تمھاری طرف دل لگا ہی رہتا ہی + تمھارے واسطے ہی دل کو مہربان لگی + اور جب درازی شب سے کروٹین بدلتے
بدلتے گھبرا جاتی یہ سناتی منہ تو کہان جائیگی کچھ اپنا ٹھکانا کرلے + ہم تو کل خواب عدم مین شب ہجران
ہونگے + سچ ہی جب غربت مین کوئی کربت صورت دکھاتی ہی تو وطن کا خیال جیسا

بندھے پہلوانوں کی طرح گھاتیں بتاتا آپ قریب نہ آتا یہ اسکی بھی فتنہ پردازی تھی غارگر شکار خانی بجالائی شعر و سخن میں طبع جیت بہلائی

مذکور رنج معمور اعنی تذکرۂ بہارارم وزیرزادی خزاں دیدہ جو صبا عشق کشیدہ مہجور

جب مہر درخشان بسبان ماہ کنعان خواب غفلت سے چونک کر اپنا مافی الضمیر بمنیر تباشیر سحر پر بفواے مضمون اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سَاجِدِیْنَ روشن کرے ہوا اور گرگ شب شکیب بخوف انہام فَاَکَلَهُ الذِّئْبُ سمت کنام مغرب سرن ہو کر غائب از نظر ہوا شبنم کی خشکی سے بہارارم وزیرزادی کی آنکھ کھل گئی دیکھا پہلو میں خزاں غم کا خار ہے کنار خالی از یار غمگسار ہے پہلے تو مشوش ہوئی پھر دل کو تسکین دی کہ شاید کسی ضرورت سے گئی ہو لیکن یہ بندھی بات ہے جب کوئی برائی ہونے والی ہوتی ہے تو دل پر کھل جاتا ہے جو امر واقعی ہو ذہن میں تل جاتا ہے اس کا قلب کچھ پہلے ہی سے دھڑکتا تھا گھبرا گھبرا اٹھ کر بیٹھتا تھا اب زیادہ وہم نے جو لیا زہ دل کی پر بنیاد کو بیدار کیا اس خرابی کا اظہار کیا دم بھی سنکے سخت مشوش ہوئی اٹھ کر ادھر ادھر ڈھونڈھنے لگی مقامات ضروری دیکھے کہاں بلبل آئی طرفہ خلش ہوئی بہارارم بے سروپا ہاتھ ململ یہ لب پر لائی کہ مہمات جمع پھیر ہو گیا رات ہی کو ازدھیر ہو گیا افسوس ایک غم سے تو ہنوز نجات نہیں پائی دوسری آفت نے صورت دکھائی ہم تو سمجھے تھے کچھ دن آرام کرینگے سحر عیش سے مبدل شب غم کی شام کرینگے لیکن قطعہ مقرون بچہر بہار آئی وہی دشت کے سامان ہونگے + پھر وہی پاؤں وہی خار مغیلان ہونگے + سنگ اور باتیں وہی وہ ہی سر و داغ جنون + وہی ہم ہونگے وہی دشت و بیابان ہونگے + گاہ وہ سوگوار اُس نگار غمگسار سے مخاطب ہو یہ سناتی قطعہ میر بار وے یار دلارا بنی تو یوں ہی گذری + کیا ذکر ہے مسافران یاران شادمان کا + قید قفس میں ہیں ہم تو خدمت ہے نالگی کی + گلشن میں تھے تو ہم کو منصب تھا روضہ خوان کا + خصوصاً اسی ماہ پیکر جس تاریخ سے اپنا شہر چھوڑا ایک روز ہمیں غم سے مہلت نہ ملی ہر ہفتہ عشرہ محرم کے برابر گذرا سال کا سال یوں ہی بیتا رہا گی برق کی طرح بیقرار رہے + ابر کی طرح اشکبار رہے + اب کی برسات میں تو اے ساقی + ہم کو ایسے ہی کاروبار رہے +

سمجھی فلک نیا رنگ لایا تازے جال مین پھنسایا تجاہل عارفانہ کرکے بولی بھئی سونے دو ہمین نہ چھیڑو
یہ گھامڑ سمجھا شاید لونڈا مجھ سے ناز کرتا ہی غمزہ ازو نیاز کرتا ہی پھر وہی اگلے ہتھکنڈے چلا گندہ دہن بوسے
کی چاٹ مین بنڈیلے کا ایسا تھوتھن قریب لایا جوش مین آ اور ہی ڈھنگ جمایا اسنے موقع
جو پایا جھلا کے ایک لات ایسی ماری کہ غلطان پیچان سر تلے ٹانگین اوپر پلنگ سے دور تر
جا کر گرا لب شکرین کے لالچ مین شور بخت منھ پھیلائے تو تھا ہی خاک پھانک گیا جواب شافی کافی
پا گیا کھسیانا ہو جا کر دور بیٹھا تمام بدن مین عرق آگیا تا آنکہ عروس لیل مانند لیلا نوشاہ سحر رشک ابن سلام
سیہ اختر کے آغوش سے کود کر حجرۂ مغرب مین روپوش ہوئی اور نوشاہ خاور پشیمان بسان ابن سلام
ناکام اپنا سا منھ لیے انجمن روز مین جلوہ افروز ہوا یعنی صہباے نور سر جوش ہوئی وہ محجوب کجرو گردن جھکا
منھ چھپا سیدھا اپنی نشست گاہ مین چلا آیا کاروبار معمولی مین دل بہلایا مصرعہ عدو شود سبب
خیر گر خدا خواہد ۔ یہ بھی استمداد غیبی و استعانت لاریبی تھی کہ اسوقت کا لات کھانا اس لیتے بت پرست
بدمست کے دل پر نشانہ سا لگا ایسا کچھ ندامت نے لیا غیرت چھائی کہ پھر زرد رو نے پلٹ کے شکل
نہ دکھائی مثل سرین صورت چھپائی دل ہی دل مین چور رہا سب سامان مایحتاج مہمانی حاضر کر دیا اسباب
ضروری سے گھر بھر دیا جبر مقدر سے مجبور رہا پھر اپنی برزخ نہ دکھائی تا مقدور دور دور رہا اس بیقرار کی
کیفیت قابل تقریر نہین لایق تحریر نہین ایک تو دوری دیار دوسرے مہجوری دلدار تیسرے جدائی
یاران غمگسار روتی نہ ہنستی ایک سکتے کا عالم تھا دل سل جان دق ضیق النفس تنفس سخت ماتم تھا بہت
مار مین توبہ بھولتی ہی حرقت نار جب حد سے زاید حدت انگیز ہوتی ہی پانی جم جاتا ہی شدت آفتاب جب
زیادہ تمازت بیز ہوتی ہی مینھ تھم جاتا ہی گاہ تمام جسم مین آگ لگ جاتی اندر ہی اندر سلگاتی کبھی قبض
قلب سے ہاتھ تھا اور چھاتی وہ دیو سار عذار لیل و نہار اس ادھیڑ بن مین رہتا کسی طرح یہ گل کھلے
کہ یہ غنچۂ رعنائے ناشگفتہ دوشیزہ ہی یا امرد اسی کد مین اکثر عورتین ہوشیار قیافہ شناس بحیلہ خدمتگزاری اس مشغوف
گریہ و زاری کے پاس بھیجین یہ نازنین تو بدرجہ دوربین تھی فوراً تاڑ گئی کہ اسنے میری کھجور بھانپی ذرا
آپکو اب لیے رہتی بخیہ کھلجانے کے ڈر سے لب سیے رفو کیے رہتی کمتر بات کہتی بیشتر ساکت رہتی وہ دیو دور ہی سے

تو کب کا گر پڑتا القصہ جب شیرین شب کی زلف تا کمر آئی اور خسرو انجم نے ہم آغوش ہو کے ہوس خام پکائی
سمت مغرب سے ایک جن حکمت اساس موسوم بلیناس کہ طلسم گر اوس شہر مین مشہور تھا دیار بنی جان بلکہ
سارا پرستان اوسکی شہرت سے معمور تھا مع چند ہوا خواہ ہوا کھائے سناٹے کے ساتھ تخت اڑائے
پلٹا آتا تھا ناگاہ نگاہ اس کمبخت کی ادھر پڑ گئی سنان عشق سینے مین گڑ گئی یہ حسن خداداد بیحجابانہ کبھی اسکی
ہفتاد بنیاد کی بھی نظر سے نہ گذرا تھا گو ایک سے ایک حسین درمیان پرستان ہی مگر انسان کی ادا
اونمین کہان ہی یہان اور ہی جوبن ابھرا تھا اسکی اور چاند کی جوت ایک تھی باہم کی چوٹ ایک سے
ایک تھی پہلے تو اسے شبہ ہوا کہ کسی نے چاندنی مین مہتاب روشن کی ہی جسکی یہ روشنی پھیلی ہی پھر بغور
جو دیکھا آدمی کا ایسا نقشہ نظر آیا بیتاب ہو کے تخت اونچا نیچے لایا بیحجابانہ وہ صورت معشوقانہ تنہا
جو دیکھی منھ کو کلیجا آیا سمجھا طفل پری نہاد ہی از قسم آدم زاد ہی تمام بدن سنسنا گیا تخت ہی پر غش آگیا
ملازمون نے دوڑ دوڑ کے سنبھالا خوشبو سنگھا ہوش مین لا اوٹھا کے بٹھا لا مگر مکرر جو دیکھا تاب
نہ لا سکا بیقرار ہو کے لڑکھڑاتا گرتا پڑتا پھر قریب آیا پھر چکر کھایا لیکن پھولون کی لپٹ پسینے کی خوشبو
سے دماغ معطر جو ہو گیا آنکھین کھل گئین چشم عشق و دیدۂ حسن کی نگاہین تل گئین دیدے
پھاڑ پھاڑ ندیدون کی شکل دیکھنے لگا رعب حسن نے آنکھ جھپکا دی مفصل نہ دیکھا گیا دیدۂ احول
چھپنے لگا بہزار دقت کھسل پھسل پلنگ تک پہونچا اوپر قدم رکھا بوسے کی خواہش مین منھ کو
پھیلا کے بار بار نزدیک لیجاتا مگر جب لمعان رخ تابان سما جاتا آنکھین بند ہو جاتین تو شک
پر چکت جما جاتا تا دیر یہی گیر و دار رہی طبیعت بیقرار رہی ناچار بخیال افشاے راز پلنگ سے
اس گیدی خر نے اتر کر ایک پریزاد سے اشارہ کیا چارپائی کو اٹھوا لیا اب
وہ برج عفت کا تارا اپنے قلعہ کے برج مین لا اتارا یہان پھر وہی ہنگامہ شروع ہوا
نیر شہوت طلوع ہوا الا جسکے ستر کا ستار ستار ہو وہ کس ہاتھ سے صد تار ہو لاکھ سر پٹکا کوئی
کوشش کارگر نہوئی تقدیر راہبر نہوئی اتنے مین اس بدمست کی بوے جسم اس
نازک دماغ کے دماغ مین جو پہونچی آنکھ کھل گئی پیکان ستم سینہ مین تل گئی بسکہ فہیم تھی

اکثر ظہور مین آئین جھون نے نکھر نکھری نئی پوشاکین زیب بدن فرمائین اگرچہ اون دنون آفت روزگار
کا بھی سنگار غضب کا تھا آپنے اپنے ڈھب کا تھا لیکن نگار ارم کا جوبن ٹپکا پڑتا وہ مردانہ لباس پھوٹا
نکلتا وہ انگرکھا ململ کا بادامی رنگا ہوا ہلکا اُسپر کامدانی کی فردیان گویا زردیان اودی گوٹ تین تین
کمر پیان وہ گوداز سینے کے اوپر کچھ کچھ کچون کا اوبھار موافق سن برس چودہ پندرہ کی عمر اومنگ کے دن
وہ گداز بدن کھچا کھچا سڈول رانون مین چوڑی دار پائجامہ سرخ اطلس کا بھچا بھچا ہر پہلو سے جوبن کا
دکھاؤ آفت وضع قیامت کا بناؤ دو اُسکے بازوون پر شمع سے روشن ترناک مین بندہ اُسمین زمرد عمدہ
سادے سادے منھ پر وہ اور بھی ستم اُٹھاتا جوڑے کا ہر پیچ دل کو پیچ و تاب دکھاتا پان کا لگھوٹا
مسی کے لاکھے کو شرماتا چرخ کبود کی مجلس حیران تھی لبون پر جان تھی زہرہ کا جرم نیلہ داغ نظر آتا صاف
صاف پیٹ پر جو سیلی کی لکیر تھی بندہ کے زعم مین وہ تار نفس کی تصویر تھی چشم نیم باز فتنہ خوابیدہ کو
آنکھ دکھاتی غنچہ دہن کی ناف شمیم شگوفہ شبو کو شرماتی وہ جہان کے کچھ کھلے رہنے سے دروندان کا گچھا
نظر آتا یا قوت کے گلدان مین موتیا کی کلیون کا غنچہ نظر آتا نفس کی خشکی سے جو لب شکرین پر پپڑی جمی تھی
وہ آتش خاموش پر دود اور رود وہی پر ورق نقرہ سے جمی تھی وہ انگڑائی انگڑائی کروٹین بدلنا نیند کے خمار مین گاہ
سینہ گاہ رخسار ملنا کبھی کروٹ کے صدمے سے جو کمر بل کھا جاتی تو ہونٹھ چبا چبا لب پر صدا سے
اُف اُف آتی اور جو کہین خواب مین لاحق حال خیال یار ہوتا تو ٹھنڈی سانس اور سسکیون کا گرم بازار
ہوتا اور جب کبھی سانس کی ٹھٹیس سے دل کی گھنسی دُکھ جاتی منھ بنا تیوری چڑھاتی گاہ بے چینی سے
چت ہو کے جو ٹانگین پلنگ کی پٹیون پر آرام پاتین درمیان سے پھیل جاتین تو غنچہ سربستہ
نیم شگفتہ ہو جاتا فرط صفا سے پائجامہ کے اوپر نظر آتا کلیان شرماتین بلا منت درمیانی وہی چڑیا کا مزہ
اوڑاتا تھا ہمسے محبون کا مغز وحشی سا پھڑ پھڑاتا جوبن پکار پکار یہ سُناتا تھا **مومن** دیکھے
ہی چاندنی وہ زمین پر نگر پڑے ✻ او چرخ اپنے تو مہ کامل کو تھامنا ✻ اور پیٹ ہو جانے سے دو
مہتابیون کے بیچ مین گل سوسن کی نمود تھی فلک نیلگون کی دیکھ دیکھ کے چھاتی کبود تھی باین پیرانہ سالی
جی بھر بھر آتا تھا اوندھا سیدھا اوپر ہی گرا جاتا تھا اگر اون دونون ہمنفس کا عصائے تنفس دستگیر نہوتا

مکڑی کا جالا نجارات ارض شامیانہ والا جو پری و پریزاد نظر آتے تھے وہ کاس کے پوتلے تھے دیوزاد بگولے
تھے تخت تمکاسر مسند و تکیہ کنکر و پتھر صرف دو گھڑی ترتین لے واسطے یہ فعل ہوا کرتا تھا سال مین یہ طلسم کا
کھیل ہوا کرتا تھا جسدم شاہ صاحب یہ سب خاک مین ملا حجرہ نشین ہوے دوسرے صاحب حسب دستور اپنے
اڑنے کی فکر مین ایک سمت رو مین شکل شاہین ہوے تھوڑی دیر کے بعد کچھ مٹھی مین لیکر آئے چار جانب
گھوم گھوم دانہ خردل بکھرا اے ہنوز رائی بالکل بکھرائی نہ تھی کہ دفعۃً ایک صدا پیدا ہوئی مضمون وَاِذَا الْاَرْضُ
مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ زمین شق جابجا ہوئی اوس سے چار شخص بہیات عجیب بصورت غریب نکل
آئے بمصداق اَفَلَا يَنْظُرُونَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ صورت بلبلاے کہ کیا حکم ہی اوس عامل بے بدل نے
کہا چار سواریان لاد و ہمین وطن پہونچا دو یہ سُنکے معاً وہ نظر سے غائب ہوگئے اوس جگہ پر کھو گئے بعد لمحہ
چار رہوار اُنھین غار تیرہ و تار سے نئی شکل کے نمود ہوے ان چارون کے سامنے آموجود ہوے تمام
جسم برنگ خنگ نقرہ شفاف سجدیکہ اوس شب تار مین تنفس اُنکا جسدم آتا جاتا تھا دور سے مانند
شعاع نور کے نظر آتا تھا از فرق تا گردن چہرۂ انسانی نہایت روشن باقی بدن بشکل توسن شاہانون پر بازو
سبز سبز مثال بال طاؤس بغایت نغز صرف کاٹھیان کھچین و مین دست عروس کی صورت منہدی سے رنگین روانی
مین برق از پا تا فرق جواہر مین غرق چھم چھم کرتین مادہ ایک رسامنے آجلوہ گر ہو کر خوش فعلیان کرنے لگے
اٹھکھیلیان کرنے لگے حسب ارشاد پریزادان تینون نے سوار ہو ہو کے باگین لین سمت مقصد کی راہین
سرکین آن کی آن مین شہر اندراسن یعنی پرستان مین سواریان پہونچین لکھتے ہین کہ یہ بستی بڑے ہوا بستی ہی
در و دیوار سے کیفیت برستی ہی شاہ جن نے یہان آکر انکی خاطر مکان عالیشان خالی کرا دیے خدمت کو پریان حور وش
اور پریزاد غلمان نژاد بلا دیے اب یہان یہ تینون مسافر چاک مقدر کے بخیہ گر رہنے لگے اندوہ فراق کے صدمے
سہنے لگے ایک شب چاندنی کی بہار دیکھ کر شہزادی کا جی کلبلایا لب بام پلنگ بچھوایا چپ و راست وہ
دونون و مسا بیچ مین یہ پُرسوز و گداز پہر رات تک اپنے دُکھڑے کہا کین بکتے بکتے آنکھین لگ گئین دستور
ہی جب کوئی امر ہونے والا ہوتا ہی تو کچھ پہلے ہی سے اُسکا سامان ویسا ہوتا ہی سر رشتہ شعور ہاتھ
کھو جاتا ہی دانا نادان ہو جاتا ہی اس روز دن ہی سے خلاف وضع باتین

مگر باطن مین بس کٹ یعنی سم نیز ہی سُنا ہوگا شاہ مازندران نے شہنشاہ ایران کی محبوسی مین جو کچھ صلہ پایا
چاشنی خوار خوان ہفت خوان کے ہاتھ سے کون کون طعمۂ زاغ و زغن ہوا کیا کیا مزہ پایا کس کا گھن ہوا عقلیہ
یہ بات ہی کہ جتنے کام شیطانی ہین وہ بظاہر خوب سب کو پسند ہین مگر باطن مین معیوب مورد قید و بند ہین جن نے
اس سفرہ پر دست تناول و تطاول دراز کیا آخر کو مادۂ صفرہ کے غلبہ سے تنگ ہوا لقمۂ کام نہنگ ہوا
یہ معروف ہی کہ کرد کہ نیافت جسنے جیسا کیا ویسا پایا اور یہ تو کالشمس نصف النہار ہی ہی کہ ہر کہ زین جناب
سر بتافت طعن سنان بر جگر یافت پر آی ناوان بر لب جام سمبوسہ دادن بہ از زیر تیغ گردن نہادن
درینولا سُنا ہی کہ تمنے دست تظلم بنی آدم پر بہت دراز کیا ہی علی الخصوص شاہان ذیجاہ کو کہ ظل آلہ مین
کہ ایک عالم کی پشت پناہ ہین زیادہ تر وقف سوز و گداز کیا ہی چنانچہ مشتے نمونہ از خروارے بیچارے
آزر شاہ کو تمنے بالکل تباہ کر دیا کہ فرزند دلبند اُسکا کہ اندھیرے گھر کا چراغ بقول شخصے اندھے کی لاٹھی
مرہم داغ تھا اپنی چاہ بگھار ولولہ جتا اُڑا لائے ہو ملک و مال سے چھڑا لائے ہو آہ سر افسری بے کلاہ
کر دیا معہذا فہمائشاً تمکو لکھا جاتا ہی اگر تمھاری تقدیر بر سر راستی ہوگی اور خوشنودی خدا و رسول مقدر
معلول مین لکھی ہوگی تو صاف صاف لکھنے پر مکدر اور سیدھے سُنانے پر ٹیڑھے نہو کر راستی موجب رضائے
خدا سمجھ کے پگڈنڈی سرکشی و کجروی کی چھوڑ کے ادھر رہرو راہ راست فرمانبری و حلقہ بگوشی کے ہوگے ورنہ ہیہات
ہیہات کہکر سر پر ہاتھ دھر کر رونا ہوگا حکومت ہاتھ سے کھونا ہوگا مناسب یہی ہی کہ بفور مال بکشائے افتخار نامہ
نصیحت شمامہ اوس ہمائے سیمائے بادشاہی شاہین اوج جہان پناہی کو بھیجدو تھوڑا لکھنا بہت سمجھو تاکید
اکید جانو زیادہ زیادہ یہ لکھ کے مہر کر کے ایک جن جرار اشجع روزگار تندرویان مرغ سلیمان کو دیکر
فرمایا رسم سفارت بجا لانا ہست نیست کا صاف صاف اُس مکدر سے جواب پہونچانا ادھر شاہ صاحب
نے کلمہ برخاست فرما تینون مسافران بادیہ پیما کو سپرد شاہ جن کر کے ارشاد کیا انکو جان کے برابر
سمجھیو حتی الوسع دلجوئی و پاسداری کیجیو یہ سنکر اوس مشیر نے زمین پر لکیر کھینچی سارا وہ کارخانہ طلسم
گرد ہو گیا ہوا کے جھونکے مین کھو گیا پھر وہی جنگل سنسان انسان نہ حیوان سوائے پیر قدسی تخمیر یا
اوس مشیر کے اور سارے ہوا خواہ ہوا ہوئے نظرون سے کھو گئے فرش ریگ صحرا سائر کی قنات

یہ عجوزہ عزلت گزین میرے جگر گوشگان سے ہی سرمایۂ حیات جہان سے ہی ایک مدت سے مین نے اپنے سایۂ
عاطفت مین پالا ہی دل سے دُکھ ٹالا ہی سو اب مقدر سرکش بلا نصیب کے ہاتھ سے اسکا ناک مین دم
ہی گو وہ میرے جوار قلمرو کا ایک مقدم ہی آگے جب کبھی کہ موافق و ہمدم تھا مستعد بجان
نثاری و مددگاری ہر دم تھا بالفعل باشتعال محبت صوبہ دار سرکار عشق آتشبار نگار عالم جسنے مجھے
عورت سمجھ بالکل ممالک محروسۂ دل درہم و برہم و پامال فوج ملال کیا ہی اسنے بھی لوٹ پھونک کے
نحس نحس اساس ہوش و حواس اور دریا برد خزانۂ دین و ایمان توشۂ مال کیا ہی حیا و شرم اور اک و فہم
کو کہ میری انیس و جلیس تھین محبس جنون مین محبوس کر کے فراق سپہ سالار بلا و بشدار کے پہرے مین نظر بند
کیا ہی حال چند در چند کیا ہی سر شام ایک جام خونناب بجاے شراب دو کوفتے کوفت کے ایک قاش جگر بعوض
نوش معمول ہی یہ زندگی کا اصول ہی اب مین براے نام باقی ہون یقیناً آج کل مین رہگراے عالم باقی ہون
امید کہ یہ بینوا مبتلاے بیداد اعنی حامل معروضہ انقیاد اپنی داد کو پہونچے اور اسی پردے مین یہ خانہ زاد اپنی
مراد کو پہونچے جب یہ جملہ تمام ہوا خیال شاہ صاحب پائین انجام ہوا مطابق تذکرۂ سابق یعنی حال نگار عالم کے
موافق اسکا بھی مآل پایا شاہ جن کے تحت احکام اس کام کا انصرام استقلال پایا فرمایا یہی تدارک اسکا کافی
ہی کہ مجسمہ کشور جسم اسکا چھین کے اسکے زیر نگین کر دیا جائے قلب ماہیت ہو جائے گو ازل سے یہ ملک
اسکا معافی ہی بعد صلاح و مشورت بسیار یہ بات قرار پائی کہ پہلے بنام قرناس فرمان جائے بعد ازان جیسا
کچھ ہو وہ عمل مین آئے اوسی دم دبیر عطارد تحریر نازک فہم چابک قلم نے توسن سبک خرام خامہ کی
نعل نال کلک سے باندھ تحریر کی اوگی مین ڈال صریر کے کھانکھڑ کھڑکائے بیداے ناپیداے اندرزد
پند زہر خیز سم بیز مین ظرافت و طلاقت کے چھپکے سے میٹھی پوئی مین دور دمی دکھائی

فرمان بنام قرناس از جانب جناب شاہنشاہ حق شناس

وظیفہ خواران خوان زبرجدین و زلہ ربایان ادیم صندلین آن ابا باے نوشینہ مرارت آلود اور مسقطی لوزینہ
سیر آمود کے ذائقہ مذائقہ سے جسے نیکوان روزگار بدکردار کہتے ہین خوب واقف ہین زبان حال سے
جملہ لذات مکافات کے کاشف ہین مشہور ہی کہ یہ رفاق شرنگ رنگ گو بظاہر شہد خیز ہی

بچشمک گفتہ ہر چہ ہے کہ مادر گریہ بانیلم بہ بلعلین گفتہ ہر خاطر کہ دل مائیم ماہی را سایہ سنگے شاہ خجستہ کلاہ نے
ظل اللہ کی سرگردانی پر بہت تاسف کیا آنکھون سے آنسو کا مینھ برسایا مشیر خوش تدبیر سے فرمایا اسکا قلق و تم
تجھے متعلق ہے اُسنے اُٹھکے سلام کیا عرضداشت کو بوسہ دیکے ہاتھ مین لے لیا دوسرا ذکر جو اسکے
مطابق ہے اُسکو یون لکھتے ہین کہ ہنوز محرر جادو تحریر خوش تقریر نے خرابی حال شاہ سکندر بخت
اور کیفیت پردہ دری شہزادی نگارارم بدبخت کی شاہ صاحب کے حضور عرض نہ کی تھی کہ دفعۃً غنیمہ
خاطر خطیہ پیر روشن ضمیر پر در کشف کا پردہ اُلٹ کر ایک عجوز فریادکش نہایت کمپاٹ پرانی پچھے حال
چیتھڑے لگائے فریادی کی شکل بنائے چلاتی غل مچاتی حاضر آئی ڈیوڑھی پر غضب و ادب کہ دونون
دربان تھے ہان ہان کرکے مانع ہوے آنکھ دکھائی کہ تو کون ہے کیا نام ہے کہان جاتی ہے کیون غل مچاتی ہے
اُس معمرہ نے کہا یہ ضعیفہ مورد آلام ہے آرزو نام ہے غضب نے کہا بڑھیا ڈائن تیرا یہان کیا کام ہے
چل چل پیڑا نہ تل یہ کہکے گردن ہی نکالنا چاہا وہ دوڑکر رحم کے دامن مین کہ ایک کونے مین
کھڑا تماشا دیکھتا تھا لٹک گئی اُسنے رحم کیا اُسکے پنجے سے چھڑایا موجب شان و نزول دریافت
فرمایا اُسنے کہا شہر مقاصد آباد محلہ صدر پوری مین مکان مرزا بیدل بیگ خان کے زیر سایہ میرا جھونپڑا
ہے شہزادی نگارارم اُس ظالم کی فرمان روا ہے مقدر کے ظلم سے سخت نالان ہون دعا کی دستگیری سے
یہان تک پہونچی ہون جیسے درمان ہون رحم نے کہا اچھا غل نہ مچا کوئی شکل نکل آئیگی تو کسی طرح
وہان تک پہونچ جائیگی یاس مست لباس کہ درمان ناحق شناس کی آشنا پرانی تھی آرزو کی دشمن جانی
تھی کہین حقہ کی چاٹ مین دمباز دبی بیٹھی تھی اس بدحواس کے پاس آخوب سا بھرایا کہ پلٹ جا
ناحق آپ کو خاک مین ملاتی ہے وہان کچھ نہین ہونے کا امید کہ سرتاج مزرمیدان
ہزبرنیستان رحیم مزاج ہے دردمندون کے درد کا علاج ہے اُسنے اُس ٹھگن رہزن کی خالا کو بزجر و توبیخ
ٹالا اور ہمراہ اجابت عرض بیگی بحضور شاہنشاہ ظل اللہ بھیجدیا آرزو نے سوال نگارارم از پا افتادہ
کا جسکی بہ فرستادہ تھی و زیر مصائب تدبیر خوش خصال در اک اور اک کے ہاتھ مین دیدیا اُسنے حسب
ایماء شاہ کیوان جاہ خلاصہ عرضی کا پڑھنا شروع کیا لکھا تھا کہ امیدوار مستفیضان ہے دادرس بیداد رسان

لبسایا قصہ پڑھنا شروع کیا مجمع عام نے گوش دل اُس طرف رجوع کیا تحریر تمام کہ ای پیر روشن ضمیر حاجت
تقریر نہین پڑھنے سے بیشتر ساری ماہیت تجھ پر منکشف ہی جیسا کچھ قرطاس سنگ دل بحر عمان کی بابت
بازی و بدسگالی سے ملک آزر شاہ کا تباہی مین متصف ہی نہنگ و بحر سب کا ناکون مین دم
لبون پر جان ہی برج حوت تک شور الامان ہی یعنے ایک شب گوہر شب چراغ اس کا شاے
کا کہ از خود ماحی تھا محور احست نہنگ بحر شجاعت گوہر شہنشاہی تھا بقول مشہور گھڑی کا گھڑیال
اُسی حال مین یہ بدسگال آپڑا اسلیکہ مدت سے اُس یم حسن کی جستجو مین ہر مکان اور شہر کے ناکون
پر جاسوس لگا رکھے تھے بلا پرس جو بر محل استقلال آپڑا سب پر منکشف ہی کہ باد سحر نے جسم جس
پُر جوہر کا چھوا نہین اُس والا گہر کو اس سوسمار خوار نے لو لو پھر اخدا معلوم کس غار تیرہ و تار مین چھپایا
آج تک کچھ مفصل سراغ نہ پایا مگر خارجا سنا جاتا ہی کہ اُس جگر گوشہ عبد الرشید کو صدف برج رشک
مریخ مین جو بحر زخار کے اندر شکل تخت گاہ معلم الملکوت بصورت عورت بنایا ہی لیجا کر چھپایا ہی افسوس صد
افسوس والدین خستہ حال کا احوال قابل قیل و قال نہین اُس لعل کے خیال مین آنکھین پتھرا گئین لہو پر جان
آگئین ہان تو ماں ہی ہی باپ شکل سیماب ماہی ہی یا تو شہر مین لنگر خانہ جاری تھا ہر روز پلاؤ کے گھاٹ خوان
و کشتی کے پاٹ رعیت و سپاہی کا بیڑا پار بسبکساری تھا یا قوت کے نہ بہم پہونچنے سے خود شہریار کو
قوت سخن ممکن نہین و ہیرے کا کیا مذکور جبتک اُس کان جود کے قرب گوش آفتیق نہ ناری بات سننا
ممکن نہین بجاے یاقوتی چند لخت جگر فی روزہ مقرر ہی لخت جگر کے سیل فراق مین یک لخت سل ہی اور
سر مین سارا شہر پر آشوب ہی ہر سفینہ سینہ پر امید آبرو کی شست و شوب ہی کل ملک اس سنگدل کے
ظلم سے سخت تنگ ہو کر زیست کے دن بتا رہا ہی ہر دل بے لنگر مونگے مرجانا چاہتا ہی دہات کی
وہ کیفیات ہین کہ کسی کو آب و دانہ کی خواہش نہین بالی چنی کھیسی کھیت اور منڈ کی صورت نہین دیکھی
شکل غوک مغاک نشین ہین شاہزادۂ دریانوال کے تمناے وصال کی چھینٹون سے تر زبان
خاک نشین ہین اور شموس داغ کا وہ راج ہی کہ تال پوکھر آج قطرۂ آب کو محتاج ہی اخضر پر خم کے
سبز قدم سے مزرعۂ عیش گرد ہی سبزۂ زخم سرشک مراد اس شعر کی بحر مین سیراب ہو کر سرو ہی مولف

خلقت نار کو سوز ہوا کرتا ہی اسکے کلمات تشفی آمیز سے انکو گونہ سکون ہوا اس قرار پر حال زبون ہوا آتے ہیں
شاہ جی کنمنائے مردہ دلون کے جی مین جی آئے پلکین رخسار تابان سے مانند نیستان سر کا آنکھین
لال لال آہو گیر ختنی غزال پیر جلال کو بسان ہزبران آہنین چنگال نزہت گاہ تماشا مین جولان کیا
صدہا آہوے چشم جو اُنکے دیکھنے سے جیتے تھے دلون مین بھلا مان جیتے تھے چنگ رعب سے دبا کر نیمجان
کیا اور ایک بارگی رفتار کی اُس پیر نے باگھ لی یعنی اندر سے اُٹھ کے خرامان خرامان کلبۂ نیستان
رشک جنان سے باہر آیا اور نہر چشمک زن کوثر مین کہ سامنے چشم پُر آب عاشق سی چھلکتی تھی چشمۂ
آفتاب سان جھلکتی تھی مانند خیال کمر اُس سخنی نے اندر گھسکر غوطہ لگایا بعد ازان طفل سرشک سان پیر شستہ
ضمیر باہر نکل آیا کسوت آزادی جسم انور پر آراستہ کر کلاہ آزادی سر پر رکھ کر تمام بدن مین عطر لگایا وہی
تخت طاؤس از خود اُڑ کر سامنے آیا یہ ہماے اوج کمال کا ہیدہ ہلال ہدہد مثال اُس اورنگ
سلیمان پر جا بیٹھا گرد جھرمٹ پریزادون کا کچھ سوار کچھ پیادون کا بیچ مین تخت روان سُبک خرام
بسان سریر سلیمان علیہ السلام بصد شوکت و شان برابر آکر اُسی کرسی نشین کے جا گزین ہوا وہ عطارد
تمثال اس بدر کمال کو دیکھ کے ہلال ہوا آمادہ تسلیم و استقبال ہوا اسکے بعد حسب ارشاد عرش بنیاد
حاجت مندون کا نقش مراد کرسی نشین ہوا یعنی کوکبۂ عدالت اوج پر آیا دریاے داد و دہش
موج پر آیا وہ آفتاب قطب الاقطاب اور وہ شاہ جن اُس سن کا معتقد و جانشین لاجواب ہمیشہ سے
یہی دستور تھا کہ سال مین دو بار جلوس فرماتا کسی کو آزاد کسی کو محبوس فرماتا جناب کبریا سے اسی امر
پر وہ آمر مامور تھا آج بعد فراغ احکام معمولی و امور ماموری و معزولی ابدال و اوتاد ہر اقلیم آباد و تعیینی
و تبدیلی اولیاے ہر ولایت و استنباط زہاد و عباد بخشی نے سپاس نامہاے شاہان ذوی الاقتدار
و دستور العمل فرمانروایان باوقار پیش کیے اعمال نامہاے ہر شہریار پیش کیے پہلے مثل خوان نے عرضداشت
صاحب ولایت کشور کوکب ہند ظل اللہ آزر شاہ مظلوم و بیگناہ در شکایت ظلم فرناس والی بحر عمان جن نے
شاہزادہ نگار عالم ہماے اوج جمال کو شہباز عشق کے زور بازو سے اُڑا کر والدین خستہ حال بے
پر و بال سے چھوڑا کر دام آلام مین پھنسایا تھا اُسکا مرز بوم اُجاڑ کر کے اپنا ویرانہ اُلو نے

اسیر یاس بہ طلسم حکیم بلیناس

جسدم اصحاب کہف سیاحت گزین یعنی سیارگان برج نشین مع کلب کلب الجبار یار غار کہف مغرب مین
سوئے اور طلسم کشاے سحر نے مانند حضرت کلیم بعصاے عمود و ید بیضاے بیضۂ طاؤس کبود طور افق سے
سبک خرام ہوکر رونق بازار وقت سامری گوسالہ پرست کے انوار دھوئے آفتاب کی حدت دھوپ کی شدت سے
یہ حریق فرقت یعنی نگار ارم خفتہ بخت خواب غفلت سے چونک پڑی دیکھا ایک ہجوم عام ہے مگر ہمجنس نہین قوم بنی جان
اور دیو سار مہیب تر از دد و دام کا ازدحام ہے درمیان میدان ایک نمگیرہ ہزار چوبہ ایستادہ گرد قناعت اطلس
و استبرق کی کھچی اسکے بیچ مین قاقم و سمور سندس و صفور بچھی صدر انجمن بسان تختہ گلشن اور صف
نعال ملون مانند طاؤسان زری بال پری و پریزاد رشک گلہاے چمن سے دھک دھک کرتا ہے نظر
کام نہین کرتی اس رنگ ہر سمن اندام کا چہرۂ گلفام دمک دمک کرتا ہے مقابل تخت طاؤس کے ایک
کرسی مرصع پر نقش و نگار پر سالار انجمن بسان مہر درخشان میان ہالہ حلقہ زن جلوہ افروز گرد گروہ
جنات و انبوہ اہرمن بہیئت حیرت اندوز کوئی روئین تن کوئی پولاد بدن کسی کا قد انسانی سرپیل کا کوئی
بہیات ہیولانی تاڑ ساڈیل کا کسی کے دس سر اور ایک دھڑ کوئی جوان کوئی ادھیڑ کوئی گاو سر
کوئی جاموش پیکر گویا مجنس ازلی کا بجا سینگ سرون پر ایسا ایسا اسطرح کی صورتین کالی ہیئتین
نرالی اسکی نظر کیا وہم و گمان مین نہ آئی تھین ایسی صعوبتین کبھی کاہے کو اٹھائی تھین بمجرد نگاہ
جان قالب سے نکل گئی روح نبض مین گندھل گئی ایک تو تموز آفتاب دوسرے مخلوق نار کی سوزش
پرتاب تمام بدن مین آگ لگ گئی گھبرا کے ہمراہیون کو جگایا انھون نے جو آنکھ کھولی وہی سوز و گداز
پیش آیا ایک گم کردہ آشیان نے حیران ہوکر اس طائر سحر بیان سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے
سانحۂ جان گزا ہے اسنے تسکین دے کے کہا حضور اب مسرور ہو جیے کلید امید حصول
ہوئی شاہ صاحب کی بیداری کی باری آئی دعا قبول ہوئی یہی یہان کا دستور ہے یہ فرقہ
اسی دن کے واسطے مامور ہے سال مین دو بار یہ جشن نوروز ہوا کرتا ہے ایک
عالم کی حاجت روائی ہوتی ہے ہر درد کی دوائی ہوتی ہے جھاڑ پھونک سے

ادھر ہوا مسکرانا ہنسی کا آنا بے سبب نہیں اب دل کی خواہش بر آنا عجب نہیں بس کچھ دیکھو نہ بھالو
بے تکلف دل سکے جو ملے نکالو غرض بیباکانہ ہم آغوش ہوا ساغر مراد سے مدہوش ہوا
دل حیران رسیدہ کی آرزو بر آئی اُس تشنہ دہن کی پیاس بجھائی پھر تو آرام سے
بسر کرنے لگے ایک دوسرے کا دم بھرنے لگے بعد چندے وہ گھر کو آیا بعادت معہودہ اگلا ہتھ کنڈہ
چمکایا یہاں اب اوپلے تھاپنے کی تاب کہاں لب پر تو اور ہی ذائقہ آچکا تھا گبرے کی بدولت کھیل عشق اپنے
جنوا چکا تھا حرکت بے اعتنائی ظہور میں آئی ناک بھوں چڑھا ہیں تو نا ہیں نکو لاگت کی تقریر زبان پر
لائی پنڈت جی جی ہی جی میں سمجھ کے پچھتائے یہ اشلوک دل کو روک زبان پر لائے **اشلوک** پنڈتا پر دیس
گئے اور گھر رہگیو آدیسا + من مانی گھر جانی بھئی اب نہ بھاوے تھپ تھپا + مینا نے مخاطبوں سے
کہا بس حضور یہ سنکے اُن تینوں شخصوں نے چوتھے کے جانب دیکھ کے قہقہہ مارا وہ بیچارہ ایسا کچھ
پایا گیا کہ بکھ سے کھ گیا عرق عرق ہو گیا تا صبح انھیں باتوں کا چرچا رہا وہ محجوب سر جھکائے بیٹھا
رہا روز روشن ہوتے تینوں شخصوں نے اپنا اپنا راستہ لیا چوتھے مسافر کافر نے زنار کی پھانسی
گلے میں لگا اُسی درخت کی شاخ سے خود کو لٹکا کشور عدم کا راستہ لیا یہ دیکھ کے میرا کلیجہ مُنھ کو آیا شیخ
مصلح الدین علیہ الرحمۃ کا قول یاد آیا کہ ظرافت بسیار ہنر ندیمان ست وعیب حکیمان اگر وہ ہنسی ہنسی یہ
قصہ نہ بیان کرتا تو کیوں وہ پیر جان سے گذرتا **سعدی علیہ الرحمہ** نگہ کن چو سوفار دارد نشست
نہ نگہ کہ پرتاب کردی ز دست + و **لہ** زبان بریدہ بگنجے نشستہ صم بکم + بہ از کسے کہ زبانش
زیانش اندر حکم + و **لہ** زبان در دہان اے خردمند چیست + کلید در گنج صاحب ہنر +
الانسان سنجیدہ کو لازم ہے جبتک خرمن سخن کسی جنس کا میزان خرد میں تعول نہ ہو کہ زبان کے پیمانہ میں نہ تولے اور زیادہ
سخن بھی برا ہے اللہ جل شانہ فرماتا ہے **فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ**
پس عقل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سرگذشت اخیر اوسی اجل گلوگیر کی بیان کی کہ نرد غیرت سے جان
دی مینا سے یہ قصہ فاش سنکے تینوں حارسان نشش قاش شرم سے کمو گیں منھ چھپا چھپا سو گئیں

زیارت غوث حق شناس صفوت اساس و محبوبی شہزادی نگارارم

ہر بار دل پر سہجاتا ہی مین نے اُسکے مافی الضمیر پر مشرف ہوکر تجاہل عارفانہ کیا عمداً سر جھکا لیا وہ مجھے غافل
سمجھ کے چٹے بنے آسنی مین باندھ گیلا انگوچھا گدھی کے پانؤن مین ساند حضرت شیطان کے اغوا سے
اپنا دھرم اور کرم چھوڑ حرکت بیجا کا مسلط ہوا دھیان اور گیان کا سلسلہ توڑ مخبط ہوا اُس دراز گوش
کو اس کوتہ بین کی ادا خوش نہ آئی صاف دولتی جمائی مہراج جی آشنان کے عوض دریاے
خجالت مین نہاتے ایک سمت کو بھاگے جاتے اور یہ اشلوک سُناتے **اشلوک** ای بیساکھو
نندنی ہری ہری دوب چرندنی ✤ تو بست نہ دین آپنی ✤ دھوتی تو دی رہی پاپنی ✤ تیسرے
نے کہا ایک نقل بر محل اس سے افضل مجکو یاد آئی ہی نئی ایجاد پائی ہی سبھون نے کہا ہان ہان آپ ہی
رہے جاتے ہین ارشاد کیجیے صبح ہوا چاہتی ہی جلد فرما دیجیے اُسنے کہا میرے موضع مین ایک پروہت
تھا نہایت مُسن کبر سن اس بوالہوس نے ایام پیری مین تیسری استری کی گدڑی پر استری کی
اور باقون کا تو کیا حساب اُسکے نزدیک بقول شخصے پہاڑون کی چڑھائی زمین آسمان کا فاصلہ تھا
جبر مقابلہ تھا الالا حاصل ہاتھ لگا شمار کر اُس مضروب فیہ غیر مضروب کو مثل صفر خالی ہاتھ سے
ضرب دیتا سادہ لوح احمقانہ ہاتھا پائی سے بالائی مزے لیتا اس خط کے جلدو مین صبح و شام وہ
اسیر دام خواہش خام بے دامون کے غلامون مین گنتی دیتا ایک روز کسی ضرورت سے جورو کو
گھر بسا مسمی رمدیسا کی تحویل مین چھوڑ کے اپنی برت کی راہ پکڑی وہ کنٹک تو اسی تاک مین تھا
فکر و خواہش ناپاک مین تھا اسکے جانے سے بہت خوش ہو خاطر جمع کر وقت کا منتظر رہا گھات مین منتظر رہا
اتفاقاً ایک دن وہ کم سن خوف تنہائی سے باہر نہ آئی دہلیز پر بیٹھ کر پیشاب کرنے لگی خالی میدان
دیکھ کر اسکی جان پر گذرنے لگی دور سے بیٹھا بیٹھا گھات سوچا کیا جسدم وہ فارغ ہوکر اندر آئی یہ ڈیوڑھی سے
آکر اُسی پیشاب پر مانند کبوتر چگانے لگا نوکین لگانے لگا اس اچنبھے کو دیکھ کر وہ نوخیز اُٹھ کر اسکے
قریب تر آئی استفسار کے کلمے لب پر لائی اُسنے کہا مہرانی جل کھواوت ہون باز چگاوت ہون اُسکو
اس قرمساق کی باتون پر ہنسی آئی دیکھ دیکھ کے بہت مسکرائی یہ تو اسی فراق مین تھا
مدت سے اشتیاق مین تھا سمجھا میرے جذب دل کا بیشک اثر ہوا جو اسکا میلان خاطر

جوے پور کے باج پٹی سے بڑھے دبے چھپے ایک کونے مین پڑے رہتے سوائے پوتھی پوران کنٹھ کرنے اور پڑھنے
کے کسی سے بات نہ کہتے منتر اور استری سے دور دور رہتے تیس ۳۰ بتیس ۳۲ برس کے سن تک شادی نہ کی
پڑھنے لکھنے مین عمر کٹی چونتیس ۳۴ پینتیس ۳۵ سال کے بعد دوستون کے بہت سمجھانے سے دھیرے ہوے
طبیعت وحشت اثر راہ پر آئی بھونری کرائی گرداب بلا مین جان ڈالی دل کی حسرت نکالی
ناآشنائے کار نے ایک بار پوتھی تیار کنار کر سارے بید و پران اسپر نثار کر عجیب و غریب ڈھنگ
نکالا کہ دیکھتے ہی سارا رنگ تال بھنگ کر ڈالا بھرم جنجال مین پڑ گئے سنسکال مین پڑ کے سہم کے مرنے
لگے اور یہ کہتے بھاگے جاکے جاے یہ بت ہوائی لگس نہ کرے وہ نشٹ ہوائی اسمین ایک بڑی
کھیلی کھائی نظر آئی اسے متوحش دیکھ تشفی کے کلمے لب پر لائی اور تفتیش حال کی اس سادہ لوح
نے پاٹی پڑھ سنائی وہ عیارہ سنکے مسکرائی اور ایک اینٹ گڑھیا مین جسکے کنارے کھڑی
تھی پھینک دی اسکی کائی پھٹ کے سمٹ آئی یہ تمے کی بات اس کبڈ کی سمجھ مین نہ آئی کھسیانی
پھیلا کے کھسیانی صورت بنا کے رہگیا تب اس اتالیق شفیق نے بالتحقیق سمجھایا بوجھتے بے بوجھ
بجھا پیشاب ہو کے یہ گیا مرحبا لنگر برپا کلبلایا گھر کا راستہ سمجھایا اندھے بگلے کی صورت وہ جٹا دھاری
بھگت امرت کنڈ مین غوطہ زن ہوا بڑے سکھ سے چرن جیو نے اشنان کا مزا پایا سمپورن ہوا بعد
بلف آدری گوہر مقصود یعنی اس سمندر پھل کی اچھتائی کیفیت مین کیف ہو کے یہ اشلوک بنایا

اشلوک مکھہ دیکھن گوڈ دانم + کات چھوت گج دانم + یہ سنکے وہ تینون ہم شربون
ایکا چوتھے پر ہنسا اتنے مین دوسرے نے کہا ایک لطیفہ مجکو بھی یاد آیا ہے دیکھیے تو کیا خوب
اشلوک بنایا ہے اے یاران ہمنشین اسمین ایک بار گنگا کے کگار پر بیٹھا مچھلی
کا شکار کھیلتا تھا کہ دفعۃ آنکھ جو اٹھ گئی دیکھا اس پار ایک گنگا پیر آسنی بچھائے ٹیکا چندن لگائے
بیٹھا پوجا کرتا ہے اور ایک مادہ خر اسکی پیش نظر چرتا ہے یہ دیکھ کے مین سر جھکا شکار مین مصروف
ہوا بعد لمحہ پھر جو سر اٹھایا یہ دیکھنے مین آیا کہ وہ گدھی پیشاب کرتی ہے مجھے کنکھیون سے دیکھ دیکھ
کے مہراج کی جان پر گذرتی ہے ہونٹھ چپاٹ چاٹ رہ جاتا ہے مسمہ خواہش

پسینہ پر لہو بہانے والون کی بن آئی کان جواہر جاگیر مین پائی مینا نے جب یہ جملہ تمام کیا تھوڑی رات اور باقی تھی مسافرون نے دوسرے قصہ کی خواہش کی باصرار تمام فرمائش کی اس بذلہ سنج لطیفہ گو بیچ نے کہا شنیدہ ہی لطیف و مستند تر دیدہ ہوتا ہی پہلے سے کو سنجیدہ ہوتا ہی قبل ازین کہ یہ مسکین اندوہگین گوشہ نشین بھی اپنے آشنا کے قرین تھی انواع اقسام کے تماشا دیکھنے مین آئے جسکا بیان حیطہ تقریر مین نہ سمائے چنانچہ نشتے نمونہ از خروارے ایک روز کا ذکر ہی کہ یہ غربت گزین مع جفت کندہ جوڑے اپنے گھوسلے مین طرح افگن تھی کہ ایک جانب سے چار مسافر خستہ تن تین مسلمان چوتھا برہمن اسی درخت کے نیچے جہان اس تفتہ تن کی شاخ نشیمن تھی آکر فروکش ہوے کثرت کسل سے چار دن بے برگ اپنا اپنا کلہ شجرہ ڈال کر سایہ شجر کے روکش ہوے تا نصف شب سب کے سب ساکت رہے بعد ازان ایک جوان نے کہا ہر شخص اپنی اپنی استعداد کے موافق مذاق و لطیفہ کی بات کہے جسمین ہنستے کھیلتے رات کٹے ستارون کا شمار ثابت رہے دوسرے نے کہا جو راہ بتائے وہ آگے جاے پہلے آپ ہی کی طرف سے ہوتی آئے اس خندہ رو نے کہ از بس ظریف و خوش گو تھا ہم باش کی فرمائش سنکے طوطی شکرین زبان کو مانند بلبل ہزار داستان گویا کیا نقل و حکایات شعر و رباعیات دوہرے گنڈیری اشلوک مکری سنسکرت اور ٹھیٹھ ہندی کے پڑھنے لگا جوش شوق سامعین شایقین کا بڑھنے لگا کوئی ہنسا کوئی رویا اسکے بعد بولا دوستو اس مدت العمر مین مینے تمام عالم ٹٹولا مگر فرقہ برہمن سا بھولا دوسرا نہین پایا یون راست راست پوچھیے تو سارے شریف سیدھے ہین کجروی کاٹ پیچ اور بڑی شرارت چھوٹی امت پر ختم ہی آڑی ترچھی انھین کی راہ و رسم ہی پر نہین جو کچھ ان لوگون کو پایا دوسرا نہین نظر آیا چنانچہ ایک نقل کہ در حقیقت اصل ہی اسوقت مجکو یاد آئی ہی غالب کہ تمھین سنائی ہو ان لوگون نے مشتاق ہو کر اصرار کیا سننے کا انکار کیا

حکایت سہ جوان تحیر گزین و چہارم برہمن پیر مسکین

اسنے کہا عزیزمن معرک مین جہان مجھ محبوس زندان احزان جگر افگار جور دیدہ اخوان روزگار کا جھوپڑا ہی اس محلہ مین ان بھایون کا جگھٹا بڑا ہی عین معرک یوسفستان مین کاروان سرا کے قریب زلیخا منشون سے ملا گرگون سے جدا غلام کے سایہ مین ایک مصر جی پنڈتائی بہت پڑھے

چاہا وار کرے مگر اسکی بار نہ آئی فلک بہروپ نے اور ہی صورت دکھائی ہاتھ جو چوکا خود منھ کے بل آرہا
دانت کھٹے ہوے بیل ساگر راکھ کے اندر جا رہا وہ ایک ہی خرانٹ تھا معاً ہوشیار ہوگیا کھانڈے کا
میان پھینک کے آمادۂ کارزار ہوگیا لپک کے ایک ہاتھ چھوڑا پیش خود سر توڑا شریفون کا غصہ مشہور
ہے یہ جھلا گیا پھکیت تو تھا ہی چٹ اسکا وار خالی دے نیمچہ الیمانی گھسیت کے ایک جنیوا کا ہاتھ ایسا
مارا کہ اس سر حلقہ کفار بستہ زنار کا بھنڈارا کھل گیا بھونا بیگن سا اڑا اڑا کر بھاڑ کے اوپر آگرا یہ برجستہ
ایک جست کر باہر جا گرا پھر وہان سے پلٹ پالٹ کا ہاتھ پلے پار کر مارنے پر تل گیا اتنے ہاتھ مارے
کہ خون کے فوارے چھوٹے گویا ہزارے چھوٹے بعد فراغت روشنی گل کی ہوئی پھر جو جلائی اس نارنج
سر تراشیدہ کی آسیب سی صورت نظر آئی تنہائی مین نعش پاتھی با اینہمہ طاقت و جرأت ڈر گیا
اکیلا گھر دیکھا طبیعت سخت گھبرائی شکل بھی نظر نہ آئی اپنا ضرر دیکھا لیکن جی کڑا کر اسقدر ٹھہرا کہ
نرم ہاتھون سے سر ان ہمسر خربزون کے سراسر کاٹے لاشین کھینچ کھینچ کنوئین پاٹے بعد اسکے
رکاب ادہم برق شتاب پر قدم رکھا باغ مین جا کے اس حور ارم کو لا کے پھر اس وحشت خانہ کے اندر
قدم رکھا بیدغدغہ غیر بلا خدشہ خیر دونون رہنے لگے فراق وطن کے صدمے سہنے لگے تھوڑے عرصے مین
یہ خبر مشتہر ہوئی گوش گذار والی شہر ہوئی وہ سنکے بغایت مسرور ہوا اسی وقت سرمنگا آگ مین جلا دل
ٹھنڈھا کر مشکور ہوا اسکو بلا وعدہ وفا کیا نصف کیا بالکل ملک لکھدیا سواے اسکے وہ جو رقم
خاص دینے کہی تھی جسپر یہ خون کی ندی بہی تھی وہ بھی دے ڈالی انکی حسرت دلی نکالی اب کیا
یہ مزے اڑانے لگے ایک جفت ہوے دوسرے جو بالاے طاق رہے وہ رشک کھانے لگے بعد چندے
انکو بھی جوڑا جڑا وہ بھی کر کل پر کٹی لڑانے لگے پس از مدت دراز و زمان دیر باز یہ خبر پائی کہ اس
روسیہ نے دنیا سے منھ کالا کیا پیٹھ دکھائی یعنی اسکے باپ کی سنانی آئی وزیر صائب تدبیر نے
عرضداشت آرزومندانہ لکھی تمناے ملازمت خویش و بیگانہ لکھی اسکے بھی سینہ مین شوق وطن جوش
زن ہوا مع ہمشیرہ و زن رہگراے بیت المحن ہوا رشک بہار وہ خزان دیدہ چمن ہوا کھوئی ہوئی
سلطنت ہاتھ آئی از سر نو ملک کا انتظام کیا آخون جی جان نثار غمگسار کو بلا خلعت و انعام دیا

انداز سے ناز سے جھومتے آئے تاکید کے کلمہ سنائے کہ مہاراجہ کا غصہ غضب ہی شراب کی طلب ہی اسنے
اُسی لب ولہجہ سے اُنکے سوال کا جواب ادا کیا خوشامد کی باتین سُنا ایک کو دام تزویر مین پھنسا لیا
وہ متوالا مخمور نشے مین چور تو تھا ہی دیکھا نہ بھالا بیٹھنے کے قصد پر پاؤن سے جوتا نکالا اُسکا بھیتر آنا
اسنے ایک باہرے کا ہاتھ اُستادانہ بڑھکر اسطرح پر رسید کیا کہ چوتڑ کے بل اٹل زمین پر آرہا آہ کا دھوان اُس
سیہ خانہ مین چھا رہا تاثیر کا اثر ناپدید کیا اور جلدی سے کھینچکے مع پھل تلوار اُس گلدار کو پتون مین
دبا دیا پھر آکے جھونکنا شروع کیا اتنے مین وہ دوسرے صاحب اس سے بڑھکے بانکے ترچھے گرتے
پڑتے سامنے آئے غصے مین آ بہت کچھ کڑک دکھا تڑپے بلبلائے پھر اس پھکیت نے گھائیان کھجلا
باتون مین لگا دم پر چڑھا غصہ اُتارا مونڈھے پر بٹھا میدان مارا یعنی آنکھ جو جھپکی انکی بھی آنی نہ ٹلی
ایک طمانچے کا ہاتھ پھرتی کے ساتھ صحیح کیا مانند حرف غلط صفحۂ بود سے نابود کر دیا سارے نشے ہرن
ہوے بدر کر اٹیرن ہوے تھوڑی دیر مین تیسرے رانڈ کے سانڈ بیوا کے چرخے اپنی بڑھیا کو رولا
جان و مال مرگ کی انٹی مین کر مرنے پر پھینٹی باندھ کر پوتی سے ہاتھ زیر بغل چھپائے پیچک اور تلوار
کمر سے لگائے چمرخ کی صورت سردی سے اینٹھے سر جھکائے صہباے اجل سے مخمور نشہ مین چکنا چور
کوچۂ زیست سے منزلون دور نزدیک آئے اسنے کنکھیون سے دیکھا کہ اب تو روبروئی ہی دم دھاگے
کی بھی کچھ ضرورت نہین فیصلہ یکسوئی ہی جھپٹ کے ایک چیر کا چرکا اسکے بھی لگا دیا عالم ناسوت
کا راستہ بتایا چند ہتھ کٹی مین تال پوکھر بھر آئے کوچہائے خرابات پٹے نظر آئے بارے اُس
حجام بدمست مے پرست نے جب کئی باری آواز دی اور کچھ صدا نہ آئی کسی نے پلٹ کے
صورت نہ دکھائی تب جھنجھلایا خود کھانڈا زیر بغل دبایا باہر آیا یہان یہ ادائے سنت کافر کشی پر تیز کیے
ہوے بیٹھا ہی تھا سوکھا مونڈتا ہی تھا برزخ دیکھتے ہی جان مین جان آئی شکل منحوس حلیہ کے مطابق
پائی مارے خوشی کے پھول گیا غنچۂ ناشگفتہ کھلا سارا غم بھول گیا جلدی سے شاخ شمشیر پھلدار پتون سے
نکال گلخن کی آنچ پر راکھ کم کم رکھ رشک مہتاب کو لیکے آڑ سے لگ رہا وہ میٹھے میٹھے قدم اُٹھاتا
ترش روئی جتاتا اندر آیا جب تک زد سے دور رہا یہ مجبور رہا الگ رہا جسدم قریب تر آیا

بعد نشان سرزمین بود و باش اُس چند دیرانہ نشین قلاش بدمعاش اور تپہ مرزبوم اُس مجرم شوم کی اُسکا
بنیاد فساد کا یہ تپہ قوم تھا حسب حال نشان مذموم تھا جہل سے صورت لنگور کی مورت سواری مین
اگھوڑی کے مگھوڑا نہ گھوڑی جامہ وش بجاے مشکی خنگ کالا پیسنا تھو کا بھونا لنگ وساسول چوگنی کا
سنگی گویا سوریہ پتر سوار یا بھینس پر دیوانگا بجر نگی شب باہ دو ہفتہ کو اگر نظر آئے سنیچر کا دھوکا ہو جائے
دراز ی مین پست تن لمکرن گندگی مین راونا چتر برن کوتہ گردن تنگ پیشانی اشہل چشم جریانی دانت
گھونگھے تانکے نتھنے نتھنے کے ناکے نہنگ مگر ہزارون کا سنگ ابرو وہ جسے دیکھ بھو معلوم ہو موچھین
وبال شیطان کے کالے بال ڈاڑھی ندار دو صرف گل مچھے سن کی گودام جنکی ٹھیکون مین لبالب برنج
انتخاب ؎ بسر خرپیل پکر یو ہیئت کرگدان گردن + شتر لب غول منظر خوک دندان
خرس پیشانی + اس اشتہار کے پڑھنے سے اسکی رگ ذات وسپہگری نے حرکت کی چہرہ پر جمال
پر جلال شاہانہ چھایا تاب وطاقت بازو کا خیال آیا رحمت ذو الجلال بے زوال نے برکت کی اُس
وحشی کے متکین کھول مشورت دل کی گرہ ٹٹول مرصر تیز گام کی لگام لے مرکز مطلب پر پہونچکر تھام
لی بہن کے پاس آکچھ کہا نہ سُنا زین پوش بچھا اُسکو اُسپر بٹھا گاؤن کا راستہ لیا چلتے وقت اتنا کہدیا
جب گھوڑے کی آواز سننا اُٹھ بیٹھنا ہم ابھی آتے ہین دانا گھاس کی فکر مین جاتے ہین وہ بھی
رستم کی پوتی نریمان کی نواسی تھی خوف نہ بدحواسی تھی بولی اچھا جلد جاؤ ابھی آؤ اسنے گھوڑے
کو جو سرپٹ اڑایا آپ کو اُسی ڈاکو کے در پر پایا اور سب حال تو اُس بدسگال کا پوچھی چکا تھا جھپ
گھوڑا چھوڑ تربوس کا بند توڑ کمان وترکش اور نیچہ پرکش سرکش مع نیچہ لیکر اُسکے دروازے پر آیا
ہر طرف نگاہ کی سناٹا پایا بے کھٹکے اندر احاطے مین آدیکھا ڈیوڑھی سے ملا ایک شراب خانہ ہے
بھٹی کے آگے ایک گلخن تاب جھونکا جھونک مین مصروف نیند کی جھونک اور شراب کے اُتار سے
آنکھین چڑھائے مصروف بوجدان مستانہ ہے اسنے موقع سمجھ کے چابکانہ ایک ہاتھ اُسکے جھوا
جلدی سے گھسیٹ کے اُنھین پتون مین پھپایا اور خود لنگوٹا باندھ فقط تلوار آگے رکھ نیچہ
راکھ مین دبا بھٹی جھونکنے لگا بعد ایک پل کے اندر سے دو جوان قوی ہیکل نئے بلکہ عجب

یہ ہنوز اُس پھنساؤ مین پھنسا تھا گھوڑے کی ٹاپ سنتے ہی بجدے گھبرایا کہ وہ پتال چڑھا از خود اُتر آیا بھونسنے
کے کھسکتے ہی آنکھ جو کھلی اسپر نظر پڑی چیخ مار چٹ پھٹک کے الگ کھڑا ہوا رنگت زرد ہو گئی گرمی سرد
ہو گئی دور سے شکریہ کہنے لگا ہاے دیو باٹ یار پوچھیون لو سُسر دا ماڑس راہی لے ڈارس راہے مین تو
کہون بجرنگ بجر ہتیارو آ اُت ہوالی لے سُرجن دادا اگلی رہیو موری ڈہگ نہ آیو ناہین کورن ماٹی سہیکیو کن
کہو در پہکیہو لیٹا دھری ہی موری لے لیو اور موری تیر کچھو ناہین چاہو ننگا جھوری لے لیو یہ کہکے دھوتی
ہلا دی خاک اُڑا دی اسے سکتہ ہو گیا سخت پریشانی حاصل ہوئی کہ یہ کیا بلا نازل ہوئی جھنجھلا کے بولا یا نگڑ
بلوے کچھ سڑی ہی حواس مین آگیا سرجن دادا اور کیسا بجر ہتیار احرامزادہ وہ بولا ہان ہان چاچا جانت ہی
آن چینہ نہ آئین پہچانت ہی ہمرے لگ نہ آیو ناہین روا یہو یہ بیچارہ ڈرا کہ پنسیری ڈھیر تیسری کا کنکڑ لیے
مارنے پر مستعد تو ہی ہی ایسا نہو جڑ دے منھ ٹھکر دے دل مین سوچا کہ یہ بانگڑ و خوش خفچاقی بلا تدارک
قرار واقعی راہ پر نہ آئیگا جو کچھ پوچھو گے نہ بتائیگا یہ جی مین ٹھان تو سن زیر ران کو چچکارا ایک ترارے
مین اُسکے برابر اُتارا اور جھپٹ کے ایسا کوڑا مارا کہ تلملا کر زمین پر گر پڑا اسنے گھوڑے کو دکے باگ ڈور
سے باندھ و مچی مین ساند دیا اور ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ہمین چل کے گانون کا رستہ بتا دے دھرے
پر لگا دے وہ چلا تا غل مچاتا تھوڑی دور چلا موضع کی سہ حدی پر پہونچکر گر پڑا کہ آگے نجاؤنگا مر جاؤنگا
اس نو گرفتار مجبور و ناچار نے عاجز ہو کر پھر اشارے سے پوچھا تو نوحہ گر کیون ہی اسقدر مضطر کیون
ہی اُس نامعقول نے منھ سے تو کچھ نہ کہا سر اُٹھا اُسی سہ حدی پر دے پٹکا اسنے اُسپر جو نگاہ کی دیکھا
ایک پتھر پر بطور اشتہار مع حلیہ عذار سر حلقہ اشرار کندہ ہی مانند نقش جفا بر خاطر سنگدلان ستم شعار کندہ ہی کہ
سرجن سنگھ راجپوت ساکن موضع بلوامئو پرگنہ غدر پور نے درینولا باعانت و اجتماع مجمع قطاع الطریقان ہند
و کوہ و از استعانت گروہ حسرت پژوہ دست قتل و غارت آتش فتنہ و شرارت احمال و اثقال
ارباب تجارت و حال مال اصحاب زیارت حرمین شریفین پر دراز کیا ہی ایک عالم کو وقف
سوز و گداز کیا ہی جو شخص اس گرگ باران دیدہ کو نہ دام اور اُن کافرون کو رام کرے
نصف سلطنت کا مالک ہو خویشان والی شہر سے وہ غیر ذالک ہو چین سے آرام کرے

کوتوال و تھانہ دار شریک حال کو سگ زرد برادر شغال کو جو دروازہ گھیرے تھے آدمیت سے منہ پھیرے تھے
اُوڈکار کر دروازے سے دور کیا منزل مطلب کا راستہ لیا ملکزادہ گرفتار پنجۂ آزار جگر افگار نے باہر آ ایک ولایتی
اُس دیسی زنگی سیاہ بیدرد کو اور ایک انگشتری جواہر نگار اُس سگ شب گرد نامرد کو جو بار بار گدڑ بھبکی دکھاتا
تھا بزور پلا آتا تھا دیکھے بہزار تکرار یہ اقرار لیا کہ تا واپسی وزیر یہان کاٹو بھونک بھونک کے دماغ نہ چاٹو انکے
نزدیک تو یہ گویا شکار ہی تھا دیکھتے لینڈی تر ہو گئی چہرہ پر تازی رونق آئی ابلق لیل و نہار کی باگ
گیدیون نے اختیار مین پائی بقول حضرت شیخ سعدی شیرازی قطعہ سگے را گر کلوخے بر سر آید ✤ بشادی
بر جہد کاین استخوانست ✤ وگر نعشے دو کس بر دوش گیرند ✤ لئیم الطبع پندارد کہ خوان ست ✤ نہ کہ ان دنیا کے
کتون کو یہ اور انگشتری پاتے ہی کاشانۂ امید کا چراغ گل ڈانک سا ڈہکنے لگا روے تیرہ چمکنے لگا ادھر
وزیر خوش تقریر نے اپنی چرب زبانی و شیرین بیانی سے اُن چڈا پر روغن قازمل یہ حکم حاصل کیا کہ حضوری
سے معذور مگر شہر سے دور ہون جلاے وطن پر کچھ لوگ مامور ہون اسنے یہ امر بھی مغتنم جانا اُسیوقت پوشیدہ
شاہزادہ فرزانہ کو بطرز عاقلانہ مطلع کیا اس خبر سے متنبہ کر دیا سنتے کے ساتھ ہی یہ اسیر غم اُسی دم دو ادہم صرصر دم
تیز قدم منگا اُس گل بیخار کو ثمر نارسیدہ غنچۂ ناشگفتہ جور منقار نہ دیدہ ہزار کو کسوت مردانہ بوضع معشوقانہ
پہنا ہتیار نادر روزگار کمر سے لگا ابچی بنا سوار کیا رنج سفر سے ہمکنار کیا ایک دن قریب شام یہ دونون ناکام
بعید از راحت دور از آرام ایک گانون کے کنارہ باغ ویران مین پہونچے مانند شمیم گل مشام جان
مین پہونچے دیکھا ایک کسان اس جنگل اُجاڑ مین جھاڑی کی آڑ مین جھاڑی سے دھنگا مشتی گاؤ زوری کرتا ہی
بوجہ سطبری و درازی کسی طرح پر راضی نہین ہوتا انچھون گھستا ہی ایک تو یہ الم کہ وہ مینچو سا دھنسا اُسپر
یہ ستم کہ وہ مستعجل متوحش اُچکے کی طرح اُچک اُچک کر ادھر اُدھر تک کر دھر دھر مسکتا ہی یہ دونون
مغموم گو ملول تھے الا یہ مقدمہ خلاف معمول دیکھ کر آپس مین متبسم ہوے وہ نازنین تو مسکرا کے شرما گئی
یہ متکلم ہوئے کہ جاے تبختر نہین مقام تصور ہی چونکہ یہ بیچارہ موٹا دانا کھاتے ہین اسی سے یہ حال
پتلا ہی کڑی اٹھاتے ہین ڈرنے کی جا ہی ہنسا نا روا ہی ٹھہرو اس سے یہان کا نشان پوچھین یہ
کہکے اُس لجا کو یہین چھوڑا اور خود گھوڑا بڑھا کے اُس نسناس کے پاس آیا

چیخ ماری کہ گرد و پیش کے لوگ گھبرائے حیرت مین آئے چوڑی چور ہوگئین وہ بی بی مجبور ہوگئین کچھ دکھ
کچھ ہنسی اُس گھر بسی کی آفت مین جان پھنسی نادم و پشیمان اُسی آن میان جی کا تنبان فوج کے
الگ پھینکا سر دست بچا رے نے اور کچھ موقع نہ دیکھا دو ہتھڑ پیٹھ پر مار اپڑوسیون کو پکارا کہ برائے خدا
ذرا آخون جی کے اس حال سے شاگرد ارشد کو خبر کرو اتنا حکم ہمپر کرو اُن لوگون نے کسی طرح اُسکو اس
کھلبل کی خبر پہونچائی وہ سُنکے بہت گھبرایا منھ نوچتا اسکی جانب آیا گردون دردن کا بھی شعار ہی ہر پرہ
مین سرگردانی و آفت رسانی سے سروکار ہی شہزادہ ولدادہ زندگی سے سیر مرگ کا آمادہ خائف و خاسر
حیران و مضطر مکان سے اُٹھکر بخط مستقیم سمت حریم مولوی صاحب کے یہان آیا عجب تلاطم پایا وہ حالت
روی کیفیت کچھ ملاحظہ کر انگشت حیرت بدندان ہوا طرفہ خلجان بمنزلہ خفقان ہوا کوتوال کے پاس آیا ایک
لعل گران سنگ جو اُس وقت اُس سخت جان جوہر کان کے زیب بازو تھا کھول کے دیا اور کہا اسکو لو
ایک پہر کی مہلت ہمکو دو اُس ناسپاس خدا ناشناس نے مطلق نہ پاس کیا ایک پاس کی رہائی اُسکے
نزدیک مصلحت سے دور نظر آئی سنگدل نے روکھی صورت بنائی عرض کیا حضور مین مجبور ہون
بجا آوری حکم سے معذور ہون مجھے ایک پل چھوڑنے کا یارا نہین حکم حاکم سے کچھ چارہ نہین رشوت ستانی
کام ہمارا نہین ایسی نمک حرامی گوارا نہین اب دیر نکیجیے سوار ہوجیے شہزادے کے آنسو نکل پڑے حاضرین
تمہارے کیہ دن روز سیاہ تمت نے دکھائے پھر اُسنے آنسوؤن کو پونچھکے کہا اچھا ہمین وزیر لیار
کے دروازے پر ہو کر لیچلو مہلت نہ دو آخر لوگون کے بہت سمجھانے سے اُسکا اُستاد قرار کیا دونون کو
سوار کیا جسدم وزیر اعظم کی ڈیوڑھی پر سواری آئی اُسنے وہان فلنس رکھوائی اور خود گھوڑے سے
کودکے اندر آیا وزیر دلگیر نے دیکھکے رو دیا دوڑکے گلے سے لگایا گوشۂ دامان بھگو دیا برابر مسند پر
بٹھایا ساری کیفیت سے تو وہ خود ماہر تھا یہ حال خراب اُسپر ظاہر تھا بولا اب کیا مصلحت
ہی وہان کے جانے مین تو سراسر قباحت ہی اُسنے سر جھکا عرض کیا مین ابتدا سے آپ
کو سب بڑون سے بزرگتر سمجھتا ہون جناب والا سے بڑھکر سمجھتا ہون جیسا کچھ ایما ہوجائے
فرمانبردار عمل مین لائے وہ کلمات تشفی کے سُنا اُٹھ کھڑا ہوا مگر دل کو تردد بڑا ہوا فوراً باہر آ

اظہار نکرنا اپنے پیٹ مین دھرنا یہ سمجھا پھر مکتب کو پلٹ آیا آخون جی کو ماجرا سُنایا وہ تاسف کھا بدل مشتری ہو
ہانڈی نذر اُٹھا لائی گیئے ہوئے دن پھر آئے شامل حال رحمت بے نیازی ہوئی اُسی حیلہ مین اونکی ہنڈیا تازی ہوئی
گھر والی کو بلا فرمایا اسکو لو پرورش کرو اپنی لڑکی سے بڑھکے سمجھو وہ بی بی نہایت نیک سیرت تھی اُسی وقت
سے اُسکے پالنے مین بدل و جان مصروف ہوئی اپنی اولاد سے زیادہ اُس سے مالوف ہوئی بعد
چندے دودھ بڑھائی کی نوبت آئی نو برس کے سن و سال مین اُس ناہید جمال بدر کمال نے
وہ صورت نکالی کہ ماہ کامل کی آنکھ جھپکی خورشید نے نقاب کسوف مُنھ پر ڈالی اب یہ بھائی بہن صورت
دو پیکر ایک جان دو تن نظر آنے لگے اسقدر روز بروز محبت بڑھانے لگے یہان تک کہ ایکدم کی
جُدائی شاق ہونے لگی دوری و فراق سے طاقت طاق ہونے لگی اب انکی الفت کا قصہ زبان زد
خاص و عام ہوا بحدیکہ مطلع وہ نطفہ حرام ہوا سُنتے ہی ضحاک کا مامون مانند مار پیچیدہ و موے آتش دیدہ
بر خود پیچیدہ ہوا خار غم دل پر خار خوار مین خلیدہ ہوا غصہ مین آ ڈاڑھی نوچ ڈالی کہ اسکی شرم کہان
رہی اُسیدم بنام میر عسس حکم نافذ کیا قطعی پروانہ لکھ دیا کہ چراغ جلے تک اُس شمع ناموس سوز اور
اُس پسر آتش زن بدروز کو مع اتالیق رفیق بلا تحقیق بہزار عقاب و عذاب حاضر حضور قہر گنجور کرے
دیر ذرا نہ ظہور کرے وہ گویا اس دن پر اُدھار کھائے پھرتا تھا معاً اشارہ پاتے ہی دوڑ لے اُٹھ دوڑا
بیچارے مُلا کا گھر گھیرا یہ غریب تھڑجیے تو ہوتے ہی ہین یہ دھما کا سنتے ہی سارا سبق بھولے ہاتھ پانون
پھولے لئی سے وصلی ہی مین تھے کہ عین گریال مین غلہ لگا حرف مفارقت پیش آیا گریہ بحال
خویش آیا لکھے کو رونے لگے جنکی بابت اس دائرہ عذاب غلیظ و کشاکش اینچا کھینچ مین پڑے تھے
اُنکی بھی محبت سواد دل و صفحۂ خاطر سے دھونے لگے کوتوال کی دستک سے مارے دہشت کے
روح قبض ہو گئی پیٹ کھل بلایا ایسا دست رعب نے مروڑا کہ ایک ہی پیچش مین بیچارے کے مُنھ سے بول
نہ پھوٹا پیشاب خطا ہوا دامان صبر ہاتھ سے چھوٹا جی سن سنایا ہنوز اُسنے آون کی بھی لفظ نہ سُنائی تھی گفتگو
کی نوبت نہ آئی تھی کہ انکا دل دہل گیا جی نکل گیا منھیار پڑوسی کو پکارا لاکھ بی بی نے ہان ہان کی تسلی
دی انکے ایک ذہن مین نہ آئی غش کھا رہی پیٹ پکڑ چلا کر اُسکے اوپر آ رہی اور ایسی ایک

اس سوگوار کو یہ ہرگز گوارا نہین کہ آپ کی سمع خراشی ہو تکلیف ہو نمکخوار ہو جب نمک پاشی ہو خفیف ہو یہ شوریدہ
سر مصر ہوئی کہ نہین اب تو کچھ کہو اُسنے کہا الامر فوق الادب آپکا فرمانا ٹال نہین سکتی بسر و چشم منظور ہی
حرف تعذر زبان سے نکال نہین سکتی فرمانبردار مجبور ہی خاطرداری و دلجوئی مہمان پر ضرور ہی سُنیے قبلۂ عالم مین
نیا قصہ سناؤن مانند رنگ زمانہ دو ملیح کا ماجرا سناؤن **حکایت حسرت مآل ملکزادۂ مرات خیال**
سامعان برشتۂ جگر خستہ حال و نقاشان آشفتہ دل گسستہ مآل اس تمثال بیمثال کو نیرنگ خیال پر کھینچکر مرقع
سامعین فرشتہ جمال و غنچۂ شائقین خجستہ خصال مین لاکر یون جلوہ گر کرتے ہین کہ سمت شمال ایک شہر
مخزن کمال موسوم بمرات خیال تھا اُسکا تاجدار پر سطوت باوقار کیوان علم مریخ حشم گوہر بار غیرت جم نامدار
بزمان زمانیا محمود عالم مگر حقیقت مین مردود عالم وہ بد افعال تھا اُسکے کشور فہم حسرت وہم مین عجب اس
لچر رسم نے رواج پایا تھا کہ رشتۂ دامادی سر رشتۂ خسروی کو پوچ سمجھتا چشم و دہن دیدۂ اشہل مین کارپواج
نظر آیا تھا سوائے پسر جو دختر مادر گیتی بار لاتی وہ دایہ اجل کے آغوش مین آرام پاتی مگر پوشیدہ
سب سے یہ کام کرتا بدنامی کے خوف سے بڑا اہتمام کرتا حتی کہ اُس سست اساس خدا ناشناس نے
تھوڑے عرصہ مین قریب دہ پانزدہ و ماہ چہاردہ خاک مین ملائے کنار لحد مین سلائے ایک پسر بھی اُس بد اختر کا
نیک سیرت خوبصورت صاحب اقبال غیور ذی شعور باکمال تھا فرخندہ خصال تھا جستہ جستہ بہ خبر نہفتہ
اُس ماہ دو ہفتہ کے بھی گوش گزار ہوئی سنان ستم سینہ کے پار ہوئی بخوف پدر و نیز بحداثت سن سنکر
اکثر ٹال جاتا کمتر خیال لاتا اتفاقاً ایک روز یہ مکتب سے آتا تھا محل سرا کو جاتا تھا کہ اندر سے مہری ایک
رشک ماہ نو کو کہ اسی روز برج حمل سے جلوہ افروز ہوئی تھی اور دخمۂ دختران مہ پارہ غیرت بنات النعش مین سلانے
لیے جاتی تھی ثابت ہوئی اُس خورشید رو کو دیکھکر زرد رو ساکت ہوئی بسکہ یہ فہیم تھا سمجھا کچھ اسرار ہی جب ہی
اسدرجہ اضطرار ہی کچھ دھمکا کچھ دکھا پوچھا لالچ تو بُرا ہوتا ہی عقلمندون کی عقل کھوتا ہی نکال کے جو دکھایا
راضی ہوگئی محو کن احسان ماضی ہوگئی پہلے جو کچھ کھا چکی تھی وہ ہضم کر یہان سمیٹ پر گود پھیلا دی وہ
ہانڈی جسمین ایک دختر رشک قمر تھی کھولکر دکھا دی ساری کیفیت سنا دی اس زہرہ جبین نے اُس کمظرف
سے ہانڈی کو لے لیا اور آڑ مین جا چپکے سے پکڑا کے خوب سا سمجھا دیا کہ خبردار کسی پہ اس اسرار کا

حاصل مراد سے دامن بھرنا یون بے نیل مرام جانا اپنی مشقت تین تیرہ کرنا ہی از سر نو دلپر بار دھرنا ہی بیس بسوے
کل تا دوپہر بیدار ہونگے چار ناچار تین تن نے مقام کیا چوتھے کو رخصت کر کے شام تو تھی ہی شب باشی کا
اہتمام کیا کچھ ناشتا جو چلتے وقت اُس جگر برشتہ نے سات کر دیا تھا تھوڑا تھوڑا کھا پی بوریے پر کسمنڈا رہین
جل جلالہ عبرت کرنے کا مقام ہی ڈرنے کا مقام ہی کہان وہ گل گلزار شہریاری کجا یہ بستر خار و
خاکساری کہان وہ توشک و پلنگ زرنگار اور مسہری مرصع کار کجا یہ کوشک تنگ تیرہ و تار اور
زمین ناہموار کہان وہ بالش پر زر کجا یہ کنکر پتھر اور سر کہان وہ کاشانۂ عالی شان شمع مومی و کافوری
کجا یہ سیہ خانہ سنسان ہو کا مکان داغ شومی و مہجوری کہان وہ صدہا خواص پری رخسار مصروف
خدمتگزاری کجا یہ تنہا یاس آسیب دار مستعد بدل آزاری کہان وہ حور کردار سہیلیون کی مروحہ جنبانی
کجا یہ خوف بلاے شب تار سے آہ شرربار کی ضرر رسانی کہان وہ خس خانہ اور گل کے پنکھون کی سرد سرد ہوا
کجا یہ کاس کی ٹٹیان جی ہیکل باد سموم کا گرم گرم جھونکا کہان وہ چاندنی اور پھولون کی چادر موتیا
دلنواز کی کلیان اُنکی بھینی بھینی خوشبو کجا یہ پوال اور ٹوٹا بوریا براز کی مینگنیان اُنکی سڑی سڑی بو
جسے کف رشک گلبرگ کے تلوے سہلانے سے نیند کمتر آئے اُسے ایڑیون کی درد و خلش خار بستر سے
خواب کیونکر آئے جسکو لمحہ بھر شب کو بیداری ناگوار و دشوار تر ہو وہ رات رات بھر بیدار و نوحہ گر ہو افسوس
صد افسوس ؎ پڑے فلک کے لپٹنے مین دل خدا نہ کرے + پھنسے اس عشق کے پھندے مین دل
خدا نہ کرے + اُس شب کا سوز و گداز اگر تحریر کرون تو یقین کامل ہی دودۂ مداد کے دھوئین اُڑ جائین
زبان قلم مانند زبانۂ شمع جلجائے موم کی طرح پگھل جائے یا فرط تشنگی سے زبان نکال کر آب ظلمات دوات
مین اوندھا منہ کے بل گرے غوطے کھائے آخر جسوقت لیلاے لیل نے جوڑا گیسوے مشکبو کھولکر
تا کمر چھٹکایا اور قیس داغ پر جگر قمر نجد افق سے نکلکر اسد چرخ کے پلنگ پر آیا شہزادی نے گھبرا کے
بیتابانہ کہا اے طایر فرزانہ خوش گو نیک خو کچھ باتین کرو جو دل بہل جائے رات کٹے جی سنبھل جائے ورنہ مرغ
روح مجروح پھڑپھڑا کے نکل جائیگا قلب سلگتے سلگتے جل جائیگا اُس دل جلی منچلی نے عرض کیا حضور
میری بکبک سے تو آپ کے دشمنون کے سر خالی ہوتے ہین باعث پریشان حالی ہوتے ہین

زندگی کے دن بھرتا ہوگا یہ سُنکے وہ ساکن بیت احزان زبان گوہر افشان کو متحرک کرکے یون متکلم ہوئی
کہ ای سر دفتر مجموعۂ خوبروئی و اے سر حلقۂ محبوبی و نکوئی خدا واحد و شاہد ہی کہ تمھارے اس بیان معقول
و سرگذشت زمان ماضی منقول سے مجرد مین ہی نرہی بلکہ بالکل ہمصفیران ثلاثی و رباعی ممر تاثیر و مزید اثر سے
ملول ہین فاعل دلخراشی اور درد اُستاد نمک پاشی کے مفعول ہین آپ خاطر شریف جمع فرمائیے قسمت نے
اچھے سے مقابلہ کرادیا ہی عنایت نامتناہی نے اچھی جگہ پہونچا دیا ہی گو ایسے وادی عنبر معروف مین
صرف قدم تھے ایک بات مجہول اور امر محال تھا ایک دن ایک سال تھا پر نہین اب انشاء اللہ المستعان
شاہ صاحب کی توجہ ظاہری و باطنی سے مطالب صوری و معنوی مقاصد ثقیلہ و خفیفہ سب بر آئینگے کا نشہ
مراد مثل دماغ منطقی خالی نرہنے پائیگا پھر جائیگا ہم بھی دست دعا اُٹھائینگے آج ہی سے سب پر
تاکید کرتی ہون کہ حاضر و غائب دعا مین مصروف ہون تاوقتیکہ بیدار شاہ صاحب موصوف ہون پھر
بولی ایک عرض میری اور ہی ادھر نگاہ فرمائیے تقصیر معاف کرکے مرحمت المضاعف کرکے اس صفت سے
بھی آگاہ فرمائیے بندی کو نہایت غور ہی یعنی آپ لوگون کی تذکیر و تانیث مین لونڈی کو شک
ہی واہمہ مزاحمت کرتا ہی تذبذب اب تک ہی شہزادی نے کہا اس بات مین بحث
لاحاصل ہی ہماری نفی کرنے سے کھو سکتا ہی چاک تقدیر پر رفو ہو سکتا ہی یہ بخیہ بھی کھل
جائیگا کونسا امر مشکل ہی ایسی ذق ذق نکرو جس سے سر خالی ہو وہ کہو کہ دل کو بحالی
ہو یہ بتاؤ شاہ صاحب کبتک آرام فرمائینگے کب ہمارے طالع بیداری پر آئینگے اُسنے
پتہ بتا اُنکے چوکانے کو کہا اُس بیدار دل کے خواب کا تو خیال نکیجیے ورنہ جونگ
جائیگا آنکھ جھپکانا تک دشوار ہو جائیگا پل بھر ٹھہرنا بار ہو جائیگا اُکتائیے گا ایک ہلکے سے چھ مہینے
سوتے ہین ساتوین مہینے بیدار ہوتے ہین یہ سنتے ہی تینون کھو گئین گویا سو گئین ایک نے
ششدر ہو کر کہا اب فرمائیے ہم کیا کرین بارہ باٹ کے گھر کے نہ گھاٹ کے ہوئے یہ کہیے کتے کی موت
مرین مینا متبسم ہو کر بولی صاحب شش و پنج کرنا کتے کی موت مرنا ناحق ہی ہفتہ عشرہ یہان کاٹیے
اب میعاد نوم منقضی ہو چکی بعد دو تین دن کے مقرر بیدار ہونگے اُسوقت اپنی اپنی حاجت عرض کرنا

نکتہ شمار

حاصل

ملائے دنیا مافیہا سے ہاتھ اُٹھائے شہوت نفسانی سے لنگوٹ جھاڑے عفریت نفس کو پچھاڑے دیکھنے
مین آنکھین بند مگر کونین کے اسرار پر مشرف وہ ہوشمند ڈھول مٹی مین غلطان دل خاکسار مین راز حق نہان
جیسے کان مین جواہر درج سنگ مین لعل گران سنگ پنہان بالاے سر اکثر پنجرے اُنمین طایر خوش الحان
توتا مینا پوائی کوکلا فاختہ قمری یا ہو لال پپیہا کوئل شاما دا ماہریل اور اکثر جانور جس سے اُسکی ندا
آتی ہی چھپر کی بتیون سے اٹکے ہوے برابر لٹکے ہوے اُنمین ایک مینا نہایت نغز بیان شیرین زبان
تھی جو پہلے سے شکر فشان تھی پھر بولی ای صاحب آپ کون ہین کہان سے آئے ہین کیا
حاجت لائے ہین نگار ارم نے بہار ارم سے متعجب ہوکر پوچھا یہ کون باتین کرتا ہی کیا کوئی لڑکا ہی
اُسنے جواب دیا کہ لڑکا تو نہین ہی ایک پنجرے سے آواز آرہی ہی بہار قدرت کاملہ دکھا رہی ہی اُسنے کہا اچھا
جواب دو بولو بہار ارم نے کہا ہان صاحب ہم بندۂ خدا آفت کے مبتلا ہین اسیر بلا ہین یہ راز سربستہ
کھولو شاہ صاحب کسوقت بیدار ہونگے ہم خفتہ بختون کے کب بخت بیدار ہونگے اُسنے کہا
آپ تشریف رکھین تو مین عرض کرون یہ عقدہ کھولون یہ سُنکے تینون شخص بلا وسواس پس و پیش
دو آدمی زاد تیسری پریزاد مثل تشدید مثلثہ زیر سایہ سائبان بنا بر فتح باب مرکوز خاطر برابر برابر بیٹھ گئے
اُس طایر فرزانہ یعنی مینا نے صیغہ گفتگو شروع کیا بولی اسماے مبارک آپ کے کیا ہین اور
عزم بالجزم کہان کا ہی اگرچہ کہنا اس حیرت مبتلا سکتہ آشنا کا نعوذ باللہ منہا آیت و حدیث نہین
ایک شوشہ شائگان کا ہی مگر اگر توجہ وقف فرماکر جایز رکھیے عرض میری مہمل و مذموم نہ سمجھکر
ارشاد کیجیے تو محض عنایت ہی مطلق رعایت ہی شہزادی نے ایک آہ پُر اثر صدر مصدر آلام سے
سر کرکے کہا ای طایر شیرین گفتار شکرین منقار ہم ننگ خاندان بے نام و نشان ایک اسم
رکھتے ہون تو بتائین اور ایک حرف علت لاحق حال ہو تو اُسکی تقدیم استقبال ہو سنائین
آلہ چرخ تنک ظرف سے مانند حرف مشدد مکرر ضرب کھا چکے ہین اختر و سپہر کے گردان مین ہین
سخت جانی سے دونون کی کڑی اُٹھا چکے ہین بسان تنوین متصل زخم پر زخم کھاتے ہین ضرب پر
ضرب اُٹھاتے ہین جس اصول سے ہم عمر گران مایہ صرف کرتے ہین شاذ کوئی اس نحو سے بسر کرتا ہوگا

بوضع معشوقانہ زیب بدن کرکے تصویر نگار عالم کو حمایل گردن کرکے تن بتن کے اسی سریع السیر پر جا بیٹھین اور
ایک دیو سار باشنام شہباز کا پوتا اور ایک اور پریزاد ماہ سیما کو ہمصفیر بنا صعوبت سفر کا شیر بنا رشک
شاہین خاور کو سرکیا فی الواقع کھٹولا آفت کا پرکالہ تھا دنیا سے نرالا تھا ایک اشارے مین تا فلک
پہونچایا دو سناٹون مین منزل مقصد تک پہونچا ایک نقطہ سن سن کی تو صدا معلوم ہوئی کہ آنکھ
جھپک گئی بجلی سی چمک گئی اس چمکدمردار خوار نے پاہ کی طرح تعاقب مین یہ لیا وہ لیا کرتا انکا پیچھا
کیا لیکن مورچہ پرّان اور تخت سلیمان کا کہان ساتھ ہوسکتا ہی پشہ بے پر و باد مصر کا کب ہاتھ
مین ہاتھ ہوسکتا ہی وہ تو در باغ پر پہونچکر پرانی ہوگئین یہ نوگرفتار خراب خستہ ہانپتا کانپتا بعد
سہ پہر پہونچا پیش خود بہت جلد تر پہونچا اب یہان کی کیفیت سُنیے کہ انھون نے در گلزار پہنچا
پر آتے ہی ہر سو نگران ہو شاہ صاحب کی تلاش مین ہر طرف دوان ہو بہت سر مارکر آیا لیکن سر رشتہ مراد
ہاتھ نہ آیا انھین دونون نے جنکو پریزاد نے ساتھ کردیا تھا آپکا پیچھا کیا تھا آگے بڑھکے پتا لگایا سراغ پانے کا
مژدہ سُنایا شہزادی تذ شاہ صاحب کا تکیہ دیکھتے ہی نہالی ہوگئی اسمین تو شک نہین فرط خوشحالی سے بصیر
غالی ہوگئی پر بہارارم نے بھی مارے شوق کے ایک ہلکا سا گدگدا ایسا کھایا کہ گود ڑہی نکل آیا پریزاد نے
ہاتھ پکڑ اٹھا سمجھایا کہ اب تو رو برو ہی ناحق اتنا گھبراتی ہو گری جاتی ہو حواس پکڑو اندر چلو
چونکہ بھیتر جانے مین صاحب کلبہ کی اشارت رضائی نہ تھی اجازت پائی نہ تھی متامل ہوئین
ایک نے بڑھکے جھانکا سناٹا پایا بیشتر قدم بڑھا انکو بلایا اسمین اندر سے آواز آئی کہ آئین یہ کون صاحب
ہین جو بے تکلف چلے آتے ہین شاہ صاحب آرام فرماتے ہین اس صدا سے انکو شک پیدا
ہوا کہ شاید کوئی چھوٹا لڑکا ہی ہمارے آہٹ پاکے بھڑکا ہی بہارارم نے حجرے کے اندر قدم
بڑھا دیکھا سبحان اللہ عجب تماشا غریب باجرا دیکھا کہ ایک مرد مسن ناتوانی سے درویش صفتی
کے دن لحیۂ شریف غیرت بتاشیر سحر ناف سے نیچے بروٹ پہ جبروت لبون سے اونچی کاسۂ سر سے
صولت ایزدی نمایان سلیمانے باصفا نورافشان ستر عورت بحکم ستار تعدے ڈھکا باقی جسم
نور دور سے گندن کی طرح جگمگا رہا لیکن رشک چلمن سر پر سایہ افگن ہنکا لگا بالون پیٹ سے

پریزاد سے بولین اب تخفیف تصدیع ہی ہمین رخصت فرمائیے اور اُس شاہین صید مقصد گیر پرندۂ بے نظیر کو
منگوائیے وہ سُنکے خاموش ہو رہی تجاہل کرکے دست برگوش ہو رہی اُنھون نے پھر اُسی کلمہ کا اعادہ
کیا چلنے کا ارادہ کیا تب تو وہ بولی بندی بہری نہین سنتی ہی بعض بعض بات کہی نہین جاتی ایسی بیرخی
سہی نہین جاتی ماشاء اللہ آپ ہی ساغر فراست کی جرعہ نوش ہین نام خدا صاحب ہوش ہین
دیکھیے تو یہ بات کہین لگتی ہی ابھی آپ دو دن کی آئین ہین اسپر اسقدر گھبرائی ہین کہ ذرا بھی طبیعت
یہان نہین لگتی ہی بھلا پھر خوش باشون کا غنچہ چھوڑ کے سیاہ الم بیکسی ہمدم کے ساتھ کیسے بسر ہوگی
اس ہمائے سعادت کی صحبت کیونکر میسر ہوگی اسکے ماسوا جو کوئی کہین جاتا ہی بلا مرضی صاحب خانہ نہین
آتا ہی گو مین دعوت کے قابل نہین حد سے قدم باہر رکھنا کار عاقل نہین مگر نہین آپ کو لازم
یون ہی کہ از راہ غریب نوازی آج کے دن اور یہان استراحت فرمائیے راحت فرمائیے کل مضایقہ
نہین دن بھی اچھا ہی بارک اللہ یوم السبت والخمیس میرا کہنا نقش کالحجر سمجھیے سچا ہی کل سنگ راہ
نہونگی واللہ جانے دونگی بہار ارم راضی ہوگئی شہزادی کا منھ دیکھکے بولی بہتر ہی اسکے تو تلوون سے
لگی تھی دماغ پر چڑھی تھی جھنجھلا کے بولی چہ خوش ماشاء اللہ آپ پرائے پر شکرا پالتی ہین مجھے باؤلی سمجھ
سٹرپن پر ٹالتی ہین دعوت کا نام سنتے کیسی جلدی پھسل پڑین کس گرما گرمی سے بولین بہتر ہی گویا آپ ہی
کا گھر ہی اس کلمہ سے وہ محجوب ہوکر بند ہوئی اسنے رگڑ جھگڑ وہ کھٹولا رشک تخت طاؤس منگایا سامنے
آیا واقعی عنقا تھا نایاب تھا سریر سلیمان کا نمونہ تھا لاجواب تھا بمجرد نگاہ یہ رو براہ دل ہی دل بیکل ہو
پیچ و تاب کھا ہمہ تن بل ہو پوچھنے لگی اسکے پرزے سب درست ہین بخوبی چست ہین اُسنے کہا آپ اپنے
کیل کانٹے سے درست رہین اسکا کھٹکا نکرین یہ سُنا سارے نشیب و فراز کلون کے سُجھا دیے بخوبی
بجھا دیے اور کہا بسم اللہ اب دیر نکیجیے اُڑیے اپنی راہ لیجیے اسنے کہا اسی اُڑنے پر تو اپنا مرز بوم چھوڑا
قریبون سے دور ہوئی منھ موڑا آپ الو ہین جو باز رہین اُسنے کہا جی میری ایک غرض اور ہی
آپ غور فرمائین کہ کسی لٹورے کے پھنگ مین پڑکے دولت حسن لٹا جفت نہ پیدا
کر لیجیے گا مین نے جو ہاتھ جوڑے ہین ذرا اسکا دھیان رکھیے گا القصہ دونون لباس مردانہ

نہ نہلا مجھے خود خیال آتا ہی تیری بیرحمی دیکھکے دل دہلا جاتا ہی تجھسے بُنھ چورہون گو برات عاشقان رشاخ
آہو ہی مگر صرف ہمت اپنی خو ہی کیا کرون دست فزرین سپہر و فیل فلک سے ہاتھی زبرسنگ ہی تہیہات
کوئی چال دست برد کی بن نہین پڑتی قسمت برسرجنگ ہی تصور تصویر ہزار کاغذ کے گھوڑے دوڑاتا ہی
کچھ خیال مین نہین آتا ہان ایک تدبیر روشن رشک شمشیر کہ اس شام سختی ایام کے سر کاٹنے کو نہایت مغتنم
و نادری ہی تھی سو اُس سے سر کٹنے کا ڈر ہی موجب جان بازی کوہ و دشت کا گذر مخالف کا گھر ہی
مہاراِرم نے پوچھا وہ کیا اُسنے کہا جانب جنوب یہان سے تیس ۳۰ ہزار کوس پر گلزمین شاہجہان آباد
خلد نہین مین ایک ولی اللہ سرتاج شاہنشاہ کہ امیر و وزیر اُسکی نگاہ مین غلام سے کمتر ہین رہتا ہی ایک
عالم حاجت روا کہتا ہی محبوب کردگار ہی سیاہ سپید دنیا مین گویا بالکل اُسی کا حکم و اختیار ہی شہزادی نے
کہا ایسے مقام پر یکہ و تنہا علی الخصوص پاپیادہ کہ بیدست و پا سے زیادہ ناچار ہی ایک قدم چلنا
دشوار ہی اُسنے کہا آپ سے ہو نہ سکیگا ورنہ اسکا بھی سامان تیار ہی یہ کہکے ہاتھ مار لیا اور ایک گھنٹی
مین لیجا کر بدل دی تمام تر ایک فلک سیر کھٹولا جسکے خیال مین پلنگ زرین سپہر کے جگہ مین پھیولا
ہوا جسکی سات پیڑھی نے بھی کبھی نہ پایا ہوگا گو بہت ٹٹولا ہو دکھا دیا اور کہا اسکے بیچ کل تمھین بنا بنکے
دم رخصت جب تمھارے واسطے منگائینگے وہان کا جانا پاپک کا جھپکانا ہی اسمین عجب گھبرانا ہی مہاراِرم
نگارارم سے مخاطب ہوئی کہ حضور اب کیا منظور ہی خانہ دلدار آپ کے نزدیک اب کیا دور ہی حاصل کلام

بصد اہتمام تین پہر رات تمام ہوئی نمود سحر کاذب ابلق فام ہوئی

پریدن نگارارم اسیر دام عشق صیاد برفلک مرا و بال حسن مہ بزیر ہمہ شہر ناہید پریناد

حسبدم شاہ ترکان یعنی ماہ تابان کاؤس دار تخت اولین سپہر مین بجاے عقاب نسرین نصب کر
اوج گزین ہوکر کلہ سر ہونے کے قرین ہوا اور موج گودریان شنگیر بحر عنصر بحر پرا پرچم تباشیر سحر کھول کے
تلاش شاہ گم گشتہ روان جانب چین مغرب مثل موج پرچین ہوا یعنی آثار صبح کاذب صدق
مبین ہوا وہ ہاے سماے شہریاری اور وہ جان بازہواے ہواداری فی امان اللہ کہکر

اسی مقام پر دھرنا اس نہیب تند نظر سے ہر دلگیر پر رعشہ طاری ہوا لرزہ سا ساری ہوا کانپ کانپ کے مانند
کاغذ بادی بصد پیچ و تاب و اضطرابی سب کے سب راست و چپ سے اڑا کین رنگ رو رنگ
پتنگ اڑ گیا خدنگ فغان ہدف ہنڈوی چرخی سے ہچکے کئی ہاتھ اچکا رخ تیر فلک مڑ گیا رعب کا عجب رنگ جما
کوئی چھپ آ کر الگ کونے مین آنسو پونچھنے لگی کوئی بڑھ کر کسی سے اسکی تدبیر پوچھنے لگی کوئی دل مین
سوچنے لگی آخر جسطرح پر سنا تھا مدفن بنا کیا سبھون نے ہاتھ لگا صندوق سنگین کے اندر رکھدیا
صغیر و کبیر برنا و پیر تا دیر در و دیوار سے سر لڑا لڑا دست و پا دھنا کیا تین دن تک یہی میدان رہے
اسی ایچ پیچ مین متاع تاب و توان لٹا کی اسی کی ڈور لگی رہی سب جان بلب نیمجان رہے چوتھے دن
اس پنبہ دہن کے مسافر عالم ناسوت کے کشتہ محن کی ایک رشتہ دار بہن کہ نہایت سیدھی سادی تھی
نگار ارم سے بولی کب تک بے چھری تیغ غم سے کٹا کیجیے گا یون تو مدت ہوئی کھانے کی صورت نہین
دیکھی مگر ان تین دن سے کہ گویا منھ پر قفل ہی لگایا ہی اڑ کے دانہ نہین آیا ہی کہان تک ٹوٹا کیجیے گا
اب تو جی اوکھڑا ضعف آیا جاتا ہی ہوش اڑا سر پتایا جاتا ہی براے خدا یہان سے کوچ فرمائیے اس
اینچا کھینچ سے جان چھڑائیے انھون نے بھی یہی مصلحت دیکھی منھ سے جواب دوہرا نکالنا مناسب نجانا
برخاستہ خاطر زیادہ ہوئین چلنے پر آمادہ ہوئین سر شام تینون سیہ ایام مبتلاے آلام اورنگ چنگ
رنگ پر بیٹھ کر ہمسر ناہید کے باغ مین آئین چندے شطرنج و گنجفہ مین طبیعتین بہلائین ایک روز شاہ
عشق کی اشتعال و شہ سے چراغ داغ درون کہ ہنوز آلہ تھا باقی ہی بات بھڑک اٹھا دل دھڑک اٹھا
یار نے عشق کی پروانگی سے جان بوجھ کے نقش مقصد سمجھا دیا شمع رو آفتاب خوبی کو مین مشعل یاس
روشن کر کے کشت امید کے پتے سوخت کیے دھوین اڑا دیے جی بجھا دیا خاشاک فراموشی کہ شعلہ شوق
موجب خس پوشی تھا بے بساط گردان کر کرامات جان کہ تنکا تک خلال کو نرکھا بالکل جلا کر راکھ کیا
نگار ارم کو وہ بھولا کھیل یاد دلا دیا زچ ہو کے نقاب رخ شاہد راز سے اٹھائی تذکرۂ زبان پر لائی کہ
دیکھیے کبتک اس قماش کی ہمپر ابری رہتی ہی زرد روئی عوض سرخروئی چنگ لیل و نہار سیاہ سفید
روزگار سے سینہ دری رہتی ہی یہ سنکے صاحب خانہ نے گرمجوشی سے کہا پیاری عرق شرمساری مین

کیفیت بیان کی ساری وہ رام کہانی سُنادی وہ سنکے بولی شہیدی سمجھ کر اجنبی مین جسسے دل کا راز کہتی ہون + حجل ہوتی ہون کیا کیا جب ترا محرم نکلتا ہی + یہ کہکے آنکھین نیچی کرلین باہر طشت دیکھا تو یہ شعر لکھا پڑا پیشین گوئی کے وہ عاشق صادق زبان پر لائی جسکی صداقت بعد امتداد مدت ظہور مین آئی شعر + ایجان دم نزع ہی آنا ہو تو آؤ + یون بعد ہمارے اگر آئے تو ہمین کیا + یہ لب پر لا ہونٹھ چبا دونون ہاتھون سے دل دبا کے پلنگ پر گر پڑی غمخوارون کے سر پر وہی آفت پھر پڑی گھبرا گھبرا چار سمت سے دوڑ پڑین لکھی بے سر کسی نے کر کپڑ کر اٹھایا اُس خود رفتہ کا پتہ نپایا غور کر کے جو دیکھا دل مُنھ سے باہر نکل آیا تھا اسقدر اچھل آیا تھا **مولف** + قید قفس مین آج چمن یاد کر کے آہ + کیسا پھڑک کے مرغ قفس رہگیا + اُسوقت کے تلاطم غم طوفان الم کا ذکر اگر قلم زبان پر لائے تو غالب ہی دل مجذوب کی طرح امنڈ آئے صریر سے بڑہارے آنسو بہائے دوات مثل کرۂ زمہریر جم جائے **مولف** گر زندان حرف غم بر لب کاغذ قلم + پیرہنے کاغذے درشود الفاظ را + **ایضاً** حکایت بیقراری کی جو کوئی لب پہ لاتا ہی + تڑپ کر دل مضطر ہمارا اُسکو آتا ہی + خلاصہ یہ کہ اس تب اندوہ سے کیفیت سرسام عام ہوئی صورت بحران اُن محرورہنی جان نے چار طرف سے ناہید بیجان کے سر پر چڑھائی کی بسان ماہ خفقان مضطربانہ دوڑ دوڑ کر ہوے آغوش ہوائی کی مردہ پا کر حالت کہرام ہوئی ایک بارے ضعف کے مانند نبض مریض کھو گئی ایک بوڑے مین ڈوب کے جان بلب ہو گئی کوئی دنمود بیجان سے صورت بیجان ہوئی کوئی حرارت غریزی سے پوشیدہ سوزان ہوئی ایک ضیق النفس دمادم سر پیچ سے ٹکرانے لگی ایک زندگی سے دق ہو کر سل سے سینہ لڑانے لگی مہبا غم جگر مانند فیقی لنگر پر پا ہوا جگہ سے ہل نسکا پل پل ہوا نزلہ برضعیف میزبان نگارا رہم کا اب بالکل بل غم نے توڑ دیا ناک مین دم ہوا زیست عبث خراش کا سہارا چھوڑ دیا ایسا ہی کچھ اُسکے لیے دل کا پیغام ہوا اُسنے زہر خند کے ساتھ دل سے کہا تو اور شہادت کا اشتیاق مرے کو مارہ مراق مینڈکی کو زکام ہوا بقول مشہور کوٹھ مین کھاج اس مقدر پر مزاج خدا داد باتون پر رشک بیجا ہی یہ مرض لادوا ہی دل سے اس گفتگو مین تھی کہ دفعتہ ایک طرف سے صدا آئی کہ خبردار اس مستقی زلال وصال کی تجہیز و تکفین کا خیال نہ کرنا یو مین مثل شہید شہدا شام سلم

اگر تجھے انکشاف منظور ہی تو کہنا ضرور ہی مگر بجبر نہ پوچھو حال میرے مرغ دل کا سور ہو صاحب + سننے سے
نیند اڑ جاتی ہی اپنی وہ کہانی ہی + آہ غمخوار قضاے کار ایک روز مین اور ایک اور دلسوز سمت چین سے
اُس سرزمین پر جہان وہ نازنین جلوہ گر تھا نور کا یکہ مد نظر تھا وارد ہوئی دور سے نور کا عالم دیکھ کر متحیر ہو
مردم دیدۂ نگران سان ہمہ تن نظر ہو ہمراز گرم پرواز سے دیکھنے پر بجد ہوئی بسکہ وہ محبت کیش دور اندیش
تھی مجھ پریشان سے الجھنا مناسب سمجھی کڑھ کے بولی میری بیزار سے قسمت ستائی نے کب آرام پائی
تیرے تو لکھے مین کفش برداری ہی یہ کون امر اختیاری ہی لبنان چھانٹنا فضول ہی اس سے کیا حصول ہی
مقدر سے کیا چارا یہ کہکے تخت تلے اُتارا مین نے دیکھا وہی غنچہ دہن جسکا نام ہونٹھون تک آتا نہین
شوق دلمین سماتا نہین پری وشون کے جھرمٹ مین مسند مغرق پر جلوہ گر ہی گویا فرش زربفت کے
بوٹون مین زردوزی تصویر مہر انور ہی ہر حور فریب طناز اپنے عہدے پر سرافراز کسی کے
پاس چنور کوئی شمع رو کے ہاتھ مین پنکھی پُر زر ہی مین بیک نگاہ ابروے خمدار سے زخمی ہو چکی تھی
ابرو سے ہاتھ دھو آنکھون کو رو چکی تھی دوسری بار دیکھنے کی بار نہ آئی کہ فلک نے اور ہی طور
جور کیا قسمت نئی آفت سر پر لائی ناگاہ سمت مغرب سے غبار تیرہ و تار پیدا ہوا آندھی کا آثار پیدا
ہوا آن کی آن مین روے جہان مکدر نظر آیا زیر و زبر سارا وہ گھر نظر آیا چار سو سے ہل چل کا شور ہوا
گھمسان بھونچال آیا تزلزل گھنگھور ہوا حلم گران سنگ کے پاؤن اکھڑے بسان فتنۂ بیدار چشم اصحاب
کہف جاگنے لگے قدم کے نیچے سے زمین مانند زمانہ بھاگنے لگی اسی حال خبث مآل مین ایک ابر
دھوان دھار آیا اُس شعلۂ عذار پر صورت زلف تابدار چھایا دیکھتے دیکھتے مانند غبارہ زمین سے بے
سہارے اُٹھا کر اُڑایا تھوڑی دور تک نظر آیا پھر خدا جانے کدھر اُس بت کو اُڑا کر بٹھایا وہ
سب رونے لگے سر پٹک پٹک جان کھونے لگے مجھ پر غشی طاری ہوئی سرسام کی کیفیت ساری
ہوئی وہی جلیس دس بیس صلواتین سنا مجھے اُٹھا لائی اور وہین سے اُس دلگیر نے بصد تدبیر یہ تصویر
بہم پہونچائی یہی زندگی کا سہارا ہی نقشۂ زیست ہمارا ہی شہزادی یہ سُن سُن ہو گئی آنسو آنکھون
مین بھرے تو تھے ہی گر پڑے بہار ارم نے موقع پا کے کچھ مجمل کچھ مفصل اپنی بھی

کا یہ سدا رنگ ہی جسے دیکھ کر شاخ مثمر دنگ ہی ڈاڑھین مارتی ہون غم کھا کھا کے عمر گذارتی ہون تصور
بنا گوش اُس کان حسن مین شیون فلک شکن کا وہ اثر ہی کہ گوش کر و بیان کر ہی کان پکڑتے کتنے ہین چرخ
جذر اصم کانون پر ہاتھ دھرتا ہی کہ پردے پھٹتے ہین چشم غزالی کا خیال پیش نظر مردم دیدہ ندیدہ جمال
پتلیون کی طرح رقاص ہی طرفہ خواص ہی دل مضطر کی تڑپ کیفیت رقص دکھاتی ہی صداے شکست
آبلہ نواے زنگلہ سناتی ہی ہواے صفاے گردن نے گلا پکا رکھا ہی یکام و ناے مانند نی سوراخدا ہی یاد
مژہ مین طعن سنان آہ فلک کے پار ہی اگر سنگ خارا بھی یہ کھڑاگ سنے رو دے چرخ بے سرے نے
درد و غم سے ایسا ملا رکھا ہی مولف ؎ مین اپنے ساز بخت کا ممنون سدا رہا + ماتم کدہ بھی غیرت
عشرت سرا رہا + یاد دست و پا سینہ و شکم دھیان کمر و ناف گرداب غم مین ساز جلترن لب جو نظر
آتا ہی ہاتھ پاؤن کا سنسنانا چکارون کی صدا دل و آہ الم بجاے پیالہ و قلم تسلسل سرشک لطف کنار
رود بار دکھاتا ہی کف دست نازک ہیہات جب یاد آتے ہین کف افسوس ملواتے ہین ہاتھ کی لکیرون
کے دھیان سے دام وحشت مین گرفتار ہین دامن و گریبان تار تار ہین دست تغابن مصروف سینہ کوبی
جلاجل وار ہین اور خیال خرام ان اٹکھیلیون سے آتا ہی کہ مرغولہ نالہ پر گٹکری کا گمان ہو جاتا ہی شاہنشاہ
جنون کا کشور دل مین آئین تازہ ہی دہائی ہی طبل وحشت کی ٹکورون کا ہزار کوس کے ٹپے تک
آوازہ ہی ندا چھائی ہی بہار ارم تو ابھی نوخیز تھی وہ کیا جانے عشق کسکا نام اور عاشقی کون جانور
بیدام ہی اسکی باتون پر تبسم ریز تھی اور واقعی یہ قاعدہ کلیہ ہی جب کسی صاحب غم کو ایسا ہمدم ملجاتا ہی جسے اپنا الم
سناتا ہی تو اسوقت بغیر ہوئی باتین یاد آتی ہین دل بھر آتا ہی انسان عقل سے خالی ہو جاتا ہی
دو چار دل جو اس درد سے ماہر ہین انھین پر کچھ خوب یہ رمز ظاہر ہین بہار ارم کے دلکو
تو اس درد کا لطف حاصل نہ تھا بے تکلف ہو جانا اسکے نزدیک کچھ مشکل نہ تھا بولی سنا بہن تانت باجے
راگ بوجھا یہ تو ہم سمجھے کہ وہ اس تعریف سے بھی بڑھ کے ہی سارے خوبان جہان سے چڑھ کے ہی اگر ایسا ہی
نہین تو یہ آپ کی گت کیون ہی بری نوبت کیون ہی یہ راگ مالا تہ کر رکھیے اب یہ فرمائیے کیونکر آپ
اس خنجال مین پھنسین اور کس طرح وہان تک پہونچین وہ بولی اے مونس جان یہ بھی ایک داستان ہی

نام گلستان و درمان مین غیرت صد بہار و لبر ہزار دلدار ہی طبایع مین گویا مشک روح افزاے نافۂ غزال تاتار ہی
فی الحقیقت غضب کا نگار ہی نا سپید اوج کمال صفا اعتدال اُسکے وصال کی نبتدل مشتری ہی لوے
فلک شوق بزم نوروز مین تماشاے انجمن نشاط افروز مین شب و روز مشق رامشگری کرتے کرتے
نسگڑی ہو گئی سری دھری ہی اور اس بیچارہ کا احوال لایق اظہار نہین قابل گفتار نہین
حسبدن سے دیدۂ آہنت بین مین اُس پیارے چکارے محسود غزال چین و آہوے ختن کا رنگ
سمایا ہی اگلا سا رنگ ہی نرہا عجب عجب صدمہ سہا اُس تاب رخسار جمال پر ہی ہمہ غم و ساز ہی ہمہ اری مدام
چہلا کے تکاشر طبع سے ہمکاری لیل و نہار ہی چشم اشکبار رشک رود بار کا اسرار جسا ہر قطرہ ایک یک
تارہ ہی کچھ ارباب تحسر بین پر خوب آشکارہ ہی جسدم رفتار اُس سہی قامت کی یاد آتی ہی ہزار چال سے
رود خون مین بٹھاتی ہی شور محشر اور اٹھاتی ہی طال اللہ بلوا تصور گیسوے خمدار مین شب تیرہ و تار مین آنسو ن
تار ہوتا ہی ہم پر سو زیاد دل مشک رشک ساز موسیقار ہوتا ہی اور کہانچہ ابرو کیا یاد آیا گویا گردن پر خنجر خونخوار
آبا طرہ پر خم غم کی سجھاتا ہی سنبلۂ خط ہر دم سم کی سجھاتا ہی ہوش مین رشک انگبین و خیال خال
چہرۂ تمکین کے ہاتھ سے تل پھوٹے دل داغدار پر شور ہی گویا مگس زنبور چنگ جور سے در پے
آزار زخمی مور ہی اور چو خیال لب لعل مین مین یاد آتی ہین تو سیہ خانہ سینہ مین آتش خاموش پر دھوان
سی چھاتی ہین خیال نگاہ تیز سے دل خون ریز پر چ پر چ ہو کر البسی جلدی پک گیا کہ سانس کی ہوا سے
دکھ جاتا ہی سو رہنے اور بکنے سے کب یہ دکھ جاتا ہی کہان تک بکون منہ تھک گیا حسن تقریر
نبات میٹھی چھری کے دھیان مین عجب حال ہی ہونٹھ چاٹتی ہون جو گیا بیراگ سے جنگلہ
مین دن کاٹتی ہون رشک سہیل ہین ہر داغ ملال ہی مولف سے بسکہ در پردہ خفا تھا
بسر شور افگند ۔ پردہ گوش سراپردۂ زیبا کردم ۔ اور جو کبھی شب کو کسی کروٹ نیند بیا
آن شہ نہ آئی تو اُسوقت نالہ ملال صدا ے کوس مال سے عجب ڈھنگ ہوتا ہی رات پر یوم الصور کا
ایسا رنگ ہوتا ہی تمناے خواہش دلی مین یہی اشارہ کافی ہی کہ مور چنگ مین زنگ لگ گیا
بری نوبت ہی یاد بینی سے ناک مین دم بے سری گت ہی اور دندان دانۂ انار سے شاخ نمرۂ اشکبار

وسوسہ دور کرو چلنا منظور کرو اس مقام کے بیٹھنے سے اگر احسان اٹھائیے مباح ہی اس سے قطع نظر
شرافت سے دور آدمیت کے خلاف ہی بعید از انصاف ہی کہ ایک شخص مشتاق ہو کے بلاے ہمین جانے
مین عار آئے اسکو تو یہ بدل منظور تھا عقدۂ سربستہ کھولنا ضرور تھا بولی بسم اللہ بندی تیرے
ہمراہ ہی جہان لیچل چلنے مین عذر نہین خدا گواہ ہی یہ کہکے دونون ساتھ ساتھ ہاتھ مین ہاتھ دے اُس
بیمار کے بالین پر آئین رسم سلام بجا لائین اُسنے اُٹھنے کو چاہا شہزادی نے سینہ پر ہاتھ رکھدا اُٹھنے کو
منع کیا کہا یہ بار تکلف نہ دل پر رکھیے مجھ پُر غم پر خالی عنایت کی نظر رکھیے وزیرزادی نے بیتھ اُٹھ کے
بعد ذکر اذکار ہر شہر و دیار موجب جان کنی اس وقت نعرہ زنی کا استفسار کیا وہ نفس سرد سینہ پُر درد
سے کھینچ دل پکڑ کے رہگئی آنکھون سے خونناب کی ندی بہ گئی بعد ایک پل کے خوب سنبھل کے زبانۂ شوق
شور انگیز کو ان اشعار مین شرربار کیا مرزا حاتم علی بیگ مہر ایذا ئین اُٹھاے ہوے دُکھ پاے
ہوئے ہین + ہم دل سے بہ تنگ آئے ہین اُکتاے ہوے ہین + ابتک تو غضب کرتا ہمارا دل
بیتاب + روکے ہوئے ڈاٹے ہوئے دھمکاے ہوئے ہین + ؎ اگر کچھ منھ سے کہتی ہون مزہ
الفت کا جاتا ہی + وگر چپکی رہون تو یہ کلیجہ منھ کو آتا ہی + ؎ مرا دردیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد +
وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد + ای دمساز اگرچہ یہ پردۂ راز باز کرنا بجا نہین بیجا ہی مگر چونکہ تو نے
چھیڑا ہی اب مضراب شوق قانون سینہ مین ناخن زن ہوئی آتش ہجر اس ذکر سے ملکر دپیک سے شعلہ زن
ہمہ تن ہوئی بلکہ ہر بن مو کو بھی دہن ہی کہ کیون سن ہی سُن یہ جو چار دانگ اقلیم ہند ہی اُس دیس مین
ایک شہر حیدرآباد قریب سندھ ہی والی شہر یگانہ دہر ذیجاہ ملقب بکوکب ہند ظل اللہ ہی واقعی عجب اصول کا
وہ مالک پنجگاہ صاحب تخت و کلاہ ہی دوازدہ مقام یعنی بارہ برج فلک تک اُسکے شعبۂ آفتاب
اقبال کا آوازہ ہی رود جود و سخا سے کشت کشور تازہ ہی آہنگ نصفت نواے بیداری زمزمہ صولت
نغمہ جہانداری تا عراق و حجاز ہی ترانۂ تحسین و غلغلہ آفرین بلبان سکان زمین از کوچک تا بزرگ و از
راست تا کجباز بلند آواز ہی سطوت تیغ بران سے لرزان شاہ اصفہان دایرہ عشاق پیرامون ایوان
بسان ہالۂ ماہ تابان حلقہ زن رہتا ہی کوئی نوحہ گر کوئی نعرہ زن رہتا ہی اُسکا جگر گوشہ لطافت خوشہ نگار عالم

ایک آہ سرد کھینچکر گرم رو مراحل جوش ہوئی یاد کرکے از خود فراموش ہوئی جن جنکو اس درد سے آشنائی تھی
انکی جان پر بن آئی تھی بگڑے ہوش باختہ حواس کوئی جگر ریش کوئی دل اُداس تا دیر اُن کشتہ یاس پر
یہی کیفیت طاری رہی سوزان وہ خلقت ناری رہی مجلس عزا وہ مقام تھا بسان شور نشور عالم کہرام تھا
بیچ مین پلنگڑی بیمار کی مثل نعش پڑی گرد سب دلخراش کوئی بیٹھی کوئی کھڑی اسمین ایک نوحہ گر گھبرا کر منھ کھول
بول اٹھی اجی لاکے سنگھاؤ بی آج کیون وہ شی سبکو بھولی ہی کیا آنکھون مین سرسون پھولی ہی صریح دیکھتے
ہو یہ حال ہی کہ تنفس محال ہی تمکو تو کچھ جستجو ہی نہین یہان دیکھ دیکھ کے ہاتھ پانون پھولتے ہین شمع حواس
گل ہی ہزار ہزار وسواس دل کو یاس بالکل ہی منھ کی آئی بات بھولتی ہین دوسری سمن بر بولی ہان
ہان لالا الغرض مہندی خانم دوڑ کے بلبل چشم کا پٹکا کہ اس گلبدن کے حق مین لٹکا تھا اور
اس دل بسی کے بوے تن مین بسا جن نے اسے دے پٹکا تھا اُٹھا لائی پنکھے سے چند ہوا خواہ نے
مثل نسیم بہاری بہزار دشواری اُس عندلیب وفاداری کے دماغ مین بو پہونچائی سبحان اللہ یار کی
مہک پاتے انگڑا کے آنکھ کھول دی گمان بیہوشی کافور ہوا بول دی انشا شمیم کاکل پیچان سے مین
جو اونگ گئی تو لوگ کہنے لگے ناگن اسکو سونگ گئی + یکایک ایک باختہ سر اُس ششدر و
حزین یعنی بہار ارم مربع نشین سے دوچار ہوئی دیکھتے چوکڑی بھولی بیہوشی سے ہمکنار ہوئی بدحواس
پلنگڑی کے پاس آگر پڑی دوسری خواص کہ ناہید اسیر یاس کے بالین پر اندوہگین چنور لیے کھڑی
تھی ڈر سے اُدہی کرکے پھر پڑی تو تہکی کہکے اُٹھا لیا اضطرار کا سبب استفسار کیا اُسنے انکا دیکھ آنا اپنا
ڈر جانا اظہار کیا وہ مریضہ بھی لیٹے لیٹے یہ ماجرا سنتی تھی ایک جھڑکی کے ساتھ اُن چھتیسون سے بولی اچھا
اگر انسان ہی تو کیا اسکا خفقان ہی جاؤ دریافت حال کرکے لے آؤ ناچار حسب ایما تین چار شعلہ عذار
مشعل لے ایک اڈا کہ اُٹھا پیش خود مرگ پر دل بٹھا شش و پنج کرتی ڈرتے ڈرتے ان دونو کے
جانب آئین ایک ہی آٹھ کاٹ تھین دور ہی سے دیکھ دیکھ کے بھاگین عرض حال لب پر
لائین وہ غم نوش سمجھی مقرر کوئی آفت رسیدہ مصیبت کشیدہ ہی مخبر دل غمدیدہ ہی مشتاقانہ فرمایا
بلاؤ بلاؤ یہ سنکے وزیرزادی نے شہزادی سے مشورہ کیا کہ اب کیا صلاح ہی میرے نزدیک

خوک چروائے صور رنج و غم دکھائے مرید کیا جنکی طرف ان معلم الملکوت کے قدم آئے اُنکے فرشتہ خان کو
کنوئین جھکائے عیاذاً باللہ محمود سے کتنے بے نمود و بے بود ہو گئے جہان سے کھو گئے کہین ہدہد بنکر حسن کا
قصہ سنا دام الفت مین پھنسایا اُس پریزاد کا خانہ آباد برباد کر تخت شاہی سے اُٹھا دم کے دم مین
ہوا سے منگایا غرض کہ ہمایون فر جسکے سر پر اُڑ کر جاتے ہین مرغ مجنون کا آشیانہ بنا الّو بناتے ہین جو
اسکے بھرّے مین آگیا معاً پھنس گیا پھندا کھا گیا ایسی اُڑن گھائیان بانکی ہین کہ کیسا ہی بانکا نرچھا
کیا طرّم خان بھی ہو ایک طمانچہ اسکے پنجۂ آہنی کا کھائے کسی گت کا نرہے آپ ہری بولے ایک دم مین دم
قالب سے باہر آئے بھنڈارا کھلجائے **مومن** ؎ قہر ہی موت ہی بلا ہی عشق + سچ تو یہ ہی بُری بلا ہی عشق +
المختصر اُس شوریدہ سر کو روتے روتے غش آگیا کثرت ضعف سے عالم نزع چھا گیا ہر چند سب نے پکارا کچھ
جواب نہ دیا مطلق خیال نہ کیا مآل کار بجد و کد بسیار تین چار نے ہاتھون ہاتھ اُٹھا اُس غزال
رمیدہ ہوش حمیدہ خصال کو پلنگ پر لٹایا ایک کی زبان پر یہ شعر آیا ہیچمیرز ستانا روز محشر کو کھلیگا ہمسے
مضطر کا + ہمارا ہاتھ ہوگا اور دامن چرخ اخضر کا + شگفتہ دل ہماری بزم سے افسردہ جاتے ہین + اثر دکھلا
رہی ہی آہ اپنی باد صرصر کا + اتنے مین اُس بیخبر نے ہوش مین آکر دوبارہ تصویر طلب فرمائی آنکھون سے
لگا یار کو مخاطب ٹھہرا یہ لب پر لائی **غزل برادرم اکرام علی خان صاحب حسرت** ناوک فگنی مجھ پہ
تو جلاد نکرنا + جنبش سے مژہ کے ستم ایجاد نکرنا + صیاد قفس سے مجھے آزاد نکرنا + ویران کہین یہ خانہ
آباد نکرنا + غفلت مرے احوال سے صیاد نکرنا + لا دام مین مٹی مری برباد نکرنا + صیاد گیا موسم گل
کنج قفس مین + اب فصل خزان مین مجھے آزاد نکرنا + بسمل جو کیا ہی تو تڑپنے دو کوئی دم + تعجیل مرے
قتل مین جلاد نکرنا + ہو کر کے ہوا خواہی اغیار پہ مغرور + برباد کہین حسن خداداد نکرنا + کیا قہر ہی
دل مین جگہ اغیار کو دینا + بھولے سے بھی افسوس ہمین یاد نکرنا + مارے ہین جو دو ایک تو لاکھون ہین جلائے
خبر شکر و لا شکوۂ جلاد نکرنا + کافی ہی جنون سلسلۂ الفت گیسو + ہرگز مجھے منت کش حداد نکرنا + لازم
ہی کھلے راز محبت نہ کسی پر + خاموش دلا ہجر مین فریاد نکرنا + رکھتے ہو اگر ربط جفا پیشون سے **حسرت** +
پر ہمسے کبھی شکوۂ بیداد نکرنا + اس غزل کا زبان تک آنا گویا بہانہ تھا پھر وہی تڑپنا وہی تلملانا تھا

گلنار گوٹ ہر بوٹی پر ستارون کا دل لوٹ پوٹ بنت گوکھرو سلما ستارہ ایسا جسکے بار سے ہر بار کمر لچکا کھاتی
تھی جسدم قدم اُٹھاتی تھی بوٹ مینائی جسکے دید سے چشم عاشق نے آرام پائی پانون مین خلخال پازیب آواز
سننے والون کا دل ناشکیب چھڑے کڑے نہین نرم کھرے سونے کے تین تین پڑے بیچ مین وہ
ماہ رخسار گرد سب حور پیکر ستارہ وار کسیکے پاس اُگالدان کوئی غنچہ دہن عطر دان بڑے ساز و سامان کا
لیے کوئی گلرو کلی نئی گھڑت کی بنی یا فرشی حقہ تازہ سامان طرفہ آن بان کا لیے دو عورتین پاپنچے
کاندھون پر ڈالے خوب سنبھالے ایک ہوا خواہ جڑاؤ پنکھہ لیے پروانہ وار اُس شمع پر بیقرار
مگس رانی کرتی ہوئی ایک کے ہاتھ مین رومال ادب سے قدم دھرتی ہوئی ایک کے زیر بغل
ساری سموچی کلابتون مین ڈوبی بہت بھاری ایک مدہوش کے دوش پر پیشواز زنگاری ایک
پاندان مع کشتی پانون سے بھرے ہوئے کوئی نازکی بھری خالی ہاتھ کولے پر دھرے ہوے اندر داخل ہوئین
حسب معمول اپنے اپنے کام مین مشغول بدل ہوئین وہ حور راحت سے دور نزدیک آتے ہی مثل ماہی
کاغذ گیر اُسی تصویر سے لپٹ گئی پریون کے ہوش اڑ گئے چھاتی پھٹ گئی خواجہ وزیر سے دشمن بھی اپنے
دوست سے یارب جدا نہو + نا آشنا کو بھی الم آشنا نہو + افسوس اس سفاک عشق کے ہاتھ سے کتنون نے
اس دار ناپایدار مین سولی پائی ناحق جان گنوائی جسکی متاع دین و ایمان نقد جان اس ٹھگ نے بھانپی
فوراً دام محبت مین گردن پھانسی کوئی ان دارا شکوہ کی بدولت بصد مذلت تشنہ لب تیغ آبدار کھا مہر سرمد سے
ملا کوئی مظفر و منصور نور ابد سے ملا کوئی تلخکام جان شیرین کھو کر ناکام رہا کوہ غم سر پر اُٹھایا خاک پھر کچھ ہاتھ نہ آیا
مورد صد آلام رہا کسی مجنون کو چاہ کی بدولت تا زیست ڈانما ڈول رکھا نشہ ہرن کر چوکڑی بھلا
سنگ کو دکان سے تن گلنار گلے مین زخمون کا ہار گرد غول کا غول رکھا کسیکا دلسوز بنا آگ مین جلایا
ایک پر گرمجوشی جتا نور چمکایا دوسرے کو سرمہ بنا خاک مین ملایا کہین پدر کے ہاتھ سے پسر کو ذبح کرایا کسیکو
طعمہ کرم بنایا کسیکو دوست بنکر بھائی کا دشمن بنا بضرب استخوان خون گرا جہنم کا رستہ دکھایا کہین عزیز
بنکر کسیکو ناچیز کیا کوچے کوچے کی خاک چھنوائی تاج شاہی چھین کے کلاہ گدائی عطا فرمائی جو مد نظر ہوا
نور چشم کھو کر بے بصر ہوا کہین یہ حضرت کسی شیخ کے پیر و مرشد بنے مرید کیا خانقاہ سے جانب کلیسا لا

شمع پروانون مین ستارون مین ماہ + نظر آئی آفت تازہ سر پر لائی دوچار ہوتے نقشہ بگڑ گیا طرفۃ العین
مین آنکھون پر پردہ پڑ گیا ہر چند ٹالا آپ کو سنبھالا مگر مولف ؎ دیکھتے ہی عجیب حال ہوا + جا سے ہلنا اُسے
محال ہوا + دونون آنکھون مین اشک بھر لائی + اُف کی آواز تا بلب آئی + سر اوٹھا لب چبا کے فرمایا +
اے لو ہمنے تو آکے بھر پایا + ہنوز بہار ارم وزیرزادی اسکا جواب نہ دینے پائی تھی کہ فلک بہروپ نے رنگ
بدل اور ہی صورت دکھائی یکایک چار طرف سے سائین سائین کی صدا پیدا ہوئی باد تند ہویدا ہوئی
ان دونون نے متحیرانہ جانب شامیانہ نگاہ کی تو کیا دیکھا کہ ایک تخت مرصع کار پر نقش و نگار بشکل ہوادار
مثل طایر پرواز تین چار پریزاد نے زمین پر اُتارا ہی اُسپر ایک مہ پارہ ہی محمد اکرام علی خان صاحب
حسرت ؎ کرتے رہین دوڑ دھوپ دن بھر + سایہ پڑے اوس پری کا جنپر + صورت بلقیس ثانی اُس
تخت سلیمانی پر سوار چھ سات عورتین خدمتگزار قرینے سے قطار قطار ہمراہ مثل انجم گرد ماہ جانب نشستگاہ
روبراہ ہین یہ دونون پیش نگاہ ہین بمجرد نگاہ وزیرزادی جانکاہ کے ہوش و حواس ہوا ہوے یکسر سر سے
جدا ہوے گھبرا کے شہزادی کا آنچل ہلا کے کہا ای بیگم خدا کو مان سنبھل یہان سے ٹل دیکھ تو سہی محل مین
کون آیا وہ خانہ خراب بلا نصیب محو روی حبیب تھی اپنے قصر عنصر سے بیخبر سیہ خانہ گور کے قریب تھی محل
و موقع کیا جانے کسکو کہتے ہین لب تک نہ ہلایا آخر کار چار ناچار اُس ششدر نے بحال مضطر کھینچکر ایک
درجہ مین کہ بارہ ۱۲ دری کے سب درجون سے دس درجہ بڑھکے تھا ایوان شش جہت سے چڑھ کے تھا
جا چھپایا وہان سے یہ تماشا نظر آیا کہ وہ شعلہ عذار سبز پوش بلب خاموش نہایت بھڑک سے مگر حیران
بال پریشان کچھ گندھے کچھ کھلے دوپٹہ دھانی وہ گندم گون جواہرانہ دلستانی کاندھے پر ڈالے مونگون کے ہار
دلپر چوٹ موٹ اُٹھانے والے ہاتھون سے دل و جگر دونون تولہ ماشون کو سنبھالے آدھا سینہ کھلا محرم
ایک ایک میزان حسن کا تلا اندر سے جوبن رشک چمن کا ابھار اُمنگ کے دن آمد بہار سبز بادلے
کی کرتی ناف سے اونچی اُسپر لچکا ٹکا کنارے سے ذری ہٹ کے کناری نیا سازی و تیاری دھنک
کی چمک پر کمان قوس قزح قربان اوپر سے نگ دل مین چٹکی لیتے تھے ہر دم جسکی جگمگ گوکھرو سے بڑا نارنجی
گوٹ پر مڑا پایجامہ بھی سبز کمخواب کا بڑی آب و تاب کا اُس گلبدن کے زیب تن اسمین

نکتہ ۱

معنی نیمہ

جیسے پروین فلک پر ثابت ہوئی اپنے اختر کی کمی پاکر شہرت حسن سے ہاتھ جھاڑ بیٹھی گلاس بقیاس ہانڈی کے
روبرو مشتری کی دال نہ گلی خم فلک کی آڑ بیٹھی سقف کے نمقمے جو نظر آئے مینائے شیشہ باز نے سینہ پر
ہزارون داغ کھائے آئینۂ خوش آئین اس درجہ سجل کہ دیدہ اسکندر حیران و مجل صفا مین مقابل دل
صاحبدل میر رنگ خوش رنگ جسکے نظارے مین چشم امیر رنگ دیوار گیری کی بٹھیک اگر شاہ چین
یا خازن علیین کو نظر آئے کول دل ہو جائے گھڑیین کو لون پر ترنیے سے جڑین جس گھڑی انسان پاس
جاے پہرون کھڑا رہجاے ایک پل چھوڑنے کو جی نہ چاہے کھو جاے ایسا محو ہو جاے دھم گھڑی مین
کوک پڑے آواز مشوقانہ نادر زمانہ منٹ منٹ پر کھٹاک کھٹاک کر کلیجے مین گھاؤ کرے سننے والے گھڑی ساعت
ہون یہ سینہ مین لگاؤ کرے میز دلبری آمیز مسہری سنہری ہر کمرے مین ایسی نکیلی کہ اگر اُس اسباب کے
دنگل مین کوئی اُچٹ آنکھ ڈالے تو پر تو چمک غیرت برق آنکھ جھپکا دے شمشیر لمع دل بسمل مجروح کر ڈالے
کسی کی حاجت مدح پرسی نہین نور بار عرش بریں کی ہجو از حسن مین بھرین خالی درجون مین متعدد
دھرین تصویرین کاتب قدرت کے ہاتھ کی لکیرین شیشون مین جڑی ہنگام تماشا جسکی دید سے تماشائی کا رنگ
بیرنگ برانقشہ ہی گھڑی مقابل ہر گھڑی کے نئے انداز سے سونے کی کیلون سے دیوارین گڑی فرشی پنکھے
زرتار جھالردار جو ہوا خواہ ہاے باد بہار کا جھونکا آئے پھر نگے رنگے ہر درجے مین ٹنگے فرش زربفت کو اگر اطلس
فلک دیکھے پاے کم خواب آئے غلام گردش سے لیکر تاشہ نشین بچھا سایبان کے آگے کا رچوب نگیر کھینچا چلمن دل
صد چاک عاشق کا خرمن پردے کی بات نہین کھلی ہے مژگان معشوق ہم پلہ کانٹے کی تلی ہے گلدستے گلزار ارم
کو ہنستے عطر دان دہن شاہدان کشتی مین قابین کباب کی شیشے شراب کے چنے فواکہات
کی ڈالیان خوش رنگ نرالیان تشتریون مین گزک کو لوے بٹیر بچے مسند مغرق کو اگر نکیے تو یہی کہ
اسکو جیسے فرش نشین پر بچھی آگے پیچوان بڑے آن بان کے اور سٹک جواہر نگار مرصع کار زیر انداز مکلل
پر رکھی اگر ایک کش کھینچے تا زیست اُسکا دم بھرا کیجیے اس تماشے کو دیکھتے ہی یہ دونون محو ہو گئین اپنی
خودی سے کھو گئین دیکھتے دیکھتے ناگاہ نگاہ نگارم کی تصویرون پر جا پڑی عین نظارہ مین آنکھ لڑی
یعنی اُس مرقع مین ایک تصویر برق تنویر قلق سے جیسے گل بلبلون مین فوج مین شاہ

چشمہ مہر کے دیکھتے ہی اس بحر محبت کو غش آگیا عرق محویت سے بدن نہا گیا پر سنبھل کر مشتاقانہ فرمایا
چلو قریب سے دیکھ آئین وہ بھوچکی ہو کر بولی آئین کیا خوب یک نشد دو شد ایک سے تو ہنوز نجات نہین
پائی دوسری سیر کی سمائی اجی ہٹو بی کچہ خیر ہی کہان کی سیر نکالی ہی آفت مین جان ڈالی ہی شکار ماہی
کے بدولت تو جنجال مین پھنسی ہو اس جال مین پھنسی ہو اب بارہ دری کی سیر مین تین تیرہ
ہو کر ششدری ہو ملکہ نے لجاجت سے کہا بہن تجھے میرے دیدون کی قسم چلکر ایک نظر اسکو
بھی دکھا دے طبیعت وارفتہ بہلا دے وہ ماتھا کوٹ کے بولی بھئی مین تو مان گئی جانتی ہون آج
جان گئی خیر بشر مجبور ہی خدا ہی کو منظور ہی کہدو لنگر اٹھائین کشتی کو قریب شیش محل رشک پری لگائین

پابزنجیر ہونا اُس تازہ نخچیر یعنی نگار ارم آزاد دام تزویر کا تماشاے تصویر برق تنویر شاہزادہ نگار عالم مہر منیر سے اور ملنا ناہید زہرہ جمال مشتری اُسی تمثال قمر نظیر کا اتفاقات تقدیر سے

جسدم فرہاد خاور نے جوے شیر ضیا بیستون افق سے تراش کر بحر پر خون شفق مین گرائی اور خود تیشہ ظلمت
مار کر ورطۂ مغرب مین جان گنوائی اور شیرین شام نے بادل ناکام زلف مشک فام آشفتہ کر کے ہمراہ دایہ سیہ
جبرہ شب زورق ہلال اُسی جیحون پر خون مین دوڑائی ملاحون نے حسب ایما کشتی قریب بارہ دری لگائی بہار ارم
بجرے سے اُتر کے پیش قدمی کر کے جھانکی خالی پا کے بولی اسمین تو کوئی بھی نہین سنسان پڑا ہی گو سامان بڑا ہی
اجی آؤ بی نزدیک نجاؤ دور کی خدا جانے کیا بات ہی خانۂ طلسمات ہی وہ بھیانک بولی اوئی کیون اتنا
خوف کھاتی ہی ڈر کیا ہی دیکھین تو اندر کیا ہی تو آکہ نہ آبندی تو جاتی ہی یہ کہکے اندر چلی مجبور ہو کر یہ بھی
ساتھ ہولی مگر سجک سجک کر بار بار دل مین یہ کہتی تھی کہ خدا خیر کرے آج دل بیڈھب دھڑک رہا ہی
وحشی سا پھڑک رہا ہی سبحان اللہ ایسے مکان رشک جنان کو کیا کہنا جسکی صورت ظاہر کا یہ حال ہو کہ
ایک نظر دیکھنے سے باطن کا دفع ملال ہو اُسکے اندر کی توصیف تو بیرون تحریر و بری از تقریر ہی رائے منیر بلند پرواز
کی پست تاز تاریک تنویر ہی ادھر قدم اُٹھایا اودھر حسرت جہان کے پانون اکھڑ گئے سراپاے خلد برین
نے مرقع چشم مین نقشہ جمایا فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي کا مضمون مدنظر ہوا شوق دید کا دیدۂ
دل مین گھر ہوا جسطرف آنکھ اُٹھائی اکون کی دوہری قطار پائی پروین بلورین کی چمک

ایک نہر کو جھانک بھجک کے بولی بی خدا نے آبرو رکھ لی کہ اس گرداب بلا سے نجات ملی اس نگوڑے مین
ڈوب کے آبرو ڈوبانی تھی صدمۂ مرگ ناگہانی دل پر ہٹا کر سو طرح کی بدنامی اُٹھانی تھی ایک سجک کے بولی
بندی تمام عمر کو تر گئی سیر سے طبیعت گردش زدہ پھر گئی خیر خواہی پر پانی پڑا تھا نیل کا ٹیکا ماتھے چڑھا تھا
ادھر ہاتھ لا دیکھ بدن پانی پانی ہی ابھی تک بے اوسانی ہی چنپی بھر پانی مین ڈوب کر مر جائے پر بے آبرو
ہو کر انسان جان نگنوائے ایسی سیر پر چار حرف ہین تمام زندگانی ایسے پانی مین نہ نہائینگے اگر
گران ظرف ہین دوسری ہاتھ مٹکا کے بولی بس بس کیون ناؤ مین خاک اوڑاتی ہی ہزار ہزار گنگا نہاتی ہی
یہ بھینے قدم جمنا مشکل کیا تھا جیسے عزم دریا سُن لیا تھا آپ ہی تو چھیٹے دے دیکے لائی ہی ناحق بک بک
جان کھائی ہی اُسنے کہا جی بجا پانی مین جسنے ہاتھ مارا اُسی کے مُنھ پر آتا ہی گفتگو سے کیا حاصل
دو گھڑی مین کھلا جاتا ہی اتنے مین اُسی نے کہا ای بی ای بی ذرا ادھر دیکھنا یہ کیا نظر آتا ہی دیکھ دیکھ
جی لہراتا ہی وہ سب کی سب از خود رمیدہ ہوا ادھر نگاہین دوڑانے لگین باہم موجین اُڑانے لگین
وہی ششدر اپنے دوگانہ سے دوچار ہو کر بولی دیکھا اسی سے مجھپر طغیانی ہی معلوم ہوا
تیرا آشنا اسکا بانی ہی یعنی ادھر دیکھو کیا خوب میرے جگت آشنا نے چاہ[1] جتا
باولی مین کوٹھی کو بنایا ہی میرے لیے سو نیزے پانی چڑھایا ہی دیکھا صاحب بہت خوب
بنائیے شیدا کو آب شہرت مین ڈبائیے اسمین بیچارہ سوتا ہی بے تیرے چشمون سے
دریا روتا ہی آری احسان نہ مانیگی میرا پیرا مبارک ہوا کہ تیرا آشنا مدت کا ڈوبا ترا تو نے تو اس
رسیلے کی جستجو مین ڈامان ڈول ہو کر کنوون بانس ڈلوائے تھے چاہ کے جوش مین کیا کیا
ولولے جتائے تھے وہ کھپ کے بولی جا اٹک جا تجھی کو یہ زیبا ہی یہ تکرار بہار ارم وزیرزادی
کے گوش گزار ہوئی بولی ہین کیا شور مچایا ہی کشتی مین طوفان اُٹھایا ہی انمین سے ایک نے کہا
جی حضور کچھ نہین ایک عجیب بات ہی باولی مین قصر عجائبات ہی پوچھا کہان کہا وہ داہنے
ہاتھ کے سامنے دیکھا کہا راست ہی طرفہ طلسم بے کم و کاست ہی بلکہ نگار ارم نے پوچھا خیر
ہی وہ بولی خیر نخیر مگر عجیب سیر ہی یہ سیر دوست گھبرا کے بول اُٹھی کہان کہان اُسنے کہا وہ سامنے اُس

[1] کنوان ۱۲

کوثر ابر و ریز سلسبیل دم روانی آب روان خجالت سے پانی پانی اٹکھیلیون کی چال موج طوفانی الحاصل
اُس بحر طرحداری شاہین اوج شہریاری کو صید بحری سے نہایت ذوق تھا مچھلی کے شکار سے بہت
شوق تھا بعض اوقات وہ قمر صفات یعنی شہزادی نگار ارم نیکذات جب جرعہ نوشی ایاغ سے فراغ پاتی
تو بہار ارم وزیرزادی کے ساتھ کہ رنج و راحت کی مشیر تھی نہایت شریر تھی سیر دریا کو جاتی لطف صید
اُٹھاتی ایک روز بعادت معہود بساعت نامسعود دونون بجرے پر سوار ہوئین آفت آسمانی بلاے ناگہانی سے
دوچار ہوئین صید کو گئین آپ ہی شکار ہوئین یعنی بجرہ جوار بھاٹے کی لہر سے اپنی حد شہر سے ایک نہر مین کہ
اُس بحر سے ملی تھی چشم عاشق یا ناسور دلی تھی آرہا گرداب بلا مین جا رہا ہر چند ملاحون نے بیداری کو کام
فرمایا پنسوئی کو پیچھے دوڑایا مگر بخت خفتہ نہ جگا اُس سوتے مین وہ بجرہ ہاتھ نہ لگا ناچار مجبور ہوئے سبھون
کے نزدیک دریافت ہوا کہ زندگی سے دور ہوے نالہ کنان گھر کی راہ لی آگے تلاطم آب نے راہ ندی
اب بجرے کے دو فقرے سنیے وہان سے مڑ کر سرخاب وار جانب سبیل اُڑ کر جہان سے وہ چشمہ
سار جاری تھا منبع فیض ایزد باری تھا دم کی دم مین آکر اُس جگہ پر ٹھیکا کھایا بُری گت سے لنگر نے
پاؤن جمایا طال اللہ فیضہ عجب باولی جسکی چاہ سے زلیخا کی روح ڈامان ڈول دیوانی تھی چاہ کنعان
نشانی تھی دل مجنون سے یاد لیلی تھی چمک مین دیوار بہ از رخسار لیلی تھی بیچ مین بارہ دری حسن
کی بھری تماشائی کی بینائی مین تصویر آذری بیاض چشم حور آبداری گرد سنگ مرمر کی چار دیواری مرقع
طور کا طور تھا مقام غور تھا اُس محل پر شیدا نے روح شیدا سنمار نے کمند فکر قصر کی تابش مین ہمچشم
چشمہ مہر حشر کی پانی کے بیچ مین وہ قصر تابان تھا یا چشم پر آب عاشق مین خیال قد جانان تھا در و دیوار
قصر جنت کے آثار ستون سب بلور کے گویا نور کے کوچک کوہ کی اوچائی کرسی ایسی پائی عقل
غلام گردش پر ہی کہ دور غلام گردش کس روش پر ہی اور کمرون کے درجے اس درجے سبک حباب سان
تھے کہ معشوقون کے کمرون کی عنقا کو آشیان تھے جب بجرا وہان پر ٹھہرا تو اُن خشک مغز تر دامنون
کا آب رفتہ جوے تن مین آیا یعنی کشتی نشینان لب زیر یاس نے شیشہ دل و آبگینہ
سینہ سے صہباے شکر کو چھلکا کر شکرستان بلبلہ دہان مین ٹپکایا ترانہ شادیانہ فلک پر پہونچایا

نکتہ ۱

نکتہ ۲

نکتہ ۳

نکتہ ۴

وہ خطہ آباد تھا گرد شہر کے آبادی بیچ مین بازار چوپڑ کا شام اور نور کا تڑکا بالکل پکے مکان کچے بعید از
گمان تمام دن چوک کی گلیون مین خلقت اڑی رہتی تمام رات رنڈیان پری وش جنکی دید سے آدمی کی جان
کیا ایمان پہ بن آئے بیک نگاہ دل دو دل دیکے لینے کے دینے پڑ جائے جگ کی تلاش مین داؤن
گھاٹ سے اپنے کمرون پر سہر ایک کھڑی رہتی عجب رنگ تھا پنجون کے بل چلنا اُن کھلاڑنون کا دیکھکے
سپہر زوباز کے چھکے چھوٹے دنگ تھا اُنکی چال غور کر اپنی رفتار فراموش کرتا اُلٹے پاسے پلٹ کے
یعنی گردش سے تھم کے اُنکا تماشا بصد جوش کرتا شب بھر گھر گھر جلسے رہتے سب خانہ دار
اپنے اپنے محل سے رہتے پو پھٹتے عجب کھیل غریب تماشے نظر آتے بدبین اوچھے کامنے
دیکھکے جل جاتے المختصر وہ صاحب افسر بجاے پسر ایک دختر رکھتا تھا برج عصمت مین تابندہ
اختر رکھتا تھا اگر اُس بحر حسن کی صفت نقد تحریر کرے تو خامہ بلبلون کی طرح اُس
حباب چشمۂ آفتاب کی یاد مین نالے بجاے سفیر صریر کرے دوات مثل دیدہ پُر نم منھ مین پانی بھر لائے
چشمون سے طرفۃ العین مین ندی بہائے چہرے کو مہچہرہ مہتاب یا مہچشم چشمۂ آفتاب کہون تو ڈرتا
ہون کہ بے آبرو نہون ناگن زلف کو مار آبی کہون تو مار ہمسری کا دم مار کے طبیعت کی لہر سے موج
مین آکے بل کی لے آبرو کو تمشیر کی ہمشیر کہون تو شمشیر اپنے بخت کج کو قبضے مین پا کے درمیان مین
گھاٹ کرے اُسپر ڈھال کر نوک کی یہ بے بل کی لے کاٹ کرے بینی کی ماہیت سے کما ہی آگاہی نہین
مگر کم از ماہی چشمہ مہر نا متناہی نہین لب موج کوثر یا سلسبیل دانت قطرات آب حیات یا عکس ثوابت میان چشمۂ ندرت
ب سلسبیل دہن رخ روشن مین لاجواب گویا تصویر غنچہ نیلوفر درون آب آئینہ پرتاب یا عقدۂ اختر عاشق ورد ج جوہر
آفتاب آبرو قربان گوش و ساغر چشم ایسے ہین کہ دیکھے نہ سنے ہین دو کشتیون مین چند کانٹے انگریزی پے
دل دوزی و دقیقہ دو شیشے شراب کے چنے ہین سینہ دستان کے اوصاف صاف صاف سے بندہ نا محرم ہے
بند بند لکھنا کیا کم ہے دم تسطیر اسکی پردہ دری سے لکھنے والے کو حجاب آتا ہے چشمۂ نور مین نظر حسنت حباب
آتا ہے شکم و ناف خلاف اوصاف نہین صاف صاف ہے حوض کوثر کے بیچ مین بصور گرد آب شفاف
ہر جسم پہ تاب مین کر نایاب جیسے چشمۂ خورشید مین قطرۂ آب نہ انو آبداری کی سبیل غیرت وہ

قطب نیّر اقبال کی چمک سے تا ایندم ساکت ہو یا ذوالسیاکہ ہنگام گہر افشانی ابر نیسان عرق انفعال سے
پانی پانی ہوتا چہرہ سفید صورت بدلی نظر آتی اشک حسرت سے مُنہ دھوتا وقت عتاب جگر مریخ بخوف
قوی خون ہوتا ہلال کو بسکہ تیغ غضب کی دہشت کمال تھی عریان دیکھکر سر نگون مثل نون ہوتا خورشید
با نیزہ شعاع فوج کا علمدار صدہا بادشاہ فلک بارگاہ خراج گذار نام نامی اسم گرامی اُس فریدون تخت کا سکندر
تھا کوہ وقاران بادیہ دہر پر اُس نرم دل کا رعب سخت تھا نام کی یہ صولت اگر دارا سے بخار ا
سُن پائے لرزہ آئے ہجوم دربار کا وہ حال کہ سوائے ایکبار کے شاہ سمرقند و تاتار مکرر نہ بات کہنے کی با
پائے وقت مجرا پشت کو زہ کرنے کی جگہ نہ شہریار قندھار پائے لشکر بیحد و مر جسکی انتہا حیطۂ شمار سے
باہر اگر ایک صف کی صفت تحریر کروں تھوڑے عرصہ مین میدان قلم کیفیت جنگاہ دکھائے نامرد
کندۂ ناتراشیدہ دن کی وضع پر صفحۂ قرطاس سے منھ پھیرے پانوں اٹھائے دشت پیما تھرائے جب وہ شاہ دیجاہ بعد
فرزین اسپ پہ قدم رکھتا عدو کی توکیا بساط تھی پیل فلک و فرزین سپہر کا پتا عربدہ سازی دغابازی بھولکر
دم پھولکر قدم بھر چلنے سے ہانپتا کبھی کسی ہمسر نے نہ سر در آزمائی کیا تو شہسواران جہان نے فرق صرف
جبہہ سائی کیا اور جو کسی نے شیطان علیہ اللعن کی شہ سے رخ سوی صف آرائی کیا تو شطرنج مین پڑا
ایک پیادے کے ہاتھ سے ایسے مقامات پر زچ ہوا کہ دست بردنہ لیجا سکا شعلۂ صمصام تیز برق خیز سے
کشور آباد ہستی کی بستی جلکر انکشت ہوئی زیر و زبر بالین خشت ہوئی حکم نادری اُس صاحب تاج کا ایسا کہ کوئی
فرد بشر جان بوجھکر چوربد قماش کا نام نہ لیتا اور اگر اجمالاً جان پر کھیل کر کوئی زبان پر لاتا تو فوراً شمشیر
سیاست سے مثل خیار تر تراشا جاتا چار وزیر چھتیس امیر صدہا غلام آفتاب چہرہ نازک اندام متعد
بجان نثاری دفد متگذاری خزانہ کی یہ کثرت کہ بار زر سرخ و سفید سے گاؤ زمین کا سر نہ ہلا کلیجہ دہلا
خرچ روزمرہ کا وہ حساب کہ قارون کا گنج ایفائے صرف نکرتا کم پڑتا اُسکی عہد فرحت عہد مین کسی
دل پر نقش غم کا رنگ نہ جمتا چرخ اخضر غنچہ جگر کا دل سوخت ہوتا کوفت ہوتا محفل عیش اوراق جلیش کی
ابتری مین سر دست چنگ نہ جمتا اوناد اعلا عشرت سے ہم آغوش عسرت سے بعید تھا ہر شب شب برات
ہر روز روز عید تھا بسکہ عدل و داد کا بلاوہ جسپر دہ دہا تھا اُنکے تیلی سایہ نور سر و مان پر بزیادہ سے معمور

زعفرمہ ریزی خامۂ دوزبان کی شان انگیزی آغاز داستان شادی وغم قوامان کی عاشق ہونا نگارارم شاہزادی مصر زلیخا کیش کا تصویر نگار عالم شاہزادہ ہندیوسف نقش پر اور عارض ہونا ہزار ہزار آزار کا اوس گل بلبل روش پر

طلسم حیرت افزا نقش نقش سحر خوانی ہی + پے تسخیر ہر دل موہنی کی یہ نشانی ہی + عجب شکر فشان مضمون ہی جسکو کوہ کن شیون + وہان گور سے کہتا ہی کیا شیرین کہانی ہی + نثاران جادو تحریر و شیرین زبانان نبات تقریر بنشکر خامہ کو بہ آبیاری دست نادر نگار کہ ہر پور صنعت کرنگار کا نمونہ ہی صناعی مین یدبیضا سے دونا ہی کشت زار قرطاس پر اس داستان نورس کی گرہ کشائی مین یون کشت دیتے ہین کہ سر زمین عرب مین جو شہر مصر ہی دو چار بلاد آباد کا کچھ حساب نہین کرورون کا ذکر ہی کہ سب مین لاثانی ہی کتابون مین رسم ہی ہندسے اور جہان تک آبادی کی نشانی ہی یہ خطہ معموری مین فرد ہی حسن مین پرستان گرد ہی اس شہر کا ادنی احسین بے کسر علی و سر و قد مہوشان چگل جبین ہی سیاق غمزہ کا مشتاق شوشۂ نور کا اطلاق ضرب المثل حوران علیین ہی جبر و مقابلہ ماہ و پروین کو ہر زہرہ جبین کا ہی تتمہ حسن یوسف نمونہ خلد نہین کا ہی صباحت و ملاحت کی ندی اسی نور کے سوتے سے بہی ہی جسکا بخت بیدار طالع یار ہو جاتا ہی آب ہوا اسکی کھاتا ہی شوریدہ سری اپنے سر سہی ہی جمیع لعبتان سنگدل ستم شعار تفریق دار اسی سرزمین کے پہاڑون سے تراش کے اطراف اقلیم مین تقسیم ہوتے ہین خود نمائی اوضاع معشوقانہ بے سر و پائی اطوار عاشقانہ بلا خرچ دمڑی اور دوام صبح و شام وہین تعلیم ہوتے ہین کسی وقت مین وہان کا فرمان روا کیوان لوانشان عدل کا باقی رکھنے والا حرف ظلم بیاض لیل و نہار سے مٹانے والا سپہر سریر عطارد دبیر قمر وزیر والا تدبیر تھا بعدیل و نظیر تھا اسکی عدل و داد سے چرخ جور پیشہ بیداد نکر سکتا چکر آتا سنگ آستان سے سر ٹکراتا وہ عظمت و شان تھی کہ آج تک ماہ و مہر پر وشن اور سیارون پر ثابت ہی

عامل کامل نکتہ سنج ہین میزان کونین مین یہ صاحب کشف زبدۂ پنج گنج ہین یون تو بالکل یہ سرزمین کان
ادراک ہی مگر یہ فقیہ اس خطہ کی ناک ہی الٰہی جبتک دور دوار ورق گردان بیاض لیل و نہار رہے
یہ مخزن علوم برقرار بالاقتدار رہے آمین آمین یارب العالمین مؤلف سرفسانہ بمدحت ازان کنم
ترقیم + کہ تاج شان و شکوہ است فرق را دیہیم ؎

خیال خواہش دلی مین دونا خلجان ہوا متوحش سا کچھ دنون سرگردان رہا بخوف تحمیق کسی رفیق و شفیق سے
یہ ماجراے غریب نہ کہا ایک دن ایک بزرگ کی خدمت مین کہ مصدر صفات انکی ذات ہی حاضر ہوکر یہ واقعۂ
حیرت پر و تذکرۂ گزارش کیا انھون نے فرمایا یہ کوئی امر خلاف عقل نہین بیشتر ایسے واقعات واقع ہوتے
ہین اصل ہی گمان فضل نہین یہ فرماکر اکثر حکایت عجیب سنائی نکات یقین خاطر نشین فرمائی اور کہا یہ
خواجہ صاحب نے تیری کوئی تمنا کے مکنون خاطر کی خبر دی ہوگی غور کر سوا اسکے کچھ نہ گمان اور کر اُس
ہادی کی رہنمائی سے دھیان آیا کہ اور تو کچھ نہین تیرے دل مین افسانہ کی آرزوے مقبولیت مضمر تھی
کیا عجب اُسکی یہ خبر ہو اسی پردے مین خداے بصیر و خبیر مکنونات مجیب الدعوات کی تجپر نظر رحمت گستر ہو
اس خطرہ سے خاطر خطیر پر خطر گونہ راہ پر آئی شاہراہ منزل مقصود کی سوجھی دور کی سمائی اُسی وقت سے
بعنایت ایزدی طبیعت نے وقتاً فوقتاً ایسی قوت پائی کہ تھوڑے عرصہ مین کہانی کہ سنائی بسکہ عالم تحیر
مین اسکا انصرام ہوا اسلیے طلسم حیرت افسانہ کا نام ہوا امید کہ شائقین نازک فہم ذہین اس جملہ معترضہ کو
شوشہ شاعری نہ تصور فرمائین بلکہ بصدق دل یقین لائین کہ کمترین نے صحیح صحیح گزارش کیا ہی غلط بیانی کو
سر مو بھی دخل نہین دیا ہی قطعہ عرفی کسے گمان نبرد کز براے زینت شعر ٭ بر اصل خواب فزودم کہ نیست
این منظور ٭ لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم ٭ چنانکہ لفظ عصا گفتہ موسیٰ اندر طور ٭ اور اُن صاحبون کی خدمت
مین دست بستہ عرض ہی نکتہ چینی جنکی ملت مین سنت و فرض ہی کہ جو صاحب اسکا مطالعہ مد نظر فرمائین بنظر
چشم پوشی پیش آئین عیب چھپائین اور جو محاورہ مین غلطی خوگیر کی بھرتی یا اور کوئی مقام گرفت پائین عاجز
کی وجہ ممنونی سمجھ بے کھٹکے پکڑین کاٹ کے بنائین گو جواز عیب جوئی کسی مذہب مین دید و شنید نہین
مگر ملت مسلمانی کے دشمنون سے کچھ بعید نہین باریک بینی امر محال ہی زبان حال کا یہ حال ہی سمجھ بوجھ خاک
پتھر نہین پر یہ تلاش ہی ہو عیب کہین نہ سمجھے تو واہ واہ کی وگرنہ قبح پر نگاہ کی اور راقم تو عذر لیاقت پیشتر ہی
پیش کر چکا ہی بار انکار سر پر دھر چکا ہی یون زبردست کی رضا سر پر ہی زیر دست بے پر ہی خواہ مخواہ کوئی صاحب
خاک اڑائین بگڑ کر بنائین وگرنہ ای مہربان اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبٌ مِنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْیَانِ جناب کرامت مآب
جنید زمان شبلی دوران ولی ابن ولی مولانا مرشدنا مولوی محمد تقی علی صاحب دام اللہ برکاتہ عالم باعمل

مانند نوشتۂ تقدیر مین ہنوز ایک ہی کتاب مطالعہ مین آئی تھی کہ سحر ہوگئی صبح کو خواب کی کیفیت اُسی
دوست کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کی اُس غرقۂ آشنا نے اپنے مطلب کی تعبیر فرمائی تحریر فسانہ کی ترغیب
دلائی ناچار تا بعد ارتے اُسی وقت کمر ہمت درست دل مین باندھی فسانے کے بارہ مین
دوبارہ عرض پیرا ہوا کہ بیا کہان سے لاؤن جو حضرت کو سناؤن انھون نے فرمایا حکایت آنور شاہ
کوکب ہند کی کہ سرور نے شگوفۂ محبت مین مجمل بیان کی ہے جسکی انشا پردازی کی تمنا لکھی ہے اسے
تو مفصل تحریر کر بات ٹالنے کی نہ تقریر کر مین نے کہا ماشاء اللہ آپ جان بوجھکے بدنام کرتے ہین حق دوستی
ناحق تمام کرتے ہین بھلا تصنیف جناب سرور رونق انجمن اور تالیف فخر الدین محمد سخن کے سامنے کہ یہ
بہرہ دُر دریا کو کوزہ مین بند کرتے ہین نکات مشکل پسند کرتے ہین میری تحریر کیا فروغ پائیگی خلق خدا مفت
بیوقوف بنائیگی انھون نے فرمایا نادان خدا کسی کی مشقت رائگان نہین کرتا تیرے بھی کلام مین مزا عطا کریگا
کسی بات کا لطف بھر دیگا اس بات سے دل مین ذوق کی ایک چوٹ سی لگی بشوق تمام صبح و شام لکھنے
مین مشغول ہوا جد و جہد مین شمول یہ دل ملول ہوا از بسکہ طبیعت وحشت اثر ہے کثرت تخیلات ہجوم مکروہات
سے دفعۃً قلب یاسیت ہوکے طبیعت مست ہوگئی نہ لکھنے پر غیرت چست ہوگئی دست در آستین
ہوکے بیٹھ رہا پھر لکھنے کو جی نہ چاہا ایک مدت یون ہی تمام ہوئی کُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا
اختتام گردش ایام ہوئی اتفاقاً ایکدن تذکرہ نجم مین استعارہ تلمیحی آیہ کریمہ اِنِّیْ رَاَیْتُ الخ لکھتا تھا
کہ ایک بارگی ایک روشنی نہایت سفید و شفاف جیسے ستارون کے ٹوٹنے مین ہوتی ہے ہر طرف شائع ہوگئی
باوجود نصف النہار چمک خورشید کی مثل انوار سما و سہیل اُس مقام سے ٹوٹی گویا دھوگئی اور دیوار و
در بلکہ وہ سارا گھر منور ہوکر ہلنے لگا مارے دہشت کے دل وحشی دہلنے لگا خیال آیا شاید مجھسے کوئی
بے ادبی بوجہ جہالت سرزد ہوئی جس سے یہ حالت سرزد ہوئی ہیبت مین آکاغذ و قلم رکھدیا فرط
تحیر سے حیرت کا پتلا بن گیا دل مین اور ہی اندیشہ ٹھن گیا بعد لمحہ کے جب سر ہوش پر آیا لسان الغیب
جناب خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ کے دیوان مین بطور فال تفتیش حال کی یہ معاً بر آیا ؎ حالا چو نمیشود مہیا ✦ کام دل خویش از تو گلفام ✦ آن بہ کہ صبر پیش تا بم ✦ باشد کہ مراد دل بیابم ✦ اسکے دیکھنے سے زیادہ خفقان ہوا

اُن کا بلی گھا گھرون کی مار کھاؤن تب مقرر اس صحرائے پُرخطر مین پہارون برہنہ پا موزون سے جدا اس
وادی پُرخار مین قدم اُتارون دگرنہ ای مہربان یہ باہی کی کمینی ہی کہ کسنے صاحب جوہرون کی صحبت سے
رگڑ جھگڑ کوئی بات لیاقت کی دریافت کرکے ذہن کی اُتارے یعنی فرودگاہ مین لاکے اس نرخرفات
مین بنا ہون جیساکہ یار عیار خلیق و متین حسین دوزبین ظرافت پیما جگت آشنا منشی محمد اکرام علی خان صاحب
حسرت نے جسکے نام جلادت نشان کو اگر ادب اسم شیخ خدا لمانع ہو تو بہری جری بیندہ سکے آہوے
نظر کو فطانت فرما اس کے اوسر مین دبوچے اور ذکر ظرافت جو تحریر کردن نام قوت نامیہ پختہ کاغذ خضران زار
نظر آئے تماشائی ہنستے ہنستے لوٹ جاؤ اگلستان بخیزان کو گلشن کشمیر سوچے ایک بازین شعر کے بارے مین اس حریص
الفت کو عجب تردد مین ڈال دیا حد پیمائش سے زیادہ ہلچل کیا یعنی ایک مرتبہ چند اشعار کچھ تیز کچھ کند نے
محب ہمنشین کی خدمت مین پیش کیے گو بیاول دبیل کے حق مین کانٹے بوئے دشمنی بحال فرمائش کی کہ اہل
دوربین امانت کمیشن نے وولعت سراز پیمانہ دل سے جھاکا کر باریکی سخن کی درآکر فرمایا کہ آورد ہی مضمون کی
تیزی سے ذہن فہم ہی فنون کی ہمنے بخوبی جانچ لی نہایت مسرت ہوئی لیکن یہ خوش ہو کہ یہ ایک کچھ
دوکار تکلیف کا کم پاس کرکے تھوڑی سی نشر مثل نقشہ یادداشت برعکس غبار صفحہ اوراق اس گوہر بار پھینچے تو
غالب ہی تختہ مسطحہ وہر پرکشت وار سرسبز و تر رہے بے کھیوٹ تیرے نام کی ناؤ پہ ہنر بار ہر دو ستدار کو
یادگار وہ کتاب رہے کتاب کے نام سے ہم لوگون کے نشان کا چھنڈا حشر تک قائم مثل پرچم آفتاب سے
اس پایہ زنجیر گٹھون بارغم کے سنبھلے نقطہ دار پرکار اسیر نے یہ کڑی سنکے واجب العرض سمجھ عرض
کیا کہ ای برادر خس راچہ یارا کہ از دریا کند کنارہ آپ سے ڈانڈا مینڈھی کا مجھے کب یارا ہی جو کچھ فرمائے بسر و چشم
گوارا ہی کچھ دن یون ہی آرے بلے مین ٹلے ایک شب بعد نماز تریہ تخفیف جانماز پر پڑا سو رہا تھا کہ دفعتہ عجب
ہوئی خواب مین ایک بزرگ کی زیارت سے مشرف ہوا حصول شرف ہوا اُس قطب جمع رمان غوث زمان کی
سواری کا اہتمام خدام کا اژدہام اگر غلام تحریر کرے تو حرف مطلب ناتمام رہجاے اغماض کام رہجاے
خلاصہ یہ کہ اُس صاحب احترام کو مین نے دوڑ کر سلام کیا اُسنے مجھ ناکام کو بہچان کر دو کتابین مرحمت
فرمائین وقت سماعت عجب کیفیتین نظر آئین دیکھا تو یک مین بخط باریک ترسطر یا لفظ المکرر تحریر چین کنجان

بنا جو کرتے تھے لیل و نہار شطرنجی ✤ یہ دیکھ کیونکہ نہ الجھے بخانۂ تن جی ✤ ظہور حشر نہو کیونکہ کلچڑی گنجی ✤
حضور بلبل بستان کرے نوا سنجی ✤ حضرت سلامت اپنے منھ آپ کو میان مٹھو بنانا بالکل الو بننا ہی از راہ
نصیحت کہتا ہون جرعہ نوشی مین اس جام درد آلام سے باز رہے طائر قفس سے بصد ولا کہے اپنی
گردن کو کبر کے پھندے سے کہ دام شیطان جعلساز دغاباز کا ہی پھٹکی رکھے کمند فروتنی مین اٹکی رکھے
جسمین خفت کمپاے دانا ہو تو اس فریب کی ٹٹی کے قریب نہ آئے مصرعہ مراد ما نصیحت بود گفتیم
سامعین اوج تمکین اور ناظرین پربین کی خدمت مین عرض ہی کہ ان عقود پر جوہرون کی گرہ باز
کرنی اور نکتہ چینی مین ایک یلخی کی گولی دے پڑی ہی لیکن بقول شیخ سعدی شیرازی شعر
ترسم نرسی بکعبہ ای اعرابی ✤ این رہ کہ تو میروی بہ ترکستان ست ✤ اپنی کبڑی منزل کاٹنی پڑی ہی یعنی موجب
تحریر اس پریشان تقریر کا لکھنا منظور ہی وقوع واقعات عرض کرنا ضرور ہی الا یہ بھڑکتا ہون کہ مبادا
اس بات سے دانا بدلین اورون کی طرح ہاتھ مجھپر بھی جھاڑین یا کوئی صاحب تند خو کسیکی بھڑی
یا شہپر آکر اس پراگندہ خاطر کو ریختہ پر گردان کر دل لگی بازی جان کر لقون کی ٹکلی مہ لقون کی محفل مین جن
دھومون سے نامبردہ گلی نے مگس کو ہما کے ساتھ ہمسری دیکے زبان لال بند کو کھول کے لیاقت
کے پرزے اڑائے ہین بلند پروازی نے ذہن کے حوصلے دکھائے ہین اس نحیف بازو پر بھی طبع
آزمائین عذر معذرت خیال مین نہ لائین لہذا ندائی حفظ ما تقدم کرتا ہی کہ جو تازہ مضمون یہ عاصی
عرض کرے اوسے تاویل شاعرانہ نہ تصور فرمائین کس لیے یہ ناقابل اس قابلیت کے قابل نہین
قابلون کے غلامون کے قابل نہین ہان اگر سخنوران تبختر طبع کا مرز بوم خوش باشون کا ہجوم چھوڑ کر چھوڑے
لٹورون کی صحبت مینا زاغون کی نشست مین جہان لف و نشر ترتیب کے پردے مین ہنسل کھیل جانتے
ہین والا گہرون کی آبرو مثل موتی چوسکر جانتے ہین تیلی تنبولیون سے بہتر جانتے ہین خرس در کوہ بوعلی سینا
ملوکا سنی کا میل جانتے ہین بتوفیق رب غفور جوگیون کا بھیس کرکے یا ہو یا علی مدد کہتا بموجب مثل مشہور
اتنی دور مسافت دراز بعد آفت جان گداز مجبور طی کرکے زرچہ جان کا ضرر کرکے ایک آدھ ہڈی گدڑی
کو صبر کرکے پٹھون کی بٹس مین چیخ چلا جی پر کھیل کے ساری کڑیان جھیل کے جاؤن

سخن ساز کا پردۂ راز در پردہ اس قانون سے باز کرون کہ ایک دفعہ کے مطالعہ مین دامن ملال ارباب نشاط
کا چنگ شادی سے تار تار ہو جائے دور بین کو حرف مطلب آئینہ دار نظر آئے بالکل صاف صاف کہہ نہین سکتا
سکتا خلاف کہہ نہین سکتا کہ اسمین مد مقابل کی قلعی کھلتی ہی معیوب ہی بند بند لکھنا خوب ہی راقم اسیر تشویش ہی دست
تحیر در ریش ہی کہ جن حضور نے سرور پر طعن تشنیع مین ذہن کند کی تیزی دکھائی ہی انکو کیا سمائی ہی صاحب من
جب آپ کے ہموطن پر اس غضب کا فقرہ جھونکا کہ آپ سے ہوا خواہون نے جھونکا کھایا یہ برا دن پیش
آیا شیخی برباد کر دی بادی ظرافت کی طبیعت شاد کر دی پھر آپ کے مقدمے مین تو کچھ سخن نہین گو
بندہ انپر طعنہ زن نہین پر غالب یون ہی کہ اگر حضرت کے اوستاد طنز کرتے تو نیز جوہر شمشیر زبانی
کو اختر تاثیر بناتے گو کہ آپ کے نزدیک برج اسد پر ہی اپنی حد پر ہی گاو زمین دکھا دیتا آہو گیری کا
مزا چکھا دیتا مگر جائے شگفت ہی کہنے والون کو مقام گفت ہی کہ استاد فصاحت بنیاد بلبل
ہزار داستان طوطی ہندوستان نے گلزار سرور پر باغ باغ ہو کر وہ رنگین تقریظ فرمائی کہ باغ و بہار
پر خزان آئی پھر حضور نے کیا سمجھ کے کلام سرور مین شاخ نکالی نکتہ چینی کی نظر سے آنکھ ڈالی چرخ حقہ باز نے
تازہ گل کھلایا کلی ہی وہ تھا آج یہ ماجرا نظر آیا کہ گڑ گڑ ہی رہے چیلے شکر ہو گئے شاگرد استادی کا دم بھرنے
لگے اپنی تحریر پر مرنے لگے یہ لیاقت اور سرور پر زبان طعن دراز مثل مشہور یہ منھ اور نواب کا زیر انداز
ابھی کچھ کہون تو پیچ در پیچ ہو کر کڑکیے جھول جھال چھوڑ کر لکھنؤ سے سٹکیے اور نہین چونکہ آج کل آپ کی طلاقت
کا پنجرا کھلا ہی لیاقت کا ڈربا کھلا ہی فقرہ کا سقم تحریر ٹاپا جائے قرینہ لڑایا جائے پر بیضہ سے پائے اپنا سر
کھائے ای صاحب ابھی آپ انڈے کے ملوک ہین دو ہی دن گذرے ہونگے کہ دولتخانہ سے قدم خاکی فرمائے
گلزار لکھنؤ کی بلبل دیکھکر عقل کے طوطے اڑائے ہمصفیرون کے الحان متروک ہین یہان کی زبان
مین لنبی چوڑے ہانکے بے کریز کھائے پر کٹی اڑانے کو سر بگریبان پیشانی میانی سے آشنا اپنی دوخانی
کھڑکی جھانکی غالباً اگر چندے یہان اڈا آپ کا اور رہا ہمصفیر بریز بریز بولینگے آپ ایسا تیز بولینگے
پر اتنا سمجھیے شعر کلاغے تگ کبک را گوش کرد ٭ تگ خویشتن ہم فراموش کرد ٭ اس مقام پر
یہ خمسۂ جرأت حسب البیان ہی خوب چسپان ہی جرأت اب انکو دے شفق چرخ شال نارنجی ٭

بہ شیون شاگرد نظم ناظم قلمرو سخنوری ملک الشعرا مثال سعدی و انوری عامل زمین اشعار آشنائے تقطیع
بحار واقف رموز شعر گوئی و مضمون بندی کاشف عقود سخن فہمی و مشکل پسندی شعرا کے فوق مولوی
محمد محی الدین خان صاحب ذوق شاگرد رشید مخترع طرز شعر خوانی آغا نوازش حسین خان صاحب
عرف مرزا خانی تخلص نوازش کا ہی جنکے اشعار شکر بار مین اگر کوئی احیاناً تخلص طوطی ہند تحریر کرے تو مثل بلبل تصویر
نقشہ پیدا ہو ہزار ہزار شیدا ہو بلکہ اصل یہ ہی اصل ہو جائے جان پڑ جائے صفیر کرے مضمون بندی مین شعر فارسی
ہندی کا ڈھنگ ہی جسکی تلاش طرز مین ردیف و ہمسر کے ادہم فکر کا قافیہ تنگ ہی دوسرا شاعر کیسا ہی طباع
ہو ٹاپ کر مر جائے ایسا مضمون ہاتھ نہ آئے بحر علم عروض کے شناور ہین وافر تمیز بہت زبان آور ہین جس
رکیک القط نے انکے کلام بلاغت نظام پر حرف گیری کی منھ کی کھائی نوبت سر بگریبان آئی خفیف ہوا
حواس خمسہ سالم نرہے ندامت مستزاد سے ردیف ہوا اور نثر مین یہ عاجز نثار سحر گفتار آتش زبان ناسخ نثر
اوستادان ذی شعور نزدیک و در مرزا رجب علی بیگ صاحب سرور مرحوم مغفور سے تلمذ رکھتا ہی سبحان اللہ
دبیر نظیر فہمیدہ خلیق شفیق سنجیدہ گرم و سرد زمانہ دیدہ بسان عزلت گزینان برگزیدہ کسی کا مونس نہ انیس تھا
مگر ملاقات کا مشتاق ہو کر اگر بد اندیش بھی جاتا اس انس سے پیش آتا گویا برسون کا جلیس تھا اور قطع نظر
اس سے اس وزیر ملک الشعرا کا یہ دستور تھا جس فقیر کو بحالت زار دیکھا فرط قلق سے بیخود ہوا چشم اشکبار دیکھا بسکہ
رحیم مزاج تھا بحر سخاوت سینہ مین اس مستوجب نعیم کے جوش مارتا ضبط نہو سکتا خوان و کشتی کے گھاٹ
اتارتا باینہمہ کہ گردش سپہر بے مہر و زمانہ پر سحر نشتر زن رگ جان تھا مگر جہان تک کہ امکان تھا دیتا اسکا محسن ہوتا اور جوہر
معجز کلامی کے تو کیا لکھون کہان میرے دست و بازو مین طاقت ہی گو الطاف ایزد سے زبان قلم مین
طلاقت ہی الا اگر فقیر یہ دعوی کرے بالکل خطا ہی کہ درگاہ عالم ایجاد سے اوس موجد فصاحت کو تیغ زبان اور
جلال بادشاہان عطا ہی مؤلف دو عالم کی دو ورقی پر جو حرف مدح جا پائے ۔ بیاض صبح کی یہ
روشنائی صاف اڑ جائے ۔ میدان صفت بہت طول ہی کیا عرض کرون اسکے طی کرنے کو عرصہ
درکار ہی مد نظر اختصار ہی کہ تھوڑا زمانہ ماضی و مستقبل کا حال لکھنا ضرور ہی نیا مذکور ہی لیکن یہی خیال
دامن گیر حال ہوتا ہی کہ سامعین کی سمع خراشی نہو نکتہ چین حرف کا متلاشی نہو تو البتہ ایک

کند این عقل نادانی اغثنی غوث جیلانی

توئی کان آب را از چاہ یثرب پیش بگرفتی — توئی کز فرط رحمت خویش روح ریش بگرفتی
توئی کو دست ملکوتی ز روے طیش بگرفتی — توئی قدم شفیع ما بدوش خویش بگرفتی

توئی محبوب سبحانی اغثنی غوث جیلانی

بجان آوردہ نفس ما شہا بہر خدا مددے — خرابم کردہ بخت ما برائے مرتضیٰ مددے
بقعر افگندہ ہوش ما بہ آل مصطفیٰ مددے — پئے خیر النسا مددے برائے فاطما مددے

کند بے تو کہ درمانی اغثنی غوث جیلانی

کسے با زر سرے دارد کسے گوہر ہمی بارد — کسے بر حسن دل دارد کسی الفت ہمی کارد
کسے گریان کسے خندان کسے با عیش بگذارد — کسے درد غذغہ درماند این دارد نہ آن دارد

مرا با تست یکجانی اغثنی غوث جیلانی

تو درمانی منم دردے تو گردونی منم گردے — تو خورشیدی منم بردی ولیکن از دم سردی
ہمی گویم بصد دردی خدایم اینچنین کردی — کہ در پیش و پس مردی نگویم از کسے مردی

ہمین خواہم ز سبحانی اغثنی غوث جیلانی

دران وقتیکہ مرغ جان کند پرواز سوے آن — بخوانم خرم و خندان کہ اشہد ان با ایمان
رسیدم اندر این کان کہ ہم سود ست و ہم نقصان — خداوندا چنان گردان کہ گویم از لب القان

شدم کشتی طوفانی اغثنی غوث جیلانی

کشد تا کے بلا شیون خدا را سایۂ افگن — کہ گردد دامنت ما من پذیرد زیر او مسکن
رہد از کسل جسم و تن نہد زیر قدم گردن — کند با این و آن من ز سوز خویشتن روشن

ہمین کاندر پریشانی اغثنی غوث جیلانی

مذکور بچند سطور راقم داستان ژولیدہ بیان

یہ مبتلائے رنج و محن و کفش بردار ارباب سخن ہیچمدان پنبہ دہن متوقع عنایات لم یزلی محمد جعفر علی متخلص

بگامی رود بطبع شرنگ لیکن کیون نہوع زہے شاہ مرکب زہے شہسوار جیسا یہ ساز و سامان و بسا مدہ شاہ شاہان افسوس جز کمی اختر کیا تصور کرون اور کیا کہون کہ ایسے آفتاب عالمتاب کے سایۂ مہر مین رہکر بہ نفس کی زیادتی سہون محروم و ناکام دوڑتا دھوپتا در در بھٹکتا پھرون دشمن ایمان کی آنکھ مین کھٹکتا پھرون

ای وصی رسول خذ بیدی + چند باشم ملول خذ بیدی + اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ بِعَدَدِ مَا فِيْ جَمِيْعِ الْقُرْاٰنِ حَرْفًا حَرْفًا وَّبِعَدَدِ كُلِّ حَرْفٍ اَلْفًا اَلْفًا

عرض حاجت بدرگاہ رب العزت باستعانت جناب محبوب سبحانی حضرت شیخ الشیوخ غوث الثقلین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ و برکاتہ

اسیرم در پریشانی اغثنی غوث جیلانی
شدہ غم را فراوانی اغثنی غوث جیلانی
سبک کردم گران جانی اغثنی غوث جیلانی
بشد مشکل در آسانی اغثنی غوث جیلانی
مریضم مالو درمانی اغثنی غوث جیلانی

ز دست غم در آزارم دریغا آوخ و دردا
بدام غم گرفتارم دریغا آوخ و دردا
مقدر کردہ ناچارم دریغا آوخ و دردا
بعشقت آہ بیمارم دریغا آوخ و دردا
اسیرم من بحرمانی اغثنی غوث جیلانی

ز طعن خویش و بیگانہ ندامت می کشم ہر دم
ز دست این سیہ بختی چہ شامت می کشم ہر دم
برای نام در ننگم ملامت می کشم ہر دم
ز تیر طنز و تشنیعات ضربت می کشم ہر دم
مشبک شد دل جانی اغثنی غوث جیلانی

بدام نفس امارہ گلو دارم گلو دارم
بقید حرص ناکارہ در آزارم در آزارم
پی زر خوار و آوارہ در افکارم در افکارم
بزندان تن خارہ گرفتارم گرفتارم
فشردم نفس شہوانی اغثنی غوث جیلانی

غیاثا مستغیثا را توئی غوثی ز سوی حق
کنونم گردنم برہان ز پیچ زق زق و بق بق
چنان در غفلتم شاہا نمی یاد آرمش مطلق
کہ چون ثابت قدم مانم زمین روزیکہ گردد شق

معنی حرف مقطع کا خدا ہی ہے خبیر

حافظہ نے ترے حفاظ کو مارا شیون
ختم قرآن کیا اس بحر مین سارا شیون

پانی پانی ہے جگر قلب ہے پارا شیون
واہ دریا کو ہے کوزے مین اتارا شیون

پڑھین اس بحر مین کہدو مجریہا حافظ
گو فی ان کل نفس لما علیہا حافظ

منقبت اصحاب کرام والا مرتبت رسول انام صلی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

اور جنکی شان مین محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تراہم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا فرمان پروردگار ہے انکی منقبت ہر فرد بشر کو درکار ہے بلکہ یہ نکتہ سبکو معلوم ہے کہ انھین کے اوصاف مین حکم اصحابی کالنجوم ہے ثابت ہے اگر یہ بدر شجاعت بہ تیغ ہلال سیاست جانب ظلمت کفر مائل بروشنگری نہوتے تو ہمسے کور باطن کیوان سیرت بے بدھ زمانہ کے سنیچر دین کے مشتری نہوتے خصوصاً جناب خلافت مآب صدیق صفحۂ صدق وصفا فاروق مجمع تہور امتلا غنی خوان معنی ونیر برج انا مصر علم وعلی بابہ ساقی کوثر شکنندۂ در خیبر بوتراب کرم اللہ وجہہ جنکی یہ ادنا صفت ہے ؎ مشاطۂ ولایتش از زیب گر شود + اعجاز عیسوی کند آرایش صنم گیرد بہر دو دست سر خود اجل زبیم + جائیکہ غمزۂ تو کشد خنجر ستم + تیغ میغ مرگ بارندہ احسان اغصان برگ آرندہ اگر بہ گردن دشمن پھانسنے کو زلف قعر جہنم ہے تو وہ شاہد مراد دوست کو آئینہ رخسار ارم ہے توسن وہ کہ جسے ایک عالم دلدل کہے چمن لطافت کی بوے گل پریشان کن گوش بلبل کہے اگر ایک نکتہ اسکی صفت کا تحریر کرون تو اشہب قلم قدم قدم پر بیدم ہوکر اسکندری کھائے پایۂ باد پا ہوا مین آکر منہ زور ہو دور دمی دکھائے سبحان اللہ دم رفتار اس نسیم بہار دلدل کی پوئی مین فراخی عرصۂ دہر تنگ سرپٹ مین پائے کمیت خیال لنگ کچھ ابلق لیل ونہاری پر موقوف نہین سبزۂ چرخ اخضر نے اکثر سرپٹکا مگر وقت عنان گردش ایک قدم برابر نہ پہونچا مآل کار مثل پیر زال بلا چرخہ رشتۂ دم توڑ کر ایڑن ہوا کا دے لگانا ہمسے دل تنگون کا روندنا بھول کر مبتلاے صد محن ہوا یہ شمۂ اوصاف ہے اگر کند بمثل طی ساحت اضداد طبع شہد

لگ گئی پیٹھ پلنگ سے اسد گردون کی
سات پیڑھی کہین حک جبکہ یہ چرخ دون کی

طائر سدرہ رہا باز تو بڑھکر وہ ہما
استوا سے ہوا فائز بمقام اعلا
قاب قوسین او ادنی کا جو دم تیر آیا
نکتہ ما کذب الفواد بھی مصداق ہوا

ہوا کوا جو ہون منکر تو کرو منہ کا لے
چشم مازاغ بصر مین بھلا شبہہ کیا ہے

تھی شب رونق معراج شہ نیکو ذات
مشکل لوح قرآن چرخ کے سارے طبقات
کہکشان مین مد بسم اللہ کی شان تھی اُس رات
سورۂ فاتحہ تھا اخضر اول بصفات

پوچھو ایمان سے تو تھا مصحف گردون کا وہ رنگ
سورۂ نجم تھا ہر نجم سر ہفت اورنگ

قاضی چرخ پہ تھی سورۂ لقمان کی شان
اور مریخ پہ تھا سورۂ توبہ کا نشان
سورۂ نون و قلم منشی چرخ گردان
لہب و ناس و نسا زہرہ و ہند و کیوان

گیسوے لیل پہ تھا سورۂ واللیل کا نور
سورۂ نور و قمر کا رخ مہ پر تھا ظہور

عزم بالجزم ہوا چرخ کا جب مد نظر
رکھا اقصا مین قدم منبر تشدید کے سر
ہوئین شادی سے صفین صوفیون کی زیر و زبر
مثل اعراب ہوے انبیا سب پیش نظر

یون ہوے کرسی کے اوپر متمکن حضرت
جیسے ہو آیۂ کرسی مین جلوس برکت

ہفت طبقات فلک ختم ہوے زین سرعت
منزل مصحفی ہون حافظے سے جس صورت
بلکہ یون پہونچے وہ برخوان خلوص دعوت
جیسے ملجاے مضاف آگے اضافت کی جہت

لامکان کی کرے کیا ذہن مفسر تفسیر

بخشو وہ جام مجھے پنجتن مطلبی
ہو مسدس مین مرا نام بشیرین لقبی

شعر وہ ہون کہ جو روبہ صفت آہو گیر آئین
نشے ہو جائین ہرن چوکڑیان چوک ہی جائین

بارک اللہ شب معراج شہنشاہ حجاز
پردۂ چرخ تھا سامان سما سے دمساز
تھا ستارون مین بھرا ساز کا سارا انداز
دست بستہ تھی ید قدس براہ آواز

جبکہ ہاتھون نے سُنی نوبت آرایش زا
آستین کے چلی کوسون سے نکل مثل سدا

بادزن کی تو ہوا خواہی سلیمان کو ملی
دم عیسیٰ کو ہوئی خدمت جاروب کشی
آبرو خضر نے چھڑکاؤ مین ساری پائی
مشعل افروزی مین موسیٰ کو ضیا ہاتھ آئی

گل رخسارۂ یوسف نے بچھائے قالین
چاندنی چشم سفیدی کش یعقوب بچھین

بسکہ سادی ہی طبیعت دل شیدا کی مرے
دور تعریف براق رم چرخی مین ترے
مانجا کل شیشۂ فکرت رمد کلفت سے
گھوڑے کاغذ کے یہ دوڑائے کہ کچھ مدح لکھے

قلم تیرہ کٹا کانپ کے جون رات کو چنگ
کاغذ دست ہوائی ہوا جس طرح پتنگ

جب گیا دل سے فلک کے وہ گذر کر آیا
لیس ہذا بشر چرخ کمان چلایا
قدر انداز قضا گوشے مین چھپ تھرایا
تیر اخضر یہ جگر کھینچ کے لب پر لایا

زہ کبادہ کش قوسین حدوث اور قدم
دونون گوشے بخدا کیا ہی ملائے باہم

چوکیدارون نے جو بس عرش کے دیکھا زرف
چھوڑ چوکی کو چلے تخت کے رخ باندھ کے صف
دیکھی دنگل مین جو آمیز وہ رحل مصحف
ابر مونڈھون پہ اُٹھائے اُڑا کرسی کی طرف

چپ ہون مین خانہ نشین سارا ہی تصویر کا ڈھنگ
شیشۂ دل مین بھرا ہی مگر اپنے یہ امنگ
کہون تشبیہ مین اسکی ولے روشن اس رنگ
کھلے قلعی بھی مقابل کی مٹے دل کا زنگ

مشک کافور ہو اور نور دخانی بن جائے
حبش ہو جائے حلب آئنہ پانی بن جائے

یعنی یہ شب نہین غافل ہین جلو ریز بلال
گھٹہ پیشانی کا ہی اسکے نہین بدر کمال
نجم ثابت نہین یہ دانت ہین انجم کے مثال
کہکشان یہ نہین ہی سبحہ دردانۂ خال

اور لپٹ ہی جو ہوا مین یہ گل شبو کی
ہی بس انفاس مین خوشبو دم اللہ ہو کی

ہی یہ وہ شب کہ کٹی جس سے سیہ چال بدی
کالا منھ غم کا لکھ اب مدحت معراج نبی
سنکے یہ دل سے کہا مین نے زہے بوالعجبی
واے بر ما و برین غفلت و این کشتہ لبی

مرحبا ای شب لیلاے رواق شبرنگ
حبذا ای شب سلماے براق شبرنگ

بولا دل خامۂ آہوے ختن کی خاطر
شیر سر سر ہون نیستان قلمدان کے سر
آہو گیری کی خطر خامہ ہرن مو ہو کر
سیہ گوشون مین قلمدان کے لگا چھپنے مگر

نصف شب جب بجا گھڑیال تو چپکے سے نہنگ
وقت تھا چیتے ہوے آخر اوٹھا چھوڑ پلنگ

آکے خود قرب قلمدان اٹھایا جو قلم
چاہا کھولون دہن نافۂ دوات و سم
بولا خامہ سنا پابند سیہ حال الم
تیز دستی نہ دکھا باڑھ مین آکر بس تھم

ہو نہ ایسا کہ تری تیغ زبانی بٹ جائے
اصفہان سیف زبانی کو تری سن کٹ جائے

ہان سرے ضیغم میدان شفاعت طلبی
پئے ابن اسد اللہ چہا تشنہ لبی

گئے کیا مشت خاک سے بند شعلۂ کمین فوج گیران — گئے کیا حکم نطق فرما کے سلک ریزون کو گوہر افشان
کہین فراخی یہ دی کہ تھا شبہ خوان ارزق کا خوان نان پر

تبارک اللہ یہ فلک کو وہ بخشی مقدم سے سرگرانی — کہ آگے کرسی کے چرخ چارم نے کی بصد فخر بالاخوانی
سپہر اول نے سر اوٹھا کر کیا تھا دعوی کرامکانی — رہا ن تھا کیا ان کی بھی زبان پر کہ مین ہون جو جیس آسمانی

مقابلہ کو تھا فوق تاثیر خط تثلیث روشنان پر

لرا ب دل داغدار شیون درون سینہ پہ سنان بجلی — نہار عشرت سے شاخ غم پر شید نغم و سرود غلغل
ہوائے بال امید سے کر چراغ صد داغ یاس کو گل — کہ تیری شاخ مراد دین کو کریگا سرسبز بے تامل

وہی کہ جن نے اوگایا گلبن کو سنگ خارائے آستان پر

مسدس بذکرۂ معراج شریف

شب فکرت مین ہنین نور سحر کا ظہور — لیلۃ القدر کی ہی کاکل شب فام کا نور
جوش سودا ہی مجھے بھڑکا ہی شبرنگ شور — طایر فکر سوید ا مین ہی رنگ دیجور

نکتہ حیرت کا لکھے گر بفراخی دل تنگ
ابلق لیل و نہاری مین ہو سکتے کا رنگ

عالم نور ہی گو شب مین ولے ہی حیرت — میرے اللہ ہی کیون بدلی ہوا کی رنگت
دودۂ لیل ہی دیدہ مین گھٹا کی صورت — پانی پانی ہین ستارے دھوان ہمارا نکی چھت

حرم دلپہ ہی وہ نور تحیر کا دور
سیہ پوشش ہو بڑی کعبہ کے اوپر جسطور

اس سیاہی کو مگر خال سوید ا کہیے — خون سودا ویت زلف زلیخا کہیے
آبرو چشمۂ ظلمت و خضر پا کہیے — حجر کعبہ کا ہم سنگ سراپا کہیے

اور یہ کچھ نہین تو تو سیہ کار و مذموم
روشنائی یہ ہے نامۂ اعمال ذموم

ہم پلہ پاسنگ نہین بات کرنے کا ڈھنگ نہین پڑھنا لکھنا خاک نہین جانتا کون چیز ہی بقول شہور پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل الف کے نام بے نہین جانتا کیا تمیز ہی الا چونکہ اعانت رب العلی و استعانت صاحب لولاک لما شامل حال ہی لہذا اس تحریر کا خیال ہی رب یسر وتمم بالخیر ربا عمی ای صاحب اولاک لما خذ بیدی دوران لبدم ربخیت بلا خذ بیدی ۔ فریاد رسے نیست کہ فریاد برم ۔ فریاد رسا بہر خدا خذ بیدی

مخمس در ذکر معجزات آنحضرت صلعم

الٰہی کس شاہ دو جہان کی یہ نعت آئی مری زبان پر
کہ جس سے تحسین و آفرین کا بلند ہی شور آسمان پر
ثمر شجر شاخ غنچہ و گل تو لوٹے جاتے ہین زعفران پر
صبا جو کہتی ہی واہ وا وہ تو درد سوسن کی ہی زبان پر
درخت سب لیکے آب زر گل نثار کرتے ہین اس جناب پر

صدا یہ بلبل کی آرہی ہی کہ مرحبا شاد باش صد بار
فدا کرون تیری گفتگو پر ہزار دل جنت کردون گلزار
چہک چہک کر یہ کہہ رہے ہین تمام مرغان باغ مسکر
بھرے چمن بند باغ عالم گل مطالب سے تیرا دامن
تشگفت کی جلد ہی ایسی چھٹیے کیون ہین مجھ ایسے خشک جان پر

اسی تفکر مین تھا مین بیٹھا کہ یہ اوٹھایہ سروش غیبی
کہ اے تغافل شعار نادان کدھر ہی رائے سلیم تیری
خیال دل مین تو کر ذرا تو کہ مدح آئی ہی لب پہ کسکی
یہ شان و شوکت یہ عذب و لذت ملی ہی تعریف غیر مین بھی
ارے یہ وہ ذکر ہی کہ جس سے درود خالق کی ہی زبان پر

یہ نعت اس نور عرش کی ہی جو عین اعیان دو جہان ہی
ہما کے مانند جسکا سایہ پری کی نظرون سے بھی نہان ہی
ہوا نہ ثابت ستارون کو یہ کہ سایہ اس نور کا کہان ہی
کہون مین کس کس کو اس مہس مین فلک سے خورشید جون عیان ہی
بہت سی کی دور دھوپ اسنے ملا نہ پرچھائین کا نشان پر

وہ باغ اعجاز مین کھلائے جو دیکھے شداد خار کھائے
مقر نبوت کا ہوے حضرت کی جنت اپنی کو بھول جائے
جو دیکھے عیسے تو بنکے بلبل چہک چہک کے یہی سنائے
نہ کیون یہ باغ خلیل کو اب بآتش عشق یون جلائے
کہ ایک گٹھلی جلی ہوئی سے اگے شجر وقت امتحان پر

اگر ایک انگشت کے اشارے سے بخشے یہ کو دو نبع تابان
گھٹے بنا یا بڑھون نے اکدم مین زہر کو نوش بر سر خوان

فرتوت ہمسے کور باطنون کا گل ہی وقوف بیوقوف کے مکرون سے آنکھون مین جالا چھایا سرسون پھولی ان
شاخسانون مین سمجھ تپائی بالکل ہی جب جی یون کہے کہ ای مالک مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ پھر ہم ایسے
بے برگان وادیہ جہالت کو کیا یارا ے بیان ہی سکوت شایان ہی مَنْ سَكَتَ سَلِمَ وَمَنْ سَلِمَ نَجَى

نعت سرور کائنات مفخر موجودات باعث خلق عالم فخر آدم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ای احمد مجتبی علیک الصلوٰۃ + مقصود بل اتی علیک الصلوٰۃ + کافر بود آنکس کہ نگوید باصدق + ای خاتم انبیا
علیک الصلوٰۃ + سخن سنجان خاکدان سپنج کنج خانۂ دماغ مین نقد عقل و ذکاوت کے گو گنج رکھتے ہین پر کیمیاے
نعت سرور کائنات کے حصول مین کہ درحقیقت اُن حقدارون کے حق مین اکسیر ہی اتنا کوفت سوخت اور
رنج رکھتے ہین کہ خاک ہو گئے ہلاک ہو گئے ماشاء اللہ اُسپر رتی بھر اکسیر مطلوبہ سے زر سعادت اثر خاطر خواہ بنا کر
میزان راے رہبر مین کہ کانٹے سے باریک تر ہی نہ تولا اور صرافان بازار گفتار جنکی دکان ذہن مین دراہم درک
کا توڑا نہین انبار ہزار در ہزار بلکہ بیشمار ہین وہ بھی اس کیمیاے باصفا کی تلاش مین کہ فی الواقع اُنکے
واسطے کشتہ زندہ کن دل مردہ ہی سر خیال کے بل ایسے مرحلہ پیماے صحراے دشوار گزار ہین کہ ماہی وار درم دار ہو گئے
چاندی گنجے ہوے ہمہ تن داغدار ہو گئے تاہم ایک زرہ گرہ زبان سے خزانۂ ذہن مین کہ ایک تاریک گھر ہی نہ کھولا
اور جو کبھی کسینے باعانت فکر کہ پیش عقل اُسکا کچھ ذکر نہین دوا دوش اور بڑی کاہش سے شاید بقدر چانول برنج
صفت بارنج و کربت بہم پہونچائی تو من بھر گیا سیر ہوے دانہ بھر پا کر ناوان خرمن غرور کا ڈھیر ہوے گویا سنگ
پارس یا اکسیر ہاتھ آئی ہمچو من دیگرے نیست کا دم بھرنے لگے اپنی تحریر و تقریر پر مرنے لگے تیر تیقن ترازو
ہو کر پلے پار ہوا آپ کو سنجیدہ فہمیدہ نکتہ چینون مین چیدہ سمجھ بڑھ بڑھ بولنے لگے پانون سر کی بھول کر
کجروی کی پگڈنڈی پر چلے شاہین اوج خرد کے برابر خود کو تاڑ کر پر تولنے لگے دس سے راہ پیدا کی
اپنی مدح کے طلبگار ہوے امیدوار ہوے اور جو اسپر بھی بوجہ الوین سیری طبیعت نہوئی اپنی تعریف
مین آپ لب کھولے اَنَا حَمِیْرٌ کی ہانک بولے گدھے کی گون مین نو من کا دھوکا اتنی سی فہم پر اتنا
پھولے ایسے بھولے پتھر پڑین اس عقل پر کیا سمجھ کا پھیر ہی یہ جانتے ہین تمام عالم کی دانائی و بینائی
ازل سے ہماری بانٹ مین آئی ہی ایسی سمائی ہی نہ کہ یہ عاصی اُن سخن سنجون کا ہم سنگ کیسا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جل شانہ حدیقہ حمد پروردگار ہمیشہ بہار عجب شگفتہ گلزار ہی جسکا ہر پتا اسکی صنعت کا پتا باین اظہار دہن ازہار
باغ ۱۲
و اثمار پر بار بار ہی وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ وَالْحَبُّ
ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانِ فَبِاَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ سلطان العلما در بہاران زاد مرگش دردی ست ٭ پشہ
کے داند کہ این باغ از کی ست ٭ اس گلستان کے دیباچہ ثنا مین اگر عندلیب خامہ ہزار زبان بہم پہونچاے
اسکے عہدہ سے برنہ آے قلم ہوجاے لکھنا بار ہو زبان پھل کر آبلہ دار ہو اور گلگون خیال ابلق ایام خصال
باوجودیکہ تند و تیز رفتار ہی موسیچہ روح عیسی و طائر پرواز روح الامین سا سبکسار ہی الا اس گلزمین بوستان
قدم مین اکیلا کیا مع فکر ہمدم قدم کم رکھ سکتا ہی خوف آسیب رسانی و ہم میٹھی سی میٹھی پونی مین بھی دانت
کھٹے ہین سسکتا ہی ہر روش پر چوک کر راہ بھولتا ہی دم پھولتا ہی ایسی سستی سوار ہی گویا سوسن کی رسن مین
گرفتار ہی اور طوطی زبان کو اگرچہ طاقت گویائی ہی خدا نے قوت ناطقہ عطا فرمائی ہی مگر اس گفتگو مین کشمکش
ادب و آرزو سے ایک گرد و فاختہ کا حال ہی ہاتھون کے توتے اڑے ہین لال ہی انگور زخم آلے ہین
گویائی کے لالے ہین اور فہم فربہی اثر اسیر نہال ہی کہ جو کبھی جودت نے خودرائی سے نافرمان
بنکر گلہاے مضامین حمد کو مثل بوٹے اکسیر اثر لا لا کر اس غنچے مین خرمن لگایا تو صرصر کہنہ نے آکر
زبانہ شجرہ طور مشعلہ نور ما عرفناک بھڑکا کر تودہ خاکستر کیمیاے سعادت اثر بنایا اس مقام پر چراغ عقل

بتسوید تاریخ تالیف مائل ہوئی چنانچہ اس مقام پر چند مادہ مرقوم ہین جس سے سال تالیف بہ اختلاف سنین مفہوم ہین

تاریخ تالیف

عجب باغ سرسبز ہی یہ فسانہ
کہ صرصر سے فارغ خزان سے بری ہی
ہر اک مصرعہ جستہ ہی سرو موزون

روانی عبارت کی کبک دری ہی
ہر اک نقطہ ہی محو نازک ادائی
ہر اک فقرہ آمادۂ دلبری ہی

عجب داستان طرفہ مضمون رنگین
یہ نقش سلیمانی اور وہ پری ہی
لکھے تو مقابل مین جعفر علی کے

سخنور کو گر دعوی ہمسری ہی
فسون پری یا کہ رنگین فسانہ
طلاقت ہی یا جادوے سامری ہی

لکھا ای ذوق یون سال تصنیف اسکا
جو یہ باغ تو وہ گل جعفری ہی

ایضاً از ہر مصرع تاریخ

لکھون مین مدح افسانہ کہ اوصاف اس طلاقت کے
کہ یہ رشک چمن اور وہ بہار طبع موزون ہی
۱۲۸۹ھ ۱۲۷۹ف

نہ الحق داستان ہی طایر دستان سرا بارے
نہ افسانہ فسون بہر پریزادان مضمون ہی
سمبت ۱۹۲۹ ۱۸۷۲ء

ایضاً بہ تعمیہ چار عدد

کیا طرفہ داستان ہی اور کیا بیان رنگین
یہ تختۂ چمن ہی وہ ہی بہار معنی

از روے داد ہی ذوق یہ قول اہل بینش
ہان یہ طلسم حیرت وہ گنج بار معنی
۱۲۸۹ھ

تقریظ طلسم حیرت چکیدۂ خامۂ سحر طراز حضرت اُستادی مولوی محمد محی الدین خان صاحب ذوق کاکوروی دام اقبالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حبذا یہ افسانہ سحر طراز معشوقہ سراپا ناز ہی کہ ہر صفحہ جسکا آئینہ دار چہرۂ خوش بیانی اور ہر سطر مسلسل طرۂ بازار رخسار معانی ہی مدعنوانی بارقہ افروز جبین پُر نور لوح پیشانی افشان طراز پیشانی حور بیاض بین السطور سے صبح بنارس پیدا سواد مداد سے شام اودھ ہویدا بیان بزم جشن جمشیدی پر طعنہ زن ہی تقریر رزم تیغ آزماے معرکہ سخن ہی ہر فقرہ سینہ ہنگامہ آرایان سخن مین آمادہ خنجر گزاری ہر نقطہ عرصہ گاہ بیان مین مصروف سپرداری مضامین رنگین غازہ طراز چہرۂ قرطاس نقاط دلنشین مردم دیدہ قدر شناس ہر شعر چشمک زن ابروے شاہدان مصری ہر مصرعہ نشتر فروش شریان جان شعری نظم تعالی اللہ عجب نثر دلاویز + بحمد اللہ زہے نظم گہر ریز + نہین ہی نثر نسر آسمان ہی + نہین ہی شعر شعراے یمان ہی + ہر اک فقرہ کہ پیغام جنون ہی + پریزادان مضمون کو فسون ہی + زبس یہ بوستان دلبری ہی + صبا روح سرور اس باغ کی ہی + دم آتش گل آتش فشان ہی + خلیل اس گلستان کا باغبان ہی + ہی غنچہ یان کا طبع نکتہ گستر عنادل شور تحسین سخنور + گل پژمردہ خورشید اس چمن کا + مہ کامل یہان پتا سمن کا + زبس گرم سواد دلبری ہی + ورق برگ گل نیلوفری ہی + مدعنوان ہی ابروے معانی + جدال جدول جوے معانی + حقا کہ یہ وہ داستان پر درد ہی جسکے سامنے شعلہ آواز مرغ داستان سراسر دہی طوطی تقریر سخنوران پنجرۂ تن مین گھبراتی ہی کہنا تو ایک طرف سننے والون کی روح پھڑک جاتی ہی کیونکر نہو کہ مولف افسانہ نے دریا کو کوزے مین بند کیا ہی گرم بیانی سے شعلہ کو محمل سپند کیا ہی معنی باریک کو جادۂ قبول ارباب نظر بنایا راستی طبع مستقیم سے معانی بیگانہ کو راستہ بتایا مضامین برجستہ سے آہو گیرون کو چوکڑی بھولی حاسدون کا رنگ زرد ہوا رنگین ادائی دیکھ کے آنکھون مین سرسون پھولی غبار خاطر گرد ہوا بسکہ اسکے فقرات رنگین سے بعد ایک مدت کے شگفتگی حاصل ہوئی طبیعت اس ہیچمدان ذوق کاکوروی کی

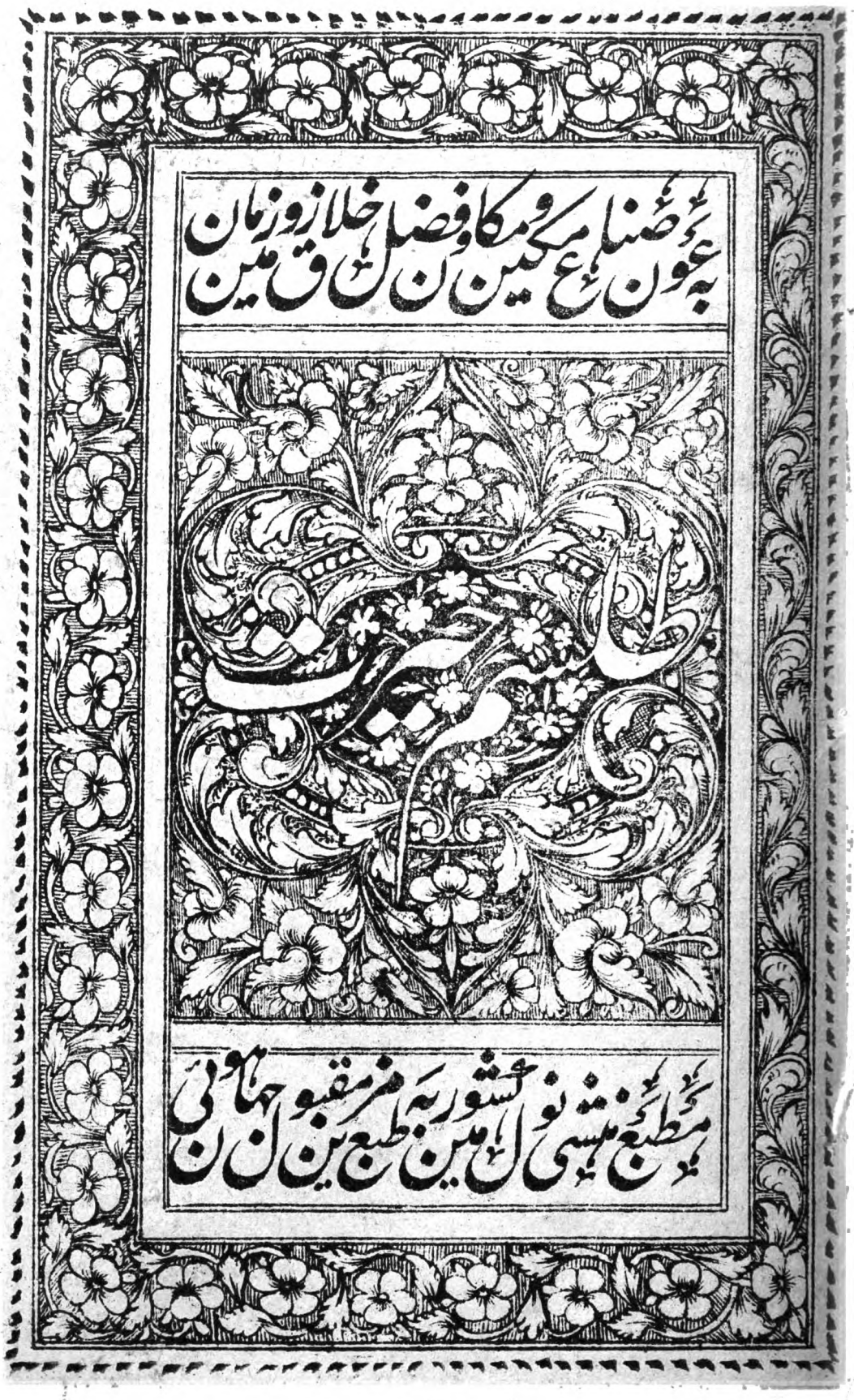

بعون صناع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و زمان

طلسم حیرت

مطبع منشی نولکشور مین بطبع مزین مقبول جہان ہوئی

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم وفن کی کتب کا ذخیرہ سلسلۂ وار فروخت کے لیے موجود ہی جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہی جسکے معاینہ وملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہی اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہین اُنمین بعض کتب قصہ جات نثر ونظم اردو درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہی اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

قصہ جات نثر

الف لیلہ - اردو مترجمہ منشی طوطا رام تخلص شایان

ایضاً - عربی ترجمہ مترجمہ منشی عبد الکریم -

فسانۂ عجائب - باتصویر مؤلفہ مرزا رجب علی بیگ سرور -

ایضاً - بغیر تصویر -

سروش سخن - بجواب فسانۂ عجائب مصنفہ سید فخر الدین حسین مودودی -

باغ وبہار - یعنے قصہ چار درویش مؤلفہ میر امن دہلوی -

طلسم فصاحت - مصنفہ مولوی محمد حسین جاہ

سہیل یمن - مصنفہ مولوی رفیع الدین وکیل عدالت -

وقائع راجکمار - مصنفہ کنور جگت سنگھ خلف مہاراجہ مان سنگھ -

سچی بہادری - مترجمہ راجہ شیو پرساد ستارۂ ہند

آرائش محفل - قصہ حاتم طائی باتصویر مؤلفہ سید حیدر بخش -

آرائش محفل - بغیر تصویر -

داستان امیر حمزہ - باتصویرات بنظر ثانی حافظ محمد عبد اللہ بلگرامی -

نوطرز مرصع - قصہ چار درویش بعبارت مسجع مؤلفہ منشی محمد عوض نہ رین -

بستان حکمت - اردو ترجمہ انوار سہیلی کا مؤلفہ فقیر محمد خان گویا -

قصہ سیاہ پوش - مؤلفہ عنایت اللہ خان قیس -

فسانۂ معقول - مصنفہ سید غلام حیدر خان بہادر اکسٹرا اسسٹنٹ کھیری -

قصہ سورج پور - ایک زمیندار کا فسانہ مؤلفہ چرنجی لال

آئینۂ معقول یعنے قصہ قاسم وہاشم وروح افزا زوجہ خلیفہ بغداد مرتبہ سید غلام حیدر خان بہادر اکسٹرا اسسٹنٹ کھیری -

جادۂ تسخیر - نادر عبارت مسجع مصنفہ نواب محمد حیدر علی خان بہادر -

نورتن - مصنفہ محمد بخش تخلص مہجور -

قصہ اگر گل - مؤلفہ عاصی تخلص -

Telasm Harat

INDIAN INSTITUTE

بعون صناع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و زمان

طلسم حیرت



مطبع منشی نولکشور مین بطبع مزین مقبول جہان ہوئی

Tilisam-ĕ-ḥairat.